# فتحِ ایران

صادق حسین صدیقی



# فتح ایران

**

صادق حسین صدیقی

**

ارشد برادرس
۱۵۶۱ - گلی کوتانا - سوئیوالان - نئی دہلی ۲

ناشر: ـــــــ ارشد برادرس

باہتمام: ـــــــ اطہر صدیقی

مطبع: ـــــــ زمزم پرنٹرز دہلی ۶

تعداد: ـــــــ ۱۰۰۰

سنِ اشاعت: ـــــــ ۱۹۹۳ء

قیمت: ـــــــ ۵۰/ روپے



ناشر

ارشد برادرس

۱۵۶۱- گلی کوتانا- سوئیوالان- نئی دہلی ۲

# انقلاب پسندوں کا اجلاس

خسرو۔ روزبہ، سودابہ اور مراجل کو ساتھ لے کر تنگ اور غلیظ راستوں اور گلیوں سے ہوتا ہوا ایک ایسے محلّہ میں پہنچا۔ جہاں کے باشندے اوباشی اور آوارگی میں مشہور تھے۔ ایک وسیع مکان کے دروازہ رُکے اِن کے رُکتے ہی دو آدمی ایک گلی کے اس کونہ سے اور دُوسرا دوسرے کونہ سے دوڑتا ہوا آیا۔ گاڑیوں کو گاڑیوں کے اندر بیٹھنے والوں کو دیکھا اور سب سے پہلے خسرو اُترا۔ انہوں نے خسرو کو پہچان لیا۔ خسرو نے کہا۔ سامان اُتار کر اندر لے چلو۔ چپ چاپ انہوں نے حکم کی تعمیل شروع کی۔ سامان اٹھا اٹھا کر مکان کے اندر لے جانے لگے۔

جب تمام سامان لے جایا چکا تو خسرو آگے اور اُس کے پیچھے اور سب چلے۔ ایک آدمی گاڑیاں لے گیا۔ دُوسرا اِن لوگوں کے ساتھ چلا۔ یہ مکان باہر سے بدحیثیت معلوم ہوتا تھا!

روزبہ جو قصر میں رہنے کا عادی تھا۔ اِس مکان کو دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ لیکن جب مکان کے اندر پہنچے تو حیران رہ گئے۔ نہایت اچھا اور دلکشا مکان تھا۔ یہ سب ایک وسیع کمرہ میں جا کر بیٹھے۔

خسرو نے اِس آدمی سے جو ساتھ آیا تھا۔ سامان قرینہ سے رکھوا کر اسے کچھ ہدایت کی۔ وہ چلا گیا۔ جب خسرو روزبہ کے پاس آیا تو روزبہ نے دریافت کیا۔ کیا سب انقلابی اِسی مکان میں رہتے ہیں!

خسرو نے جواب دیا۔ نہیں انقلابیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ ایک دو مکانوں میں نہیں رہ سکتے اکثر انقلابی ایسے ہیں جن پر حکومت کو شبہ نہیں ہے۔

روزبہ۔ کیا انقلابیوں کی تعداد زیادہ بڑھ گئی ہے!

خسرو۔ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جب اجلاس ہوگا۔ آپ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی ہے مراجل کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگی ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس وقت ہم سب آرام کریں اور صبح تبادلۂ خیالات کریں گے۔

روزبہ نے جنبائی لیتے ہوتے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو مجھے بھی نیند آرہی ہے سوداہر کی آنکھوں میں بھی خمار بھرا ہوا تھا۔ خسرو نے سب کو علیحدہ علیحدہ کمرے بتاتے لیکن نیا مکان ہونے کی وجہ سے سب نے ایک ہی کمرہ میں سونا پسند کیا۔ سب الگ الگ صوفوں پر پڑ گئے پڑتے ہی سو گئے۔ صبح جب وہ بیدار ہوتے تو آفتاب بہت کچھ بلند ہو چکا تھا۔ سب نے اٹھ اٹھ کر ضروریات سے فراغت کی ناشتہ کیا۔

خسرو نے کہا۔ آج میں مدائن سے باہر جاؤں گا۔ شاید تمام دن باہر رہوں۔ مہربانی کر کے آپ اس مکان سے باہر نہ نکلیں!!

روزبہ نے کہا۔ یہ مکان محفوظ ہے۔

خسرو۔ ہاں محفوظ ہے لیکن اگر کوئی کھٹکا آپ سمجھیں اور آپ کو چھپنے کی ضرورت پیش آتے تو دیکھئے یہ الماری ہے۔ اس الماری میں یہ کنڈہ لگا ہے۔ اس کنڈہ کو داہنی طرف کھینچ دیجئے۔ یہ الماری سرک جاتے گی دروازہ نمودار ہوگا آپ دروازہ میں داخل ہو جائیں سمجھ لیجئے ہر طرف سے محفوظ ہو گئے:۔

روزبہ نے اطمینان کرنے کے لئے کنڈہ کھینچا۔ بغیر کسی آواز کے الماری سرک گئی۔ دروازہ نمودار ہوا۔ وہ سوداہر۔ مراجل اور خسرو سب دروازہ میں داخل ہو گئے دوسری طرف بھی ایک کنڈہ تھا اس کنڈہ کو کھینچ کر برابر کر دیا گیا اور الماری اپنی جگہ پر آگئی۔ اس طرف دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کسی قدر اندھیرا چھا گیا۔ مگر ایسا نہیں کہ جس سے کچھ نظر ہی نہ آتے جب نظر ٹھہری۔ نگاہیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں اور انہوں نے

اپنے گرد و پیش دیکھا تو ایک وسیع کمرہ میں کھڑے ہوتے پایا۔ یہ کمرہ بھی نہایت خوبصورت تھا۔ اور صاف بھی کئی صوفے اور مسہریاں پڑی تھیں دیوار سے لگی ہوئی چند کرسیاں رکھی تھیں۔ یہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ خسرو نے کہا یہ جگہ ایسی ہے کہ یہاں چھپنے والوں کا کوئی سراغ بھی نہیں لگا سکتا!۔

روزبیر نے کہا۔ بے شک اس کمرہ کو دیکھ کر ذرا اطمینان ہوا۔

خسرو اٹھا اس نے کہا اگر آپ کسی خادم کو بلانا چاہیں تو اس دیوار کو تھپتھپا دیں خادم آجائے گا!

یہ کہتے ہی خسرو نے آہستہ سے سامنے والی دیوار کو تھپتھپایا۔ چند ہی لمحہ کے بعد بغیر کسی آواز کے دیوار شق ہوئی اور ایک آدمی نمودار ہوا۔ سب کے سب اس دیوار کے پھٹنے اور دیوار سے آدمی کے نکلنے سے حیران ہوئے ان کی یہ طلسمی کاروائی اچنبھا سے کم نہ تھی۔ آدمی بڑھ کر خسرو کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا۔ کیا حکم ہے۔

خسرو نے کہا۔ دیکھو آج میں باہر جا رہا ہوں یہ سب ہمارے مہمان ہیں ہماری جماعت میں شامل ہوتے ہیں انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

آدمی نے اظہار اطاعت کے لئے سر جھکا دیا۔ خسرو نے اُسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جس حیرت انگیز طریقہ پر آیا تھا۔ اسی طریقہ سے دیوار میں غائب ہو گیا۔

روزبیر نے دریافت کیا کیا ان تمام لوگوں پر جو آپ کے رازدار ہیں۔ آپ کو تمام و کمال اعتماد اور بھروسہ ہے؟

خسرو۔ پورا پورا اعتماد ہے ان میں سے کسی سے بھی غداری کی توقع نہیں ہے آیئے اب باہر چلیں!

سب اٹھ کھڑے ہوتے روزبیر نے مشق کرنے کے طریقہ پر پھر کنڈہ کھینچا۔ دروازہ نمودار ہوا۔ سب کے سب باہر نکل آتے روزبیر نے کنڈہ کھینچا اور دروازہ بند کر دیا۔

خسرو ان سب سے رخصت ہو کر باہر چلا گیا۔ اگرچہ یہ سب لوگ سمجھ رہے تھے

کہ یہاں ہر طرح سے محفوظ ہیں لیکن پھر بھی کسی قدر خوفزدہ تھے۔ وہ وقت گذارنے کے لئے کوئی مشغلہ چاہتے تھے اس لئے انہیں تلاش ہوئی کہ کوئی ایسا شغل ملجائے جس سے باآسانی دن گذر سکے۔ جس کمرہ میں وہ بیٹھے تھے۔ اس میں متعدد الماریاں تھیں۔ انہوں نے الماریوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔

انہوں نے کتابیں دیکھنا شروع کیں دیکھتے دیکھتے ایک ضخیم کتاب پر نظر گئی۔ اس کتاب کا نام "مظلوم سیاوش" تھا" روزبہ اس کتاب کو اٹھالایا۔ مراجل اور سودابہ اس کے پاس بیٹھیں"۔

روزبہ نے یہ کتاب پڑھنی شروع کی۔ دونوں مراجل اور سودابہ سننے لگیں۔ یہ کیانی خاندان کے شہزادہ سیاوش کی سوانح عمری تھی۔ سیاوش "کیکاؤس کا بیٹا تھا ایام طفولیت میں ہی اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ کیکاؤس نے دوسری شادی کر لی تھی۔ جس عورت سے شادی کی اس کا نام سودابہ تھا۔ سودابہ نہایت خوبصورت مگر مالدار عورت تھی۔ وہ سیاوش پر پروانہ وار فریفتہ ہوگئی اس نے سیاوش سے اپنی ناجائز خواہش کا اظہار کیا۔

سیاوش اسے اپنی والدہ سمجھتا تھا اس نے بڑی سختی سے اس کو ملامت کی سودابہ نے تریا چرتر دکھایا۔ کیکاؤس کو برانگیختہ کر کے سیاوش کے اس قدر خلاف کر دیا کہ باپ نے بیٹے کو جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ سیاوش ایران سے توران چلا گیا۔

توران میں افراسیاب بادشاہ تھا۔ کیکاؤس اور افراسیاب کے درمیان سخت دشمنی تھی۔ اکثر دونوں برسرپیکار رہتے تھے۔ لیکن افراسیاب نے سیاوش کا استقبال کیا۔ نہایت محبت سے ملا۔ بڑے پیار سے رکھا۔ اس کے دل میں سیاوش کی کچھ ایسی الفت ہوگئی کہ باوجود دشمن کا بیٹا ہونے کے اس سے اپنی چھوٹی بیٹی فرنگیش، کی شادی کردی۔

صرف اتنا سا حال اس کتاب کے سینکڑوں صفحات میں لکھا ہوا تھا۔ تمام دن میں صرف اتنا ہی قصہ پڑھا جا سکا۔ جب دن چھپ گیا تو کتاب اٹھا کر رکھدی گئی اور خسرو

کی واپسی کا انتظار کیا جانے لگا۔ کچھ رات گئے خسرو واپس آیا۔ سب نے کھانا کھایا اور سو گئے۔ دوسرے دن خسرو نے کہا۔ عنقریب ہماری مجلس کا بڑا اجلاس ہونے والا ہے۔ اگرچہ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست اور مسلمانوں کی فتح نے صورت حال کو بہت کچھ بدل دیا ہے اور سب کے سب محبانِ وطن پہلے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ مگر چند لوگ ایسے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ یزدگرد کو معزول کر کے کسی اور کو تخت پر بٹھا کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔

یہ مسئلہ بڑی مجلس ہی میں طے ہو گا۔ کاش اب بھی یزدگرد سنبھل جاتے۔ روزبہ نے کہا۔ خیال یہ ہوتا ہے کہ شاید اس زبردست ہزیمت کی خبر سن کر یزدگرد سنبھل جاتے۔

خسرو۔ مشکل ہے عشرت کے خوگر ایسی ٹھوکروں سے نہیں سنبھلتے۔

اس کے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی اسی طرح کئی روز گذر گئے۔ ایک روز خسرو نے روزبہ سے کہا۔ آج انقلابیوں کا اجلاس ہو گا۔ روزبہ نے دریافت کیا کس وقت اجلاس ہو گا؟۔

خسرو نے جواب دیا آدھی رات کے بعد۔

خسرو اجلاس کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ سارا دن مکان کی صفائی میں گذر گیا۔ دن چھپتے ہی ایک ایک دو دو کر کے لوگ آنے شروع ہو گئے۔ آدھی رات تک لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔

روزبہ نے ان میں ایسے لوگ بھی دیکھے جو یزدگرد کے بہی خواہ تھے۔ وہ انہیں انقلابی جماعت میں دیکھ کر نہایت حیران رہ گیا۔ آدھی رات کے بعد وسیع صحن میں اجلاس شروع ہوا۔ جتنے لوگ تھے اتنی کرسیاں تو کہاں سے آتیں فرش بچھا دیا گیا۔ سب فرش پر بیٹھ گئے۔ صرف ایک کرسی صدر کے لئے رکھ دی گئی۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ ایک بڈھا آدمی صدر بنایا گیا۔

حاضرین جلسہ میں امیر، غریب۔ عالم۔ جاہل ادیب مدبر سب ہی طبقہ کے لوگ تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ ایران کا موجودہ فرمانروا عیش و عشرت کا پیکر۔ بندہ نفس حسن کا ڈاکو۔ عزت د

آبرو کا رہزن ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے بادشاہ کے لئے ایسے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں۔ لیکن حقیقت میں نظریں جانتی ہیں کہ یہ سچ ہے اور اظہارِ حقیقت کوئی گناہ نہیں ہے۔

میں اور میرے ہم خیال لوگ ایسے فرمانروا کو ملک و قوم کا بدترین دشمن سمجھتے ہیں چونکہ ہم نے اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی اس لئے وہ اور اس کے مشیر ہمارے سخت ترین دشمن ہو گئے ہیں۔ ہم میں جو اِن کے ہاتھ آجاتا ہے اسے فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ جان کے خوف سے ہم چھپتے پھرتے ہیں ہماری جماعت کو انقلابی جماعت کہا جاتا ہے۔ اور ہم کو ملک و قوم کا دشمن بتایا جاتا ہے۔ آج یہ اجلاس اس لئے منعقد ہوا ہے کہ آخری طور پر یہ طے کیا جائے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

دوسرے آدمی نے کہا۔ جو کچھ میرے عزیز دوست نے کہا وہ صحیح ہے لیکن اس وقت ہمارا ملک بدیشی لوگوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے عرب جو ہمارے محکوم رہ چکے ہیں ہم کو محکوم بنانا چاہتے ہیں اس وقت ہمیں بادشاہ کی حرکات سے درگزر کر کے حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے سب سے پہلے مسلمانوں کا مقابلہ ضروری ہے۔

ایک تیسرے شخص نے کسی قدر جوش میں آکر کہا۔ ہم حکومت کے ساتھ کبھی تعاون نہیں کر سکتے۔ مجھے معلوم ہے قادسیہ میں ایرانیوں کو زبردست شکست ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ شکست ہمارے لئے نہیں بلکہ بادشاہ کے لئے ایک انتباہ ہے لیکن کیا ہمارا بادشاہ جس کے ہاتھ میں ایران کا سیاہ و سفید ہے اپنی کرتوتوں سے باز آجائے گا۔ یزدان کی قسم کبھی باز نہ آئے گا۔ پھر ہم کیسے اس کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔؟

ایک اور شخص نے کہا۔ تعاون تو اس لئے بھی غیر ممکن ہے کہ بادشاہ اور اس کے اعمال حکومت ہمارے سخت ترین دشمن ہیں ہماری جماعت کا جو شخص اِن کے ہاتھ آجاتا ہے۔ فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ جب ہم تعاون کا ہاتھ بڑھائیں گے تو کیا سب کے سب قتل نہ کر دیئے جائیں گے۔

ایک بڈھے شخص نے کہا ناممکن ہے کہ حکومت ہماری تمام جماعت کو انتقام کے جذبے سے سرشار ہو کر قتل کر ڈالے۔ پھر ایسے وقت میں جب کہ جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں

اسلامی فوجیں بابل کی طرف بڑھ رہی ہیں اس وقت مادرِ وطن قربانی چاہتی ہے ہر محبِ وطن کا یہ فرض ہے کہ سب باتوں کو بھلا کر وطن اور صرف وطن کی خدمت میں مصروف و منہمک ہو جائے۔

ایک نوجوان نے کہا۔ بے شک یہی بات ہے بادشاہ کے خلاف ہیں۔ ملک کے خلاف نہیں۔ اس وقت ملک معرضِ خطر میں ہے ملک کو اغیار کے پنجۂ ستم سے بچانے کے لئے تمام نوجوانوں کو سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔

خسرو نے کہا۔ دوستو! بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مادرِ وطن کو بچانے کے لئے اس کے ہر فرزند کو سینہ سپر ہو جانا چاہیئے لیکن اس وقت جب بادشاہ اپنی نفس پرستی سے تائب ہو جائے۔ ہم سے زیادہ وطن کا قوم کا حکومت کا خیال تو بادشاہ کو ہونا چاہیئے!

" چند آوازیں آئیں "۔ بے شک یہی بات ہے!

صدر نے کہا یہ بات نہیں ہے اگر بادشاہ نا اہل ہے یا نا اہل اور خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے اور اپنی ناروا حرکات کو چھوڑ کر ملک و قوم کو نہیں بچاتا تو اہل ملک کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی نے بگڑ کر کہا۔ ہم ایسے بادشاہ کو معزول ہی کیوں نہ کر دیں جو خود بھی مرتا ہے اور اپنے ہمراہ اہل ملک کو بھی لئے مرتا ہے"۔

صدر۔ اس طرح ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اس سے ہماری قوت کمزور ہو جائے گی اور ہم متفق ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

وہی شخص۔ یہ بات عمالِ حکومت کو بھی سوچنی چاہیئے!

صدر۔ حکومت کے کل پرزے بد اندیش اور خود غرض ہیں۔

چند لوگوں نے کہا ایسے خود غرضوں کو پھانسی پر لٹکا دینا چاہیئے!

صدر نے کہا یہ ہمارے امکان سے باہر ہے!

اس کے بعد جلسہ میں ہلڑ مچ گیا۔ لوگ الگ الگ باتیں کرنے لگے کوئی حکومت کے ساتھ تعاون پر زور دے رہا تھا کوئی اس کے خلاف تھا۔ عرصہ تک چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ آخر اس انقلابی جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک نے حکومت سے تعاون

کا عزم کر لیا اور دوسرے نے حکومت میں انقلاب پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ صدر نے یہ کیفیت دیکھ کر جلسہ برخاست کر دیا۔ خسرو نے کھڑے ہو کر کہا۔ دوستو آج ہماری جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے نکتہ خیال کے مطابق صحیح راستوں پر ہیں ہماری جماعت کا فرض ملک کو غیروں کے پنجہ استبداد سے بچانا اور بادشاہ کو راہ راست پر لانا ہے۔ دو باتوں کی آپ تمام اصحاب سے میری استدعا ہے اور وہ یہ کہ ایک تو ہمیں آپس میں کشیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے اس کشیدگی سے ہماری جماعت کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اسبات کا حلف اٹھائیے کہ آپ کشیدگی نے کرنہیں جارہے۔ دوسری بات ہے۔ کہ جنگ سے فارغ ہو کر پھر متفق و متحد ہو جائیں۔ اس کے بعد سب ہنسی خوشی رخصت ہوتے۔ سب کے چلے جانے کے بعد خسرو۔ روزیہ۔ سودابہ اور مراجیل کمرہ میں جاکہ صوفوں پر بیٹھ رہے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی اس لئے جلد سو گئے۔

---

# خونریز جنگ

قادسیہ کی فتح کے بعد فوراً ہی حضرت سعدؓ نے زہرہ بن حیوۃ کو مقدمۃ الجیش بنا کر بابل کی طرف روانہ کیا۔ ایک ہزار سر فروشان اسلام ان کے ساتھ تھے۔ زہرہ کے عقب میں شرجیل بن السمط حاکم میسرہ کو پانچسو مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا۔ شرجیل کے پیچھے ہاشم بن عقب کو پانچسو سوار دے کر چلتا کیا۔ شرجیل کے بعد خالد بن عرطفہ جن کو حضرت سعدؓ نے قادسیہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا ایک ہزار پُر جوش مجاہدین کو لے کر روانہ ہوتے یہ مختصر لشکر چند گھنٹوں کے وقفہ سے آگے پیچھے روانہ ہوا۔ ایرانیوں کے تمام قریوں اور قصبوں میں اس لشکر کی آمد کی خبر پہنچ گئی۔ قادسیہ کی ہزیمت نے ایرانیوں پر ہراس طاری کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے ڈرنے لگے تھے اِن لشکروں کی آمد یا مسلمانوں کی پیش قدمی نے ان کو متوحش کر دیا۔ وہ گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے جس گاؤں پر اسلامی لشکر پہنچا اُسے غیر آباد اور ویران پایا:۔

ہم ۱۵ھ۔ ۶۳۶ء کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں قیصر و کسریٰ کی فوجیں جب اور جس طرف سے گذرتیں دشمنوں کے مواضعات کو تباہ اور برباد کر دیا کرتی تھیں۔ زراعت کو روند ڈالتیں آبادیوں میں آگ لگا دیتیں ممکن ہے کہ اس وقت اس قسم کا کوئی فوجی قانون ہو لیکن اسلامی افواج نے اِن باتوں سے احتراز کیا۔ نہ انھوں نے زراعت کو روندا اور نہ کسی گاؤں میں آگ لگائی:۔

زہرہ نے قادسیہ سے بڑھ کر دُو روز تک کوفہ میں قیام کیا یہاں ان سے شرجیل ہاشم اور خالد بھی آملے۔ مگر جب یہاں سے کوچ کیا تو جس طرح حضرت سعدؓ نے آگے پیچھے لشکروں کو روانہ کیا تھا۔ اسی ترتیب سے یہاں سے روانہ ہوتے۔ کوفہ تک ایرانیوں کا کوئی لشکر مسلمانوں سے نہ ملا۔ نہ کوئی ایرانی ہی نظر آیا۔ زراعت کی حفاظت کرتے ہوتے بھی کوئی ایرانی نہ دیکھا گیا۔ دراصل ایرانیوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا تھا کہ وہ لشکر اسلام کے آنے کی خبر سُن کر پہلے ہی فرار ہوجاتے تھے۔ مجاہدین اسلام کوچ در کوچ برابر دشمنوں کے ملک میں گھُستے چلے جارہے تھے۔ مسلمانوں کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ قادسیہ سے بھاگنے والے ایرانی تمام دریاؤں اور نہروں کے پُلوں کو توڑتے چلے گئے تھے بعض بعض جگہ راستوں کو بھی کاٹ کاٹ کر ناقابل گذر بنا گئے تھے چنانچہ اکثر جگہ راستے کٹے ہوتے ملے مسلمانوں کو راستے ہموار اور قابل گذر بنانے پلوں کو درست کرنے سے بڑی تکلیف اٹھانا پڑی۔ مگر انہوں نے کسی تکلیف اور کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ ایک مختصر دستہ جس میں اڑھائی سو مجاہدین تھے راستوں کی صفائی اور پُلوں کی مرمّت کے لئے موجودہ زمانہ کے سفر مینا کی پلٹن کی طرز پر ترتیب دے لیا تھا۔

یہ مختصر دستہ ایک روز پہلے روانہ ہوتا اور راستوں کو صاف اور درست نیز پلوں کو قابل گذر بناتا چلا جاتا۔ اسلامی لشکر کوفہ سے کوچ کر کے برس میں پہنچا۔ یہ معمولی قلعہ تھا۔ قلعہ نشین مسلمانوں کے خوف سے پہلے ہی فرار ہوچکے تھے۔ مسلمان قلعہ پر قابض ہوگئے۔ برس کے مضافات میں کچھ زنگی آباد تھے۔ تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ لوگ کب آکر آباد ہوتے۔ کون انہیں لایا۔ یہ لوگ سیاہ فام اور دراز قد تھے بالکل ایسے ہی جیسے[1] دہشوار کے قریب مسلمانوں سے لڑے تھے۔ ایک روز کئی سو زنگی مسلح ہو کر لشکر اسلام میں آتے اسلامی مختصر لشکر قلعہ برس کے باہر وسیع میدان کے گوشہ میں خیمہ زن

---

[1] زنگی نہایت دراز قد اور قوی الجثہ تھے ملک بجاۃ کا عیسائی بادشاہ زنگیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں سے لڑا تھا اس جنگ کا مفصل حال ہمارے مشہور ناول "عرب کا چاند" میں ملاحظہ فرمائیں۔
(صادق صدیقی)

تھا۔ مسلمان نہایت بے فکری سے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یہ میدان جس میں زہرہؓ قیام پذیر تھے۔ سرسبز و شاداب اور وسیع تھا۔ تمام میدان میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔ قلعہ کے نیچے ایک چھوٹی نہر تھی۔ نہر کے کنارہ پر اسلامی لشکر پڑا تھا۔ اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ مسلمان دھوپ سے بچنے کے لئے یا تو خیموں میں بیٹھے تھے یا سبز سبز گھاس پر درختوں کے نیچے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

جب مسلمان حجاز سے آتے تھے تو ان کے ہمراہ اس قدر خیمے نہ تھے کہ سب مسلمان خیموں میں رہ سکتے۔ لیکن قادسیہ میں ایرانیوں کی شکست نے انہیں اس قدر خیموں کا مالک بنا دیا تھا کہ نہ صرف تمام اسلامی لشکر کے لئے خیمے کافی ہو گئے بلکہ سینکڑوں خیمے فالتو سمجھ کر مدینہ منورہ بھیج دیئے گئے۔ میدان میں نہر کے کنارہ پر خیموں کی قطاریں دُور تک قطار در قطار لگی ہوئی تھیں۔ جب زنگی اسلامی لشکر میں گھسنے لگے تو مسلمانوں نے ان کو روکا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس اسلامی لشکر کے سردار سے ملنا چاہتے ہیں۔ فوراً مسلمانوں نے زہرہ کو اطلاع کی انہوں نے اجازت دی۔ زنگی ان کے خیمہ پہ پہنچے:۔

چونکہ زنگی عرصہ سے اس نواح میں آباد تھے کسریٰ اور کسریٰ کے لشکروں۔ سرداروں سپہ سالاروں کی شان و شوکت دیکھے ہوتے تھے اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ وہ فاتح قوم جو کسریٰ جیسی زبردست سلطنت کو فتح کرنے کا عزم کر کے آئی ہے اور جس نے قادسیہ میں۔ رستم جیسے طاقتور شخص کو قتل کر کے ایرانیوں کو شکست دی ہے ایرانیوں سے زیادہ شان و شوکت سے رہتی ہو گی لیکن جب انہوں نے اسلامی لشکر کی سادگی مسلمانوں کی بے تکلفی دیکھی تو حیران رہ گئے:۔

زہرہؓ اپنے خیمہ کے سامنے گھاس پر کمبل بچھائے درختوں کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ وہ ان کی سادگی ان کا سادہ لباس دیکھ کر سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہی صاحب مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار ہیں۔ زہرہؓ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا۔ ہم اس لشکر کے سپہ سالار سے ملنا چاہتے ہیں؛

زہرہؓ نے مسکرا کر کہا۔ آپ بیٹھے بتایئے آپ کو اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار سے

کیا کام ہے؟

تمام زنگی بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کیا آپ ہی اس لشکر کے سپہ سالار ہیں؟۔

زہرہؓ نے کہا۔ لوگ مجھے ایسا ہی خیال کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کا خادم ہوں"۔ اسی زنگی نے کہا۔ تعجب ہے آپ اور تمام مسلمان کس سادگی سے رہتے ہیں۔ آپ نے قادسیہ میں بہت کچھ مالِ غنیمت حاصل کیا ہے۔ کیا اس نے آپ کو غنی نہیں بنا دیا؟۔

زہرہؓ نے جواب دیا۔ ہم وہ قوم ہیں جو دُنیا کی دولت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر ہمیں کسریٰ کا وہ تمام خزانہ بھی مل جاتے جو نہاوندؔ[1] کے پاس ہے اور جسے ساسانی جمع کرتے چلے آتے ہیں تب بھی ہم اسی حالت میں رہیں گے۔

اُسی زنگی نے کہا۔ ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ ہمیں امان دیں:۔ زہرہؓ نے دریافت کیا کن شرائط پر؟

زنگی۔ جن پر آپ امان دینا پسند کریں۔

زہرہؓ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جزیہ دیں۔

زنگی۔ منظور ہے!

زہرہؓ۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ راستہ کی صفائی اور پُلوں کی مرمّت کرا دیں۔

زنگی۔ یہ بھی منظور ہے!

زہرہؓ۔ تیسری بات یہ کہ ایرانی لشکر کی خبریں دینے کا وعدہ کرو!

زنگی۔ جو خبریں ہمیں معلوم ہوں گی وہ ضرور آپ کو پہنچاتے رہیں گے؟۔

زہرہ۔ چوتھی بات یہ کہ اقرار کرنا ہوگا کہ کبھی ہم کو دھوکا نہ دو گے!

---

[1] ساسانیوں نے مدائن سے دُور کوہ ورزن پر اپنا خزانہ قائم کیا تھا اس خزانہ کی نہ صرف ایران بلکہ دُور دُور شہرت تھی۔ مشہور تھا کہ اس قدر خزانہ کسی بادشاہ کے پاس نہیں ہے متعدد ملک اس خزانہ سے خریدے جا سکتے تھے ہر ساسانی بادشاہ اس خزانہ میں اضافہ کرتا رہا۔

(از فتوح العجم)

زنگی - اس کا ہم حلف اٹھا کر اقرار کرتے ہیں کہ کبھی دھوکہ نہ دیں گے!

یہ شرائط طے ہوتے ہی اقرار نامہ لکھا گیا ادھر سے زہرہؓ نے دستخط کئے ادھر سے زنگیوں کے سردار نے جزیہ کی رقم صلحنامہ ہوتے ہی ادا کرنا تھی۔ زنگیوں کے سردار نے جزیہ کی ادائیگی کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت طلب کی۔ زہرہؓ نے کہا۔ معزز سردار سنو جزیہ حفاظت کا ٹیکس ہے۔ چونکہ ابھی ہمیں یہ اطمینان نہیں ہے کہ ہم سال بھر تک تمہاری حفاظت کر سکیں گے اس لئے ابھی تم سے جزیہ وصول نہ کیا جائے گا

زنگیوں نے نہایت تعجب سے زہرہؓ کو دیکھا۔ ان کے سردار نے کہا۔ معاملہ اور ایمانداری اس کو کہتے ہیں۔ ہم بہت زیادہ خوش ہیں کہ ایک جابر قوم کی حکومت سے نکلکر ایک منصف و عادل قوم کے زیر تحت آگئے ہیں۔ یزدان آپ کو فتح و ظفر عطا کرے!

زہرہؓ نے دریافت کیا۔ تمہیں ایرانیوں کے لشکر کی کچھ خبر ہے؟

سردار نے جواب دیا۔ ایرانی لشکر آپ سے بہت قریب ہے اس قدر قریب کہ میں ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن رہا ہوں۔

زہرہؓ کچھ متفکر ہوتے۔ انہوں نے کہا۔ تم نے اس لشکر کو دیکھا ہے۔

سردار۔ جی ہاں دیکھا ہے!

زہرہؓ۔ کس قدر لشکر ہے؟

سردار۔ کم سے کم چھ ہزار۔

زہرہؓ کو اور بھی فکر ہوا۔ اس کے ساتھ صرف ایک ہزار سوار تھے۔ شرجیل ہاشم اور خالد ابھی یہاں نہ آتے تھے۔ ایک ہزار آدمی چھ ہزار کا مقابلہ کیسے کر سکتے تھے۔ انہوں نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔ اس لشکر کا سردار کون ہے؟

سردار نے جواب دیا۔ فرامرز ایک مشہور دلاور سردار ہے۔

ابھی اس قدر گفتگو ہو رہی تھی کہ سامنے سے ایرانیوں کا لشکر نمودار ہوا اس کی زرق برق بیرقیں دھوپ میں چمک اور ہوا میں لہرا رہی تھیں زہرہؓ اور اس کے ساتھ تمام مسلمانوں

نے لشکر کو دیکھا۔ زہرہؓ نے فوراً ہوشیار ہو کر مسلمانوں کو جلد سے جلد مسلح ہونے کا حکم دیا۔ مسلمان اپنے خیموں کی طرف دوڑ پڑے۔ زہرہؓ بھی اپنے خیمہ میں گھس گئے۔ جلدی سے زرہ بکتر پہنا۔ ہتھیار لگائے اور خیمہ سے باہر نکلے۔ تمام مسلمان مسلح ہو کر خیموں سے باہر آ رہے اور گھوڑوں پر زین کس رہے تھے۔ زہرہؓ نے بھی اپنے گھوڑے پر خود ہی زین کسنا شروع کیا۔ اس تمام میدان میں امن سکون کا قبضہ تھا۔ اطمینان کا دور دورہ تھا۔ ہلچل شروع ہوگئی۔ گھوڑوں کے ہنہنانے اور لوگوں کے ایک دوسرے کو آوازیں دینے سے ایک شور بدتمیزی بپا تھا۔ ایرانی لشکر برابر سرعت سے آگے بڑھتا رہا۔ مسلمان بھی نہایت پھرتی اور چستی سے گھوڑوں پر زین کس کس کر سوار ہوتے رہے۔ اتنے میں کہ ایرانی قریب پہنچیں مسلمان بھی کیل کانٹے سے لیس ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ زنگی حیرت سے بیٹھے ہوئے ایرانیوں کو آتے اور مسلمانوں کو مسلح ہو ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوتے دیکھ رہے تھے۔ زہرہؓ نے اسلامی علم ہاتھ میں لیا اُسے جنبش دی۔ پھریرا ہوا میں لہرایا وہ ایرانیوں کی طرف بڑھے۔ ایرانی کچھ دُور آکر رُک گئے انہوں نے جلد جلد صفیں ترتیب دینا شروع کیں!! زہرہؓ کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر تمام مسلمان سمٹ کر ان کے پیچھے ہو گئے۔ ایرانیوں کے سامنے پہنچ کر زہرہؓ رُکے انہوں نے تمام مسلمانوں کی صرف ایک ہی صف قائم کی۔ ایرانی جوشمیں بھرے ہوئے تھے ان کی تعداد زیادہ تھی۔ مسلمانوں کو کم دیکھ کر اور دلیر ہو گئے۔ قادسیہ کی جنگ کا انتقام لینے کے لئے سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے مسلمانوں کو خیال تھا کہ حسب قاعدہ[1] ایرانیوں میں سے کوئی دلاور صف شکن میدان میں نکل کر اپنے مقابلہ کے لئے لڑنے والے کو طلب کرے گا۔ مگر جب انہوں نے ایرانی لشکر کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو خود بھی مستعد ہو گئے مگر آگے نہ بڑھے جس جگہ کھڑے تھے اسی جگہ کھڑے رہے۔ ایرانی

---

[1]: اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ اوّل ایک ایک آدمی میدان میں نکل کر لڑا کرتا تھا۔ جنگ کے ہنر دکھاتا تھا۔ پھر جنگ عمومی شروع ہوتی تھی۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

نہایت جوش و خروش سے تلواریں سونتے بڑھ رہے تھے۔ دھوپ میں تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ تمام مسلمانوں نے نیزے سنبھال لئے اور اس طرح اکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ گویا وہ ان پر جھپٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ ایک دم ایرانی لشکر مسلمانوں سے ٹکرایا۔

مسلمانوں نے نیزوں سے حملہ کیا۔ یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ ایرانیوں کا سیلاب اس طرح پیچھے ہٹا جس طرح موجیں لب ساحل سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ فرامرز ایسے ریشمیں کپڑے پہنے ہوئے تھا جس میں جواہرات ٹکے ہوتے تھے۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ قربوس۔ رکابیں لگام سب نقرئی تھے۔ ڈاب مرصع تھی۔ تلوار کے دستہ میں جواہرات آویزاں تھے۔ اس کی ہر ایک چیز دھوپ میں چمک رہی تھی۔ وہ قلب لشکر میں کھڑا تھا اس نے ایرانیوں کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر للکارا۔ ایرانی پھر جوش میں آ کر بڑھے۔ اب مسلمانوں نے بھی حرکت شروع کی وہ بھی بڑھے پھر دونوں لشکر ٹکرائے۔ اب مسلمانوں نے بھی تلواریں سونت لیں۔ ایک فریق نے دوسرے پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ صاف و شفاف ہزاروں تلواریں دھوپ میں بجلی کی طرح کوندیں۔ انسانی سمندر میں تیریں پھر جو ابھریں تو زیادہ تر خون کے فوارے برساتیں ابھریں۔ جنگ شروع ہو گئی نہایت خونریز۔ بڑی ہولناک دلیر مرنے اور مارنے کے لئے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ خون کے چھینٹے اڑ اڑ کر سر فروشوں کے کپڑوں زرہ بکتروں۔ گھوڑوں اور ہتھیاروں پر پڑ پڑ کر جمنے لگے۔ انسانی اعضاء کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ سر گیندوں کی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹھوکریں کھانے لگے۔

زخمیوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آواز۔ اور ہتھیاروں کی جھنکار سے تمام میدان گونج اٹھا۔ ایرانی مسلمانوں کو مٹھی بھر سمجھ کر انہیں کچلنے پیس ڈالنے فنا کر دینے کے لئے بڑے جوش سے حملے کر رہے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلواریں نہایت تیزی سے چل رہی تھیں۔ مسلمان نہایت استقلال اور بڑے صبر سے ڈٹے ہوئے تھے حملے روک رہے تھے۔ دشمنوں کے وار بچا رہے تھے کبھی کبھی بڑھ کر حملہ بھی کر دیتے تھے۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ دونوں فریق پورے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ دونوں لشکروں کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ ایرانی مسلمانوں میں اور مسلمان ایرانیوں میں گھسے لڑ رہے تھے۔

متخاصمین جنگ میں کچھ ایسے منہمک تھے۔ دوست اور دشمن کی پہچان بھول گئے تھے۔ جس کے جو سامنے آجاتا تھا۔ اس پر حملہ کر دیتا تھا۔ مسلمان اگرچہ کم تھے بہت ہی کم لیکن جس دلیری جس ہمت جس استقلال سے وہ لڑ رہے تھے۔ وہ انہیں کا حصہ تھا۔

سرفروش مجاہدین نظریں جھکاتے نہایت پھرتی بڑے جوش کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ایرانی بہادر ہوتے ہیں۔ ان کی بہادری کے افسانے تاریخوں میں سرقوم ہیں وہ جب اور جس قوم پر چڑھ کر گئے فتح یاب ہوتے لیکن اب جس قوم سے سابقہ پڑا تھا وہ ان سے بھی زیادہ دلیر اور بہادر تھی۔

ایرانی غصہ میں آ آ کر پیچ وتاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے مگر ان کے بناتے کچھ نہ بنتا تھا۔ مسلمان سنگی چٹانوں۔ آہنی انسانوں کی طرح ڈٹے ہوتے تھے۔ اگر ایک مسلمان شہید ہوتا تھا تو پانچ سات ایرانیوں کو پہلے قتل کر ڈالتا تھا۔ مسلمانوں کو اپنی قلت اور دشمن کی کثرت دیکھتے ہوتے توقع تو تھی ہی نہیں کہ وہ فتح یاب ہوں گے سمجھ ہوتے تھے کہ سب کے سب شہید ہوں گے لیکن ان کے تیور کہہ رہے تھے کہ ان میں سے ہر شخص پانچ یہ چھ دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہونے کا عزم کر چکا ہے۔ جو لوگ موت سے نہیں ڈرتے موت ان سے ڈرتی ہے مرتے وہی ہیں جو موت سے ڈرتے ہیں۔ باوجودیکہ مسلمان کم تھے۔ مگر مرنے کے لئے تیار تھے۔ اس لئے موت ان کے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔ وہ کم مر رہے تھے۔ ایرانی عیش وعشرت کے خوگر تھے دنیا کی محبت میں غرق تھے۔ موت سے ڈرتے تھے۔ قضا ان کو اپنی آغوش میں کھینچ رہی تھی۔ وہ زیادہ مر رہے تھے۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ تھی۔ مرنے پر بھی ان کی تعداد میں کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔ ایرانی افسر سپاہیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہے تھے۔ ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ سرفروش بس رہے تھے۔ بسترۂ زار زمین لالہ زار بن گئی تھی۔ اس وقت آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ میں، ناقابل برداشت گرمی آگئی تھی۔ لڑنے والوں کی پیشانیوں سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے مگر بیشہ شجاعت کے شیروں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی۔ نہ پسینہ پونچھنے کا ہوش تھا۔ وہ نہایت اطمینان اور پورے شغف سے جنگ میں مشغول تھے۔ فرامرز نے ایرانیوں کو جوش دلایا۔ ایرانی جوش میں آکر بڑھے۔ مسلمانوں نے انہیں روکنے کے لئے پورا زور صرف کر دیا لیکن ایرانی کچھ ایسے جوش سے بڑھے تھے کہ باوجود بہت کوشش کرنے کے

وہ نہ رُکے۔ مسلمان ان کی زد میں آکر چند قدم پیچھے ہٹے۔ یہ دیکھ کر زبیرؓ کو جوش آگیا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا۔ مسلمانو! یہ کیا پست ہمتی ہے کیا خدا کے قرب سے بھاگتے ہو۔ شہادت سے منہ موڑتے ہو۔ خدا کی نافرمانی کرتے ہو۔ بہشت سے بھاگتے ہو۔ رُکو۔ سنبھلو۔ بڑھو لڑو اور دشمنوں کو بتادو کہ تم موت کے آرزو مند ہو"۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں کو گرما دیا۔ وہ رُکے۔ سنبھلے اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے نہایت دلیری اور بڑے جوش سے حملہ کیا۔ ایرانی سمجھ رہے تھے کہ مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے ہزیمت کھا کر فرار ہو جائیں گے۔ مگر جب انہوں نے سنبھل کر حملہ کیا تو حیران رہ گئے۔ جس وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا۔ ٹھیک اسی وقت مسلمانوں کی پشت کی جانب سے اس نعرہ کی تکرار کی آواز آئی۔ مسلمانوں نے پھر پھر کر ایرانیوں نے سر اٹھا اٹھا کر دیکھا۔ انہیں مسلمانوں کا دستہ نہایت تیزی سے آتا نظر آیا۔ یہ شرجیل اور اس کا رکابی دستہ تھا۔ انہوں نے دُور ہی سے جنگ ہوتے ہوتے دیکھ لی تھی وہ تلواریں سونت سونت کر گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کئے نہایت تیزی سے دوڑے آرہے تھے۔ قریب آتے ہی انہوں نے کوہ شکن حملہ۔ وہ ایرانیوں پر اس طرح سے ٹوٹ کر گرے کہ جیسے کئی دن کا بھوکا خوان نعمت پر گرتا ہے ان کی بے پناہ تلواروں نے ایرانیوں کو بڑی سرعت کے ساتھ کاٹنا شروع کیا ان آنے والے مسلمانوں کا جوش۔ ان کا دلیرانہ حملہ دیکھ کر تمام مسلمانوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ اور انہوں نے بھی سنبھل کر بڑے زور سے حملہ کیا۔ مسلمانوں کے اس حملہ نے ایرانیوں کو کسی قدر پیچھے ہٹا دیا۔ شرجیل نے آتے ہی ایرانیوں کی تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ وہ جس طرف حملہ کرتے جس پر تلوار چلاتے اسی کو مار ڈالتے۔ قتل کرنے میں وہ ایسے حریص تھے کہ ہر شخص تمام ایرانیوں کو قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔

مسلمان بڑی سرعت سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے حملے کرنے میں مصروف تھے انکی تلوار موت کا فرشتہ بن گئی تھی۔ ایرانیوں نے ان کو روکنا۔ نرغہ میں لے کر قتل کر ڈالنا چاہا لیکن جب کبھی ان پر یورش ہوتی۔ انہوں نے یورش کرنے والوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا۔ ایرانی ان سے ڈرنے لگے تھے۔

زبیرؓ پہلے ہی سے نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے انہوں نے دُور

سے ہی دیکھا کہ فرامرز قلب لشکر میں کھڑا ایرانیوں کو جوش دلا رہا ہے وہ سمجھ گئے کہ جب تک فرامرز موجود ہے ایرانی برابر لڑتے رہیں گے۔ لہٰذا وہ فرامرز کی طرف جھپٹے ایرانی ان کا یہ ارادہ تو نہ سمجھے کہ وہ فرامرز کی فکر میں بڑھ رہے ہیں لیکن وہ ان کو قدم قدم پر روکنے لگے وہ بھی انہیں مارتے کاٹتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ کئی صفوں کو چیر کر فرامرز کے سامنے جا پہنچے۔ انہوں نے اس کے سامنے جاتے ہی للکار کر کہا اے ایرانی سردار کچھ جرأت ہے تو مقابلہ میں آ:۔

فرامرز بھی بہادر تھا اُسے جوش آگیا۔ وہ گھوڑا بڑھا کر زہرہؓ کے اُوپر جھپٹا اس نے نیزہ سنبھال کر حملہ کیا۔ زہرہؓ نے نہایت ہوشیاری سے ڈھال پر اس کا حملہ روکا۔ فرامرز دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹا زہرہؓ نے بھی نیزہ سنبھالا۔ اور دونوں نے بڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ فرامرز کا ہاتھ بہک گیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ زہرہؓ کا نیزہ فرامرز کے سینہ پر پڑا۔ انی زرہ توڑ کر سینہ کے پار ہو گئی فرامرز نے ایک دلدوز چیخ ماری۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں وہ تیورا کر گھوڑے سے گرا جب ایرانیوں نے فرامرز کو مرتے دیکھا تو جوش غیظ و غضب نے ان کو دیوانہ بنا دیا۔ انہوں نے سنبھل کر ہر محاذ پر نہایت شدت سے حملہ کیا مسلمان ان کے حملہ سے گھبرا گئے۔ شرجیل نے مسلمانوں کو ڈانٹا۔ مسلمانوں نے جرأت کر کے پورے جوش سے حملہ کیا۔ ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ پشت پھیر کر نہایت تیزی سے بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنا چاہا زہرہؓ نے ان کو روک دیا۔ اس طرح سے ایرانی اپنی ہزار ہا لاشوں کو میدان کارزار میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمان مظفر و منصور ہو کر اپنے کیمپ کی طرف لوٹے۔

سب سے پہلے انہوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی پھر کھانا پکانے کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ زنگی اٹھ کر چلے گئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ضرور تمام ایران پر قابض ہو جائیں گے۔ انہوں نے حسب قرارداد اگلے ہی روز دو سو آدمی راستوں کی صفائی اور پلوں کی مرمت کے لئے روانہ کر دیئے مسلمان دو روز برس میں قیام کر کے تیسرے روز بابل کی طرف روانہ ہوئے۔

# پُرجوش ایرانیوں کا کُوچ

یزدگرد نے مسلمانوں کی درخواست کو درخورِ اعتنا سمجھا تھا اُسے معلوم تھا کہ اس کی قلمرو میں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں خود اس کے حکم یا ایما سے بہت سے مسلمان نشانہ ستم بنائے گئے تھے ایک عربی پری جمال دوشیزہ قصرِ شاہی میں قید تھی۔ مسلمانوں کا وفد آیا۔ وفد نے اسے سمجھایا۔ لیکن اُس نے مسلمانوں کی درخواست ٹھکرا دی۔ جس دریائے استبداد میں وہ بہ رہا تھا برابر بہتا رہا۔

دراصل اسے زعم تھا کہ ایرانی سلطنت بڑی زبردست سلطنت ہے جس سلطنت نے اس کا مقابلہ کیا۔ زیر و زبر ہو کر رہ گئی۔ مسلمانوں کی اس کے مقابلہ میں ہستی ہی کیا تھی۔ رستم جیسا دلاور صف شکن دو لاکھ لشکر لئے ساباط میں مقیم تھا اسے یقین واثق تھا کہ رستم مسلمانوں کو نہ صرف پسپا کر دے گا بلکہ حجاز پر لشکر کشی کر کے تمام عربستان کو محکوم بنا لے گا۔ اس لئے اس نے مسلمانوں کی درخواست پر کوئی توجہ نہ لی اور نہ ان کی یورش کو اہمیت دی لیکن جب قادسیہ میں ایرانیوں کو زبردست ہزیمت ہوئی۔ رستم اور اس کا بیٹا مارے گئے جس لشکر پر اُسے زعم تھا وہ پارہ پارہ ہو گیا تو اُسے ہجوم افکار نے گھیر لیا۔ قادسیہ کی ہزیمت نے اُسے دل شکستہ کر دیا اُسے اپنا انجام تاریک نظر آنے لگا۔ اب وہ مسلمانوں کو کچھ سمجھنے لگا۔ اُسے خوف پیدا ہو گیا کہ اگر ایرانیوں نے متفقہ طور پر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کیا تو عجب نہیں کہ مسلمان سارے ایران پر قابض ہو جائیں اس لئے اس نے تمام مشیروں کو اپنے دارالسلطنت میں طلب کیا۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ یزدگرد کچھ اچھا بادشاہ نہ

تھا۔

وہ نو عمر تھا۔ عشرت پسند تھا۔ عصمت کا رہزن تھا اس کے طرزِ عمل سے ایرانی اس سے ناخوش ہو گئے تھے اور ملک میں ایک انقلاب پسند جماعت قائم ہو گئی تھی۔ ایران میں شخصی حکومت تھی۔ اگرچہ اس زمانہ میں ساری دنیا ہی میں شخصی حکومتیں تھیں لیکن کہیں کہیں کسی نہ کسی وقت جمہوریت بھی رہ چکی تھی۔ لوگ جانتے تھے کہ جمہوریت کیا ہے کس قدر اس میں برکت ہے لیکن ایران ایسا ملک تھا۔ جہاں کبھی جمہوریت کا مذاق پیدا نہ ہوا تھا لوگ واقف ہی نہ تھے کہ جمہوریت کیا چیز ہے حکومت میں عوام کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں۔ یزدگرد بادشاہ تھا۔ اس کا حکم اٹل تھا۔ کیا مجال جو اس کے حکم میں کوئی دخل دے سکے۔ اس کا ہر حکم ماننا پڑتا تھا۔ عدول حکمی کی سزا موت تھی۔ قادسیہ کی وحشت ناک ہزیمت کی خبر سن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ سارا عیش منغض ہو گیا۔ عشرت خاک میں مل گئی وہ باغ عشرت سے مردہ دلی کے ساتھ کمرہ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ اسے غم و قلق نے ایسا مضمحل کر دیا تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگانے لگے تھے اس نے چلتے چلتے قاصد سے تمام واقعات سنے وہ مسلمانوں کی تحیر خیز جنگ کا حال سن کر حیران رہ گیا۔ اسے تعجب پر تعجب تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے کس طرح عظیم الشان لشکر کو پارہ پارہ کر دیا اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کہ مسلمان جادوگر ہوں انہوں نے سحر کے زور سے ایرانیوں کو پسپا کر دیا ہو۔ کمرہ خاص کے دروازہ پر پہنچ کر اس نے زرہ پوش یا قاصد کو رخصت کر دیا اور خود ایک مسہری پر جا پڑا!

ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ کمرہ بیش قیمت اشیاء سے آراستہ تھا۔ ہر چیز عطر میں بسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہر طرف سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ یزدگرد کے پہنچتے ہی کم سن پری چہرہ کنیزیں زرق برق پوشاکیں پہنے آموجود ہوئیں۔ ان کے حسن سے تمام کمرہ جگ مگا رہا تھا۔ کافوری شمعیں بے نور معلوم ہونے لگیں۔ یہ وہی کنیزیں تھیں جن سے یزدگرد کے دل کو قرار آتا تھا۔ وہ ہر وقت ان کو چھیڑتا رہتا تھا۔ ان میں سے ہر کنیز اس کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے زاہد فریب ادائیں دکھاتی رہتی تھیں۔ آج یزدگرد متفکر تھا پریشان تھا۔ اسے ان کی موجودگی سے دلبستگی نہ ہوئی بلکہ پریشانی بڑھ گئی۔ انسان کا ضمیر اسے

ہر بات پر انتباہ کرتا ہے مثلاً ایک شخص گانا سننے کا شوقین ہے ضمیر اُسے ملامت کرتا ہے مگر وہ ضمیر کے کہنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گانا سُنتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں گانے سے طبیعت سیر ہو جاتی ہے گویا ضمیر اور شوق کی جنگ شوق کی شکست اور ضمیر کی فتح یابی پر ختم ہوتی ہے۔ یزدگرد کو عرصہ کے بعد ہوش آیا اس وقت جبکہ تباہی دروازہ پر آگئی اُسے حُسن کی دیویاں نوُرکی پتلیاں۔ ادا و ناز کی پریاں بُری معلوم ہونے لگیں اُس نے ان سب کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ سب کی سب ماہ پیکر لڑکیاں ایک ایک دو دو کر کے چلی گئیں۔ یزدگرد تنہا رہ گیا۔ وہ غم و الم کے اتھاہ سمندر میں ہچکولے کھانے لگا۔ اُس کو اپنی سلطنت کے زوال کا صرف خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہو گیا اور آج اس نے ناشتہ بھی تناول نہ فرمایا۔ اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا ساری رات اس کمرہ میں مسہری پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ صُبح کو وہ دس بارہ بجے سے پہلے اٹھنے کا عادی نہ تھا۔ مگر آج طلوع آفتاب سے پہلے اٹھ بیٹھا اُٹھتے ہی اس نے مہران کو طلب کیا۔ مہران حاضر ہوا۔ یزدگرد نے کہا۔ مہران معلوم ہوتا ہے کہ میری خوش بختی کا زمانہ لد گیا۔ ان کمبخت مسلمانوں نے میرا عیش منغض کر دیا۔ کاش تو لیلیٰ کی تعریف میرے سامنے نہ کرتا۔ مہران نے بڑے اطمینان سے کہا آپ فضول متفکر رہتے ہیں مسلمان ایران جیسی زبردست سلطنت کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں یہ ایک اتفاقیہ بات ہو گئی کہ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اس شکست سے تمام ایرانیوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ میں حضور کو ایک خوشخبری سُنانے کے لئے حاضر ہوا ہوں:۔

یزدگرد نے تعجب سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ خوشخبری؟ کیا اس وقت جبکہ ہر طرف سے سیاہ بختی نے ایران پر ڈیرہ ڈال دیا ہے میرے لئے کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے؟

مہران نے کہا جی ہاں۔ سنیئے انقلاب پسندوں کی جماعت نے تاج اور تخت کی وفاداری کے لئے عہد کر لیا ہے۔ یزدگرد نے نہایت حیرت سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا ہے؟

مہران نے ایک کاغذ یزدگرد کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ انقلاب

پسندوں کی جانب سے ایک درخواست آئی ہے انہوں نے اپنی نازیبا حرکات کی معافی طلب کی ہے۔" یزدگرد نے درخواست لی۔ پڑھی پڑھ کر بولا۔ فوراً اعلان کر دو کہ انقلاب پسندوں کو عام معافی دے دیگئی ہے۔ یہ ملک کی خوش بختی ہے کہ ایسی خطرناک جماعت تخت و تاج کی وفادار بن گئی ہے۔ کیا تم نے تمام افسروں، رئیسوں اور ملوک کی طلبی کے مراسلے روانہ کر دیتے ہیں ؟۔

مہران۔ عالیجاہ کر دیتے ہیں انہیں جلد سے دار السلطنت میں پہنچنے کے لئے لکھ دیا ہے!

یزدگرد۔ اچھا کیا مہران ستم پرور لیلےٰ کی محبت نے میری ہر قوت پر اپنا اثر کر لیا ہے۔ میں نے اسے سمجھایا۔ لالچ دیا۔ دھمکایا۔ سب کچھ کیا لیکن وہ ستم ترن رام نہیں ہوتی :۔

مہران۔ مجھے بھی تعجب ہے کون ایسی عورت ہے جو زر و زیور کے لالچ میں نہیں پھنس جاتی۔ ملکہ بننے کے لئے عفت و عصمت کی قربانی نہیں کر دیتی لیکن لیلےٰ ضدّن ہے کہ مانتی ہی نہیں :۔

یزدگرد۔ مجھے کئی دفعہ غصہ آیا۔ چاہا کہ اُسے قتل کر دوں لیکن اس کی بھولی صُورت نے ہر دفعہ اس کی سفارش کی کمبخت اس قدر حسین ہے کہ اچھے کپڑے نہ ہونے بناؤ سنگار نہ کرنے پر بھی حُسن کی ملکہ خوبصُورتی کا پیکر معلوم ہُوتی ہے۔

مہران۔ وہ اس زمانہ کی بینظیر حسینہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن شمع حرم بن کر رہے گی :۔

یزدگرد۔ اس کے بھائی کو بلاؤ ممکن ہے کہ قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرتے ہوتے وہ گھبرا گیا ہو!

مہران۔ بہت خوب میں خود ہی اسے لینے کے لئے جاتا ہوں۔

یزدگرد۔ ہاں جاؤ!

مہران چلا گیا۔ یزدگرد امید و بیم کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگا کبھی وہ خیال کرتا کہ یقیناً خوردش لیلےٰ کا بھائی عاصم زندہ انسانوں کے قبرستان میں رہتے ہوتے گھبرا گیا ہوگا۔ زندگی۔

سے تنگ آگیا ہوگا وہ اس بات پر رضامند ہوجائے گا کہ لیلےٰ کو شمع حرم بننے پر آمادہ کر دے کبھی سوچا وہ عرب ہے عرب غیور ہوتے ہیں۔ مسلمان جان سے زیادہ عزت کو عزیز سمجھتے ہیں۔ عاصم مرجائے گا مگر کبھی یہ ذلت گوارا نہ کرے گا کہ اپنی جان بچانے کے لئے لیلیٰ کو ایران کی ملکہ بننے پر مجبور کرے!!

وہ اسی امید وبیم میں تھا کہ مہران گھبرایا ہوا آیا۔ اس کے چہرہ سے غم وفکر کے آثار ظاہر ہورہے تھے۔ یزدگرد اسے دیکھتے ہی کھٹکا وہ سمجھا کہ شاید تہ خانہ کی زہریلی ہوا نے عاصم کا خاتمہ کر دیا۔ جب مہران قریب آیا تو یزدگرد نے دریافت کیا۔ کیا عاصم مرگیا۔ مہران نے جواب دیا جی مرا نہیں بلکہ فرار ہوگیا:۔

یزدگرد نے حیرت سے مہران کو دیکھا۔ تعجب بھرے لہجہ میں کہا بھاگ گیا۔ کس طرح؟

مہران۔ یزداں ہی کو خبر ہے یہ مسلمان ضرور شیطان ہیں سات تالوں میں بند کرنے پر بھی نکل بھاگتے ہیں!

یزدگرد۔ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا:۔

مہران۔ میں نے تہ خانہ میں جاکر تلاش کی۔ شمعیں روشن کراکر ڈھونڈا آوازیں دیں۔ وہ نہ بولا نہ نظر آیا......

یزدگرد نے قطع کلام کر کے کہا۔ ممکن ہے کہ وہ مرگیا ہو!

مہران نے کہا میرا بھی یہی خیال تھا لیکن تمام تہ خانہ چھان ڈالنے پر کوئی تازہ۔ لاش نہ ملی مجھے تعجب ہے آخر تلاش کرتے کرتے جب تہ خانہ کی انتہا پر پہنچے تو دیوار ٹوٹی ہوئی پائی:۔

یزدگرد نے استعجاب آمیز لہجہ میں کہا۔ دیوار۔ ٹوٹی ہوئی پائی؟

مہران۔ جی ہاں میں دیوار میں گھس گیا ایک زینہ ملا۔ زینہ طے کرنے پر پھر ایک دیوار ملی۔ یہ دیوار بھی شکستہ تھی۔ باہر نکل کر دیکھا تو ہرمزان کا قصر تھا:۔

یزدگرد کمال متعجب ہورہا تھا اس نے کہا ہرمزان کا قصر!

مہران۔ حضور مِلادہ ہرمزان کا قصر تھا۔ ہرمزان معہ اپنی پریزاد ہمشیرہ کے جو شمناہ کے ساتھ بابل گیا ہے قصر غیر آباد ہے اس کمبخت کو بھاگنے کا موقع مل گیا:۔

یزدگرد۔ جا کہاں سکتا ہے مدائن کی چار دیواری بہت اُونچی ہے دروازہ پر ہر وقت پہرہ رہتا ہے پہرہ والوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر کیسے نکل سکتا ہے۔

مہران بیشک اُسے نکلنا نہیں چاہیئے لیکن جو شخص اس خانہ سے نکل آیا ہے۔ جو زندہ انسانوں کا قبرستان ہے جہاں سے کبھی کوئی زندہ نہیں نکلا۔ وہ مدائن سے باہر کیوں نہیں جا سکتا یقیناً وہ مدائن سے نکل گیا۔

یزدگرد۔ یہ تو بُرا ہُوا!

مہران۔ حضور نہ والا بہت بُرا۔

یزدگرد فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد اُس نے کہا افسوس کہ جو خبر سنتے ہیں آتی ہے پریشان کن ہوتی ہے اچھا مہران تم جاؤ۔ اور پہرہ والوں کو ہدایت کرو کہ کسی شخص کو بغیر اچھی طرح دیکھے بھالے باہر نہ نکلنے دیں۔ جس شخص پر ذرا بھی شبہ ہو فوراً اُسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کریں۔ تمام مدائن میں جاسوس چھوڑ دیئے گئے لیکن اس تلاش و جستجو اس روک ٹوک کا کوئی نتیجہ نہ ہُوا۔ نہ عاصم مدائن میں تھا اور نہ اس کا سراغ ملا کئی روز تک اس کی تلاش ہوتی رہی۔ جب وہ نہ ملا تو یقین کر لیا گیا کہ وہ مدائن سے نکل گیا۔ یزدگرد کو عاصم کے فرار ہو جانے کا افسوس تھا۔ لیلٰے کے رام نہ ہونے کا ملال تھا۔ ایرانیوں کی ہزیمت کا الم تھا۔ وہ زیادہ غمزدہ نظر آنے لگا تھا اب اس کی تمام تر توجہ مسلمانوں سے جنگ کرنے اور ان کو ہزیمت دینے شکست کا انتقام لینے کی طرف منعطف ہو گئی تھی:

وہ بڑے پیمانہ پر لشکر کی فراہمی میں مصروف ہو گیا تھا۔ رضاکاروں کی بھرتی شروع ہو گئی تھی۔ ایرانی جوق در جوق فوج میں بھرتی ہونے کے لئے دُور دُور سے کھنچے چلے آ رہے تھے۔ وہ تمام رئیس۔ امیر۔ مشیر۔ ملوک مدائن میں آ گئے تھے۔ جن کی طلبی کے لئے شاہی حکم نامہ بھیجا گیا تھا۔ سب اپنے اپنے ساتھ فوجیں لاتے تھے۔ اور بڑے شان و تجمل سے آتے تھے۔ جب سب آ گئے۔ تو مہران نے یزدگرد کو اطلاع دی:۔

یزدگرد کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کی اطلاع روانہ ہوتی رہتی تھی اسے مجاہدین اسلام کے قادسیہ سے کوچ کرنے قرس میں فرامرز سے لڑنے فرامرز کے مارے جانے کی خبر

بھی معلوم ہو گئی تھی۔ یہ بھی اطلاع ہو گئی تھی کہ زنگیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور وہ راستے درست کرتے پلوں کی مرمت کرتے بابل کی طرف بڑھے آ رہے ہیں اسلامی لشکر کے بابل کی طرف بڑھنے کی بھی اطلاع آ چکی تھی۔ وہ ان خبروں کو سن سن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی خبریں سن سن کر صرف وہی پریشان نہ ہو رہا تھا۔ بلکہ تمام ایرانی گھبرا رہے تھے۔ سارے مدائن پر افسردگی چھانے لگی تھی۔ گھر گھر مسلمانوں کی آمد اور ایرانیوں کی شکست کے تذکرے ہو رہے تھے۔ یزدگرد نے ایک روز لشکر کا جائزہ لیا۔ تو ڈیڑھ لاکھ کے قریب لشکر فراہم ہو چکا تھا وہ اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر قدرے مسرور ہوا اس نے تمام بڑے بڑے سرداروں کو قصر میں بلایا۔ یہ تمام سردار اور ملوک نہایت بہادر اور تجربہ کار تھے تمام ایران میں ان کی بہادری کا شہرہ تھا۔

یزدگرد نے ان سب کو اسی روز کوچ کرنے کی ہدایت کی۔ بڑے بڑے سرداروں اور ملوک میں نخیرخان۔ مہرجان۔ شہرزاد۔ شہریار خاص طور پر قابل ذکر تھے۔

یہ لوگ بڑے بہادر بڑے جنگجو اور بڑے پختہ کار تھے۔ تمام لشکر مدائن کی گلیوں سے گذرا۔ سارا مدائن ان کو رخصت کرنے کے لئے امڈ آیا عورتیں بچے جوان بڈھے راستوں کے سروں۔ مکانوں کی چھتوں اور راستوں کے درختوں پر چڑھ گئے۔ لشکر نہایت شان کے ساتھ روانہ ہوا تمام دن فوجیں راستوں سے گذرتی رہیں تمام ایرانیوں نے اس لشکر کی روانگی کا نظارہ دیکھ کر کامیابی کے لئے دعا مانگی۔ یزدگرد مدائن کے صدر دروازہ پر بیٹھ کر لشکر کی روانگی کا منظر دیکھنے لگا۔ لشکر سے تمام راستہ بھرا ہوا تھا۔ پیدلوں اور سواروں کے چلنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے عریض و وسیع دریا میں موجیں اٹھ رہی ہوں۔ اس شان دار لشکر کی روانگی کے شاندار نظارے کو دیکھ کر یزدگرد کمال خوش ہوا اس نے مہران کو بھی لشکر کے ہمراہ روانہ کر دیا وہ اس وقت تک بیٹھا رہا۔ جب تک لشکر کا آخری سپاہی بھی دروازہ کے نیچے سے نہ گذر گیا۔ جب تمام لشکر کوچ کر گیا تو وہ دروازہ سے اتر کر قصر کی جانب روانہ ہوا۔

# رہزنِ ایمان حسینہ

جوشماہ شاہی رسالہ کے چار ہزار آزمودہ کار سوار ہمراہ لے کر قادسیہ کی جانب روانہ ہوا تھا۔ عاصم اور عبید بھی اس کے ہمراہ تھے پری پیکر پروین اور سیم تن خیزران بھی ساتھ تھیں اُسے نہایت تیزی سے چلا کر قادسیہ پہنچنے کا حکم تھا لیکن وہ آہستہ آہستہ قطع منازل کر رہا تھا۔

دراصل جوشماہ یزدگرد سے ناخوش تھا۔ وہ اس کی بیٹی پروین اس کے خاندان والے سب مہران سے نفرت کرتے تھے اسے بدخصلت شیطان سیرت کمینہ عادت کا انسان سمجھتے تھے۔ یزدگرد نے اس سے پروین کے عقد پر زور دیا تھا۔ اور دھمکی دی تھی کہ اس نے اس شاہی حکم کو نہ مانا تو غضب شاہی میں اسیر ہو جائے گا۔ جوشماہ کو مہران ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ پروین اس کی صورت دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ وہ تو اس سے بیزار تھے۔ جوشماہ یزدگرد کی گرفت سے دُور رہنا چاہتا تھا۔ خوشی کی بات تھی جو اُسے قادسیہ جانے کا حکم ہوگیا۔ وہ مسرور ہوگیا اور اُسی وقت روانہ ہوگیا۔ اس کے مدائن سے چلا کر بھیرہ شیر میں قیام کیا۔ مدائن سے بھیرہ شیر کچھ بھی فاصلہ نہ تھا۔ دریائے دجلہ کے ایک کنارے پر مدائن تھا دوسرے پر بھیرہ شیر۔ مگر جوشماہ جلد قادسیہ نہ پہنچنا چاہتا تھا اس لئے وہ بھیرہ شیر میں ٹھہر گیا۔

تیسرے روز اس نے بھیرہ شیر سے کوچ کیا اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قیام کرتا ہوا کوثی پہنچا۔ کوثی وہ کئی روز ٹھہرا۔ جس روز اس نے کوثی سے کوچ کیا اور بابل کی طرف بڑھا۔ چند میل ہی چل کر اسے چند ایرانی بدحواسی سے بھاگے ہوتے آتے ملے اس نے روک کر ان سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں؟ ایک ایرانی نے

جواب دیا وہ رستم کے ہمراہیوں میں سے ہیں قادسیہ سے بھاگے آرہے ہیں:۔

جوشنماہ نے پھر دریافت کیا اس طرح سے بے اوسان ہوتے کیوں بھاگے آرہے ہو؛

اسی ایرانی نے جواب دیا۔جی ہاں ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی رُستم اور اس کا بیٹا مارے گئے عظیم الشان ایرانی لشکر پارہ پارہ ہوگیا۔

جوشنماہ پریزاد پروین۔ عبید اور عاصم اس نوید جانفزا کو سُن کر کمال مسرور ہوتے۔جوشنماہ نے مسکرا کر دریافت کیا اب مسلمان کہاں ہیں ؟۔

وہی ایرانی۔ ہمارے عقب میں ہی بڑھے چلے آرہے ہیں۔ یزدان کی قسم مسلمان پتھر یا لوہے کے انسان ہیں۔ مٹی یا گوشت و پوست کے بنے ہوتے نہیں ہیں کمبخت مرنا اور، پیچھے ہٹنا تو جانتے ہی نہیں!

جوشنماہ۔ اب تم کہاں جارہے ہو ؟۔

وہی ایرانی۔ مدائن۔

جوشنماہ۔ مدائن میں جاکر غضب شاہی میں گرفتار ہو جاؤ گے یزدگرد میدان کارزار سے بھاگ کر آنے والوں کو سُولی پر لٹکا دیتا ہے تم میرے ہمراہ واپس چلو:۔

تمام بھاگ کر آنے والے ایرانیوں نے کہا۔ صاحب۔ مسلمانوں کے سامنے جانے سے سُولی پر لٹک کر مرجانا ہزار درجہ بہتر ہے اُن کی صورتیں دیکھ کر دل میں ہول بیٹھ جاتا ہے:۔

جوشنماہ نے ہر چند لوگوں کو روکا۔ مگر وہ نہ رُکے۔ بلکہ بدستور بحیرہ نبیرہ کی طرف بھاگے چلے گئے۔ جوشنماہ کوچ و مقام کرتا رہا اس کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبریں ملتی رہیں جس روز وہ بابل[1] پہنچا اسی روز اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے فرامرز کو مار ڈالا۔ قلعہ برس پر قبضہ کر

---

[1]: بابل دریائے فرات کے دونوں کناروں پر تقریباً ایک ہزار سال قبل از مسیح آباد کیا گیا تھا۔ نہایت وسیع اور شاندار شہر تھا۔ یوں تو عام بادشاہ جو اس پر حکمران رہے اس کی رونق دوبالا کرنے میں سعی کرتے رہے لیکن خاص طور پر نمرود اور بخت نصر دو بادشاہوں نے اسے شاندار بنانے میں کوئی وقیقہ باقی نہ

لیا اور زنگیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اُسے ان متوحش خبروں کے سننے سے کوئی فکر و اندیشہ نہ ہوا۔ اس نے قلعہ کی مرمت شروع کرا دی۔

ہزاروں آدمی پختہ فصیل کی درستی پر مامور ہو گئے۔ روزانہ ایرانی قادسیہ اور قرس کی طرف سے غول کے غول بھاگ بھاگ کر آتے رہے ان بھاگ کر آنے والوں میں زیادہ تعداد ایسی تھی جنھوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تک نہ تھا محض ان کی پیش قدمی کی خبریں سُن سُن کر ہی گاؤں اور قصبے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ آتے تھے۔ مگر جو لوگ روزانہ آ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کے متعلق عجیب و غریب خبریں بیان کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ مسلمان انسان

---

بقیہ حاشیہ: چھوڑا تھا۔ اس شہر کی چار دیواری یا فصیل ۳۰۰ فٹ سے بھی بلند تھی نہایت مضبوط تھی ہر چار جانب ۲۵-۲۵ عالیشان دروازے تھے ایک دروازہ سے دُوسرا دروازہ چھ فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ اور چار دیواری کی بیرونی دیوار تقریباً اٹھارہ میل لمبی تھی سارے شہر کا رقبہ تقریباً ۲۰ میل تھا۔ ہر دروازہ سے ایک وسیع سڑک شہر کے اندر دوسرے دروازہ تک سیدھی نکالی گئی تھی اس طرح سے ۲۵ سڑکیں شرقاً غرباً اور ۲۵ سڑکیں ان سڑکوں کو کاٹتی ہُوئی شمالاً جنوباً تھیں۔ شہر کے اندر مرغزار باغیچے ہزاروں بیگھے مزروعہ اراضی تھی شہر کے اندر وسط میں دریائے فرات لہریں لے رہا تھا اس دریا پر بند لگا کر متعدد نہریں نکالی گئی تھیں۔ جو باغات اور مزروعہ اراضی کو سیراب کرتی تھیں جس جگہ سے دریا شہر میں داخل ہوتا تھا جس جگہ دوسری طرف باہر نکلتا تھا۔ عالیشان دروازے بنا کر موٹی موٹی سلاخوں سے بند کر دیئے گئے تھے۔ بانیان شہر نے یوں تو نہایت شاندار عمارتیں بنائی تھیں مگر تیلوس دیوتا کا مندر خاص طور پر قابل ذکر اور رفیع الشان تھا یہ مندر مشہور مخروطی میناروں کی وضع پر بنایا گیا تھا۔ یہ مندر سطح زمین سے ۴۸۰ فٹ کی بلندی پر بنایا گیا تھا۔ بخت نصر کے پوتے کے زمانہ میں بابل پر شاہ ایران نے قبضہ کر لیا تھا اگرچہ بعد میں وہ رونق اور عجوبہ عمارتیں تو نہ ہیں جن کی وجہ سے بابل دنیا بھر میں مشہور تھا تاہم شاندار اور بارونق شہر تھا استبداد زمانہ نے جس طرح اور دیرینہ یادگاریں مٹا دیں اس طرح اس عجوبہ روزگار شہر کو بھی مٹا دیا اب بھی اس مشہور شہر کے کھنڈرات موجود ہیں:۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

نہیں ہیں جن میں سوار کو معہ گھوڑے کے اٹھا کر پھینک دیتے ہیں. گھوڑا ان سے تیز نہیں دوڑ
سکتا. کوئی کہتا کہ بھوت ان کے محکوم ہیں وہ جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ ہی گر کر تڑپنے لگتا
ہے اور تڑپتے ہی تڑپتے مر جاتا ہے. بھوت اس کا گلا گھونٹ ڈالتے ہیں اسی قسم کی
عجیب عجیب باتیں ان کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔

اِن باتوں کا یہ اثر ہوتا تھا کہ ایرانیوں پر مسلمانوں کا خوف بیٹھا جا رہا تھا اگرچہ ابھی
مسلمان ان سے دُور تھے لیکن ایرانیوں کے خوف کی وجہ سے بُرا حال تھا۔ انہیں ایسا معلوم
ہوتا تھا جیسے کہ مسلمان بابل میں آ گئے ہیں اور ان کے محکوم جن اِن کے گلے گھونٹ رہے
ہیں. یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فاتح قوم کے متعلق ہمیشہ ہر زمانہ میں محیّر العقول قصے بیان
ہوتے رہتے ہیں. مسلمان فاتح قوم تھی اس لئے اس کے متعلق بھی ایسے قصے بیان ہونا
ضروری تھے. بابل پہنچ کر عاصم اور عبید نے جوشنماہ سے رخصت کی اجازت چاہی جوشنماہ
نے اجازت نہ دی اور بہ اصرار انہیں اپنے ہی پاس قیام کرنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ عاصم اور
عبید اسلامی لشکر میں جانے کے لئے بیقرار تھے لیکن وہ جوشنماہ کو اپنا محسن سمجھتے تھے بغیر
اس کی مرضی کے نہ جانا چاہتے تھے۔

یہ بات عجیب تھی کہ جوشنماہ انہیں اپنے پاس سے جانے بھی نہ دیتا تھا۔ اور ان سے سیدھے
منہ بات بھی نہ کرتا تھا۔ ان سے الگ تھلگ رہتا تھا اکثر بے مروتی سے پیش آتا تھا۔ البتہ
ہرمزان خوب ان سے گھل مل کر باتیں کرتا تھا۔

عاصم اور عبید جوشنماہ کے اس رویہ کو حیرت سے دیکھتے تھے. کبھی وہ آزردہ خاطر بھی
ہو جاتے تھے. مگر احسان فراموشی کر کے بغیر اس سے اجازت لئے اسلامی لشکر میں جانے پر
تیار نہ تھے. عاصم اور عبید ایرانیوں میں رہ کر یاد خدا سے غافل نہ ہوتے تھے. وہ پانچوں
وقت نماز پڑھتے. مسلمانوں کی فتح. اور گلعذار لیلٰے کی رہائی کے لئے دعائیں مانگتے۔
اکثر جوشنماہ انہیں نماز پڑھتے دیکھتا اُن سے مذہبی باتیں دریافت کرتا. بحث و مباحثہ کرتا.
وہ دونوں سمجھ ہی نہ سکے کہ جوشنماہ کس قسم کا انسان ہے اُسے مسلمانوں سے محبت
ہے یا نفرت. اسلام کو کیا سمجھتا ہے. البتہ ہرمزان نہایت دلچسپی سے اسلام کے فضائل

سنتا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ دلچسپی جو ردش پروین ستم روزگار خیزران لیتی تھیں۔

وہ دن اور رات کے زیادہ حصے ان دونوں کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سن کر گذارتی تھیں۔ عاصم کو پروین کی ہر بات ہر ادا بے حد بھلی معلوم ہوتی تھی۔ جب وہ حیات بخش تبسم سے مسکرا کر شوخی آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر باتیں کرتی تو وہ کچھ کھویا سا جاتا۔

اس کے رخ زیبا کو دیکھتا رہتا جس طرح چکور چاند کو تکے جاتا ہے وہ اس کی چاند سی صورت۔ پھول سے رخسارے سیاہ مست و نشیلی آنکھیں پتلے پتلے عنابی لب موتیوں کی لڑی جیسے خوشنما دانتوں کو بے تحاشہ تکتا رہتا تھا۔ جب گلعذار پروین باتیں کرتی ہنستی یا مسکراتی تو اس کے پیارے چہرہ پر شہابی رنگ دوڑ جاتا۔ منہ سے پھول جھڑنے لگتے۔ انکھڑیوں میں بجلیاں بھر جاتیں۔ ایسی حالت میں عاصم کیا جو بھی اسے دیکھتا ہزار جان سے اس سے مفتون ہو جاتا۔

خیزران بھی اسی کے لگ بھگ حسین تھی۔ وہ شوخ و طرار تھی اس کی بوٹی بوٹی پھڑکتی رہتی تھی۔ گویا اس کی رگوں میں خون نہ تھا۔ بلکہ شہابی پارہ تھا۔ وہ جو بات کہتی تھی۔ مسکرا کر ہنس کر۔ اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں میں دل بہرانے والی شرم۔ لبوں پر مسحر کن تبسم رہتا تھا۔

وہ ہر وقت ہنستی اور ہنساتی رہتی تھی۔ لیکن عبید کی حالت سب سے الگ تھی۔ وہ خاموش رہتا تھا۔ بہت کم باتیں کرتا تھا۔ ہنستا تو کبھی تھا ہی نہیں۔ افسردہ خاطر مغموم متفکر اور پریشان رہتا تھا۔

ہر چند خیزران اُسے خوش کرنے کی کوشش کرتی۔ اس پر آوازے کستی۔ اُسے چھیڑتی۔ لیکن وہ خدا کا بندہ نہ جواب دیتا۔ نہ ہنستا۔ بلکہ صمٌ وبکمٌ رہتا۔ بابل جیسا کہ ہم ضمنی نوٹ میں بیان کر آتے ہیں۔ نہایت دلفریب اور پاکیزہ شہر تھا۔ اس کا چپہ چپہ میتو سواد اور فردوسی نژاد تھا۔ شہر کے اندر بیش باغ اور پارک تھے۔

سبزہ سے لدی ہوئی کناروں والی سڑکیں تھیں۔ باغوں اور باغیچوں چمنوں میں پانی کی چھوٹی چھوٹی نہریں جاری تھیں۔ پھولوں سے لدے ہوتے پودے بیلیں اور درخت

تھے۔ ان کی عطر بیز خوشبو سے تمام بابل مہکا رہتا تھا۔

ایک روز تنہا عاصم ایک پارک میں چلا گیا یہ پارک اسی قصر کے قریب تھا۔ جس میں جوشماہ مقیم تھا۔ اکثر وہ عبید رشک قمر پروین۔ پری نژاد خیزران اس پارک میں آتے رہتے تھے۔ عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اس نے نہر پہ بیٹھ کر وضو کیا۔ پھولوں سے گھرے ہوتے سبزہ پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ جگہ بے حد دل فریب اور جاذب نظر تھی۔ زمین پہ سبز سبز دوب جمی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سبز سبز مہندی کی ٹٹی تھی۔ خوشرنگ پھولوں کی بیلیں مہندی کی ٹیٹیوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ رنگ برنگ کے پھول کھل رہے تھے۔ ان کی بھینی بھینی خوشبو ہر طرف پھیل رہی تھی :۔

جس وقت عاصم نماز پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس وقت حور وش پروین اس کے پاس آ کر اُسے دیکھنے میں محو ہو گئی تھی اس وقت اس بت ہوشربا نے ریشمی باریک پوشاک پہن رکھی تھی اور اپنی سیاہ مشکبو زلفوں میں چنبیلی کے سفید پھول لگا رکھے تھے :۔

بڑے بڑے سفید آبدار موتیوں کے ہار خوبصورت و نازک سر پر نہایت سلیقہ سے لپیٹ رکھے تھے۔ ہار کی کچھ لڑیاں دونوں طرف کانوں کے پاس لا کر چھوڑ دی گئی تھیں جن کا سفید رنگ روتے تاباں میں کھبا جاتا تھا۔ آفتاب کی طلائی کرنیں اس حور جمال کے پھول سے رخساروں میں جذب ہو ہو کر بجلی جیسی تڑپ پیدا کر رہی تھیں :۔

اس مست شباب کی رنگینیاں۔ اس کے پھول سے گالوں کی شادابی۔ آنکھوں میں لال لال ڈوروں کا جال کچھ ایسے کیف آگیں تھے۔ کہ دیکھنے والا اس بت طناز کو دیکھتے ہی جاتا تھا :۔

عاصم نماز سے فارغ ہوا۔ دعا مانگ کر اٹھا۔ اس کی نظر ملائک فریب ایران کی حسینہ پر پڑی۔ وہ حسن کی گہرائیوں میں ڈوب گیا محبت کا بے پایاں دریا اس کی آنکھوں میں لہریں لینے لگا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا :۔

پروین حوروں کی شان سے قیامت کی رفتار ناز سے بیدار کرتی بڑھی عاصم کے پاس پہنچی۔ اپنے اس پرستار کو محو دید پا کر شرما گئی۔ ملکوتی صفات نازنین کے شرمانے سے

محبت کی آگ اور بھڑک اُٹھی :۔

عاصم پر سرشارانہ کیفیت طاری ہوگئی اور اس طرح سے جھومنے لگا جیسے پروین کی آنکھوں کے پیالیوں سے اُس نے شراب پی ہوا۔

پروین نے نغمہ زا آواز سے کہا۔ تم کس پُرفریب منظر کے نظارہ میں کھوتے ہوتے ہو؟

پروین کی سُریلی آواز اس کو ایسی معلوم ہوتی۔ جیسے فردوسی نغمے شروع ہو گئے ہوں۔ حُوروں کی سی ترنم خیز آواز نے اس پر وجد کی سی کیفیت طاری کر دی۔ اُس نے اپنی پھٹی پھٹی آنکھیں پروین کے رخ زیبا پر جمار کھی تھیں۔ وہ اس حُور طلعت کے چہرۂ زیبا کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ اس گل تر کو آنکھوں کی کھڑکیوں کے راستہ دل کے اندر رکھنا چاہتا ہے :۔

پروین پر حوروں جیسی شان۔ پھولوں جیسی شادابی۔ چاند جیسی دلفریبی چھائی ہوئی تھی۔ وہ بھی عاصم کی محبت بھری نظروں سے محبت کے پیالے پہ پیالے چڑھا رہی تھی۔ اس کی مست ونشیلی انکھڑیاں اور بھی مست ہوگئی تھی۔ اس نے پھر کہا :۔

عاصم تم بولتے نہیں بتاؤ کیا دیکھ رہے تھے !! عاصم آہستہ آہستہ حُسن کی گہرائیوں سے نکلا۔ کچھ ہوشیار ہوا اور آہستہ سے بولا۔ خُدا کی بہترین صنعت کا نظارہ دیکھ رہا ہوں۔

پروین کے مسیحا صفت لبوں پہ تبسم لوٹنے لگا اس نے مسکراتے ہوتے کہا۔ خدا کی بہترین صنعت :...... وہ کیا ہے ؟

عاصم نے سرشارانہ حالت میں کہا۔ اس کی کاریگری کا بہترین نمونہ۔ حسن کی جیتی جاگتی تصویر ......... پروین نے قطع کلام کر کے کہا۔ وہ کہاں ہے۔

عاصم نے اس بُت ہوشربا کے شاداب رخساروں پر نظریں جما کر کہا۔ میرے سامنے !"

پروین نے مصنوعی تعجب سے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ سامنے تو مینو سواد چمن ہے کیا تم چمن کو دیکھ رہے ہے عاصم !۔

عاصم نے آہ سرد بھر کہ کہا۔ ہاں اس چمن کو جس پہ ہزاروں چمن کی رنگینیاں نثار ہیں۔

پروین۔ کیا مجھے اس چمن کو نہ دکھاؤ گے؟۔

عاصم۔ تم۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔تم دیکھ سکتی ہو پروین۔

پروین۔ دکھاؤ۔

عاصم۔ آؤ میں دکھاؤں!!

عاصم بڑھا۔ اس نے پروین کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اس بُت ہوشربا کا گداز اور پھولوں کی رنگت والا ہاتھ عاصم کو ایسا معلوم ہوا جیسے کہ اس نے نازک اور شاداب پنکھڑیوں والے پھولوں کو ہاتھ میں لے لیا۔

وہ نہر کی طرف بڑھا۔ پروین ہمراہ چلی دونوں نہر کے کنارہ پر پہنچے نہر میں صاف و شفاف پانی بہہ رہا تھا۔ اس کی تہ آئینہ کی طرح صاف تھی۔ کناروں پر کھڑے ہوئے پھولوں کا عکس پانی پر پڑ پڑ کر چمک رہا تھا۔

عاصم نے کہا اے رشک چمن۔ اس چمن کو دیکھو جس پر ہزاروں چمنوں کی رعنائیاں نثار ہیں :۔ پروین نے جھانک کر دیکھا۔ ایک حُسن کی پتلی نور کا پیکر۔ شادابی کا مجسمہ۔ رعنائی کی سامنے کھڑی ہوئی نظر آئی۔ وہ اُسے دیکھ کر جھجک گئی۔ عاصم نے دریافت کیا۔ تم نے دیکھا خدا کی بہترین صنعت کا نمونہ دیکھا۔ ایران کی بہترین حسینہ کو دیکھا :۔

پروین مُسکرائی۔ اس نے کہا تم بڑے شریر ہو عاصم !۔

عاصم محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُس نے کہا تم چمن روزگار کی بہترین تصویر ہو پروین۔

پروین نے کہا اور تم ؟

عاصم۔ میں محبت کا دیوتا حُسن کا پرستار۔ تمہارا پجاری ہوں۔

پروین۔ کیا یہ سچ ہے عاصم۔

عاصم۔ بالکل سچ ہے۔ محبت والہانہ عشق ہے کہیں تم پہلے جنم میں حور تو نہ تھیں پروین :۔

بے ساختہ پروین کی ہنسی نکل گئی۔ ہنسنے سے اس کے باریک عنابی لب کھل گئے اور موتی کی لڑی جیسے سفید دانت چمکنے لگے۔ رخسار سے تر و تازہ ہو کر رنگینیوں میں ڈوب گئے۔

آنکھوں سے بجلیاں چمکنے لگیں اس نے کہا۔ آہا ہا بالآخر تم بھی آواگون کے قائل ہو گئے عاصم!

عاصم۔ تمہارا حسن۔ تمہاری رعنائی۔ تمہاری محبت مجھے سب باتوں کا قائل بنا دے گی۔ پروین!

پروین نے متین صورت بنا کر کہا۔ عاصم! کیا تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو؟ عاصم نے ایسی تیز نظروں سے جن میں حیرت اور افسوس کی مخلوط جھلک پائی جاتی۔ پروین کے متین چہرہ کو دیکھ کر کہا ہاں شک ہے۔ مسلمان کبھی کسی سے محبت نہیں کرتے:۔

عاصم۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مسلمان کے دل میں محبت کے جذبات نہیں ہوتے؟

پروین۔ میں ایسا ہی سمجھتی ہوں!

عاصم۔ نہیں پروین جب مسلمان کسی سے محبت کرتا ہے تو اسی کا ہو رہتا ہے۔

پروین نے اپنی ہوشربا نگاہوں سے جن میں شراب حسن نے رنگینی پیدا کر دی تھی عاصم کو دیکھ کر کہا۔ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اس لئے میرے ہو عاصم۔

عاصم اس کی نگاہوں سے مدہوش ہو گیا اُس نے کہا۔ ہاں میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہارا ہی ہوں پروین!

پروین۔ دھوکا تو نہ دو گے؟

عاصم۔ کبھی نہیں!

پروین۔ بدل تو نہ جاؤ گے؟ عاصم۔ ہرگز نہیں!! پروین۔ بس تو تم میرے اور صرف میرے ہی بنجاؤ!

عاصم۔ میں تمہارا اور صرف تمہارا ہی ہوں!

پروین۔ زبانی اقرار سے کچھ فائدہ نہیں!

عاصم۔ اور کیا چاہتی ہو میری حور؟

پروین نے محبت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم اسلام کو چھوڑ دو ہندو بن جاؤ!

جس طرح انسان کے پھول چنتے چنتے دفعتاً کانٹا چبھ جاتے اور وہ چونک پڑے یا کسی کے گیسوئے دراز کے دھوکہ میں کوئی سیاہ ناگن ہاتھ میں آجاتے اور وہ ڈس لے اور اس

سے انسان ایک دم اچھل پڑے۔ اسی طرح سے عاصم چونک پڑا۔ وہ حُسن کی گہرائیوں اور محبت کے جال سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے شراب محبت کے کیف آگیں ووڑے ڈلتے ہوتے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ تم حیران ہو رہے اسمیں حیرت کی کیا بات ہے ہماری محبت میں مذہب کی جو خلیج حائل ہے اُسے پاٹ دو۔

عاصم نے آہ سرد بھر کر کہا۔ اور تنویر حُسن میں تجھے دل دے چکا ہوں جان دے سکتا ہوں مگر ایمان نہیں دے سکتا۔

پروین اس طرح چونکی جیسے اس کے نرم و نازک دل میں کسی نے چٹکی لی اس نے کہا۔ کیا تمہاری محبت جھوٹی تھی۔ کیا تم مجھ سے فریب کر رہے تھے۔

پروین کو کسی قدر طیش آگیا تھا۔ طیش سے دوران خون تیز ہو کر اس کی شہابی رنگت نکھر آئی تھی۔ وہ شعلہ جوّالہ معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کے گورے گورے گالوں سے گلابی رنگ ٹپکنے لگا تھا۔ عاصم نے اس پیکر ناز کو طیش میں دیکھا۔ وہ ان کی برق فشاں آنکھوں سے نگاہیں چار نہ کر سکا۔ اس نے نظر بچاتے ہوتے جواب دیا کہ پروین میں نے تم کو فریب نہیں دیا۔ مسلمان دھوکا دینا نہیں جانتے۔ لیکن اُو بھولی صورت والی تو نے مجھے دھوکہ دیا۔ تو نے میری رگ رگ میں محبت کے جراثیم اس لئے بھرے کہ مجھے بے خود بنا کر بھٹکے۔ اور میرے دل کو چرانے والی تو نے اس لئے مجھ سے لگاوٹ کی میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔

عاصم کو جوش آگیا اس کے چہرہ پر سرخی دوڑ گئی آنکھوں سے بجلیاں نکلنے لگیں پروین اس کی یہ کیفیت دیکھ کر مرعوب ہو گئی وہ اداسے جانا نہ سے اٹھلاتی ہوئی بڑھی۔ عاصم کے پاس آئی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔ عاصم میں چور نہیں ڈاکو نہیں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہاری پرستار ہوں جب تک تم وہ مذہب اختیار نہ کرو جو میرا ہے میں تمہاری نہیں ہو سکتی۔

عاصم نے کچھ کہنا چاہا۔ پروین نے روکتے ہوتے کہا۔ پہلے وہ سب سُن جو مجھے کہنا ہے۔ یہ میری خواہش نہیں کہ تم اس دین میں آجاؤ جو میرا ہے میں ان پست خیالات سے بالا تر ہوں۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور کروں گی۔

عاصم نے قطع کلام کرتے ہوتے کہا۔ پھر کون چاہتا ہے کہ میں اسلام کو چھوڑ دوں۔ پروین

نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا میرا باپ جو شہنشاہ۔ اس نے صاف طور پر کہہ دیا ہے۔ کہ جب تک عاصم ہمارے مذہب میں داخل نہ ہو گا اس سے کوئی رشتہ قائم نہ کیا جائے گا۔

عاصم نے اپنا سر جھکا لیا۔ وہ کچھ سوچنے لگا پروین نے کہا۔ عاصم میرے باپ کی ضد پوری کر دو۔ اسلام چھوڑ دو۔

عاصم نے پروین کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور کہا۔ پروین یہ کبھی نہیں ہو سکتا!

پروین اس کی طرف بڑھی وہ اس کے پاس پہنچ کر دو زانو کھڑی ہو گئی اس نے اپنے خوبصورت نازک ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ عاصم مان جاؤ میں منت کرتی ہوں مان جاؤ۔

عاصم نے کہا۔ پروین یہ غیر امکان ہے ایک مسلمان سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

پروین نے عاصم کا دامن پکڑ لیا اس کی موٹی موٹی سرمگیں آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں نکلنے لگیں۔ اس نے کہا۔ عاصم ضد نہ کرو۔ میری رگ رگ میں تمہاری محبت اثر کر چکی ہے اگر تم نے اپنا مذہب نہ چھوڑا تو میرا باپ مجھے تم سے ملنے کی کبھی اجازت نہ دے گا اور جب تم سے ملنا چھوٹا تو میری موت یقینی ہے۔

عاصم نے اس کے دست نازک سے اپنا دامن چھڑاتے ہوئے کہا۔ پروین میری اور تمہاری دونوں کی موت یقینی ہو گی میں اپنا مذہب نہ چھوڑوں گا۔ تمہارا باپ اپنی ضد نہ چھوڑے گا۔ بڑھی ہوئی محبت مجھے اور تجھے دونوں کو گھلا گھلا کر مار ڈالے گی۔ پروین نے ایسی یاس بھری نظروں سے جنہیں مایوسی کی بجلیاں بھری ہوئی تھیں عاصم آہ عاصم مجھ پر رحم کرو مجھے بچا لو۔

عاصم آبدیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا پروین میں مجبور ہوں ممکن ہے۔ تیری محبت کا دریا پایاب ہو جاتے تو مجھے بھول جاتے لیکن میں آہ میں مر کر بھی تجھے نہ بھولوں گا زیر مزار بھی میری روح بے قرار رہے گی۔

پروین کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بابل کے قلعہ میں شور عظیم پیدا ہوا پروین اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس نے اور عاصم نے حیرت سے بابل کی فصیل کی طرف دیکھا لوگ ٹھٹ کے ٹھٹ فصیل

پر جمع ہو رہے تھے وہ کوتی کی طرف دیکھ دیکھ کر خوش ہو کر تالیاں بجا رہے تھے۔ یہ دونوں آہستہ آہستہ چل کر فصیل پہ پہنچے انہوں نے دیکھا کہ ایرانیوں کا عظیم الشان لشکر بابل کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے عاصم اس لشکر کو دیکھ کر کس قدر متفکر ہو گیا۔

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ پروین اسے دیکھنے لگی۔ دفعتاً انہوں نے نعرۂ تکبیر کی دل ہلا دینے والی آواز سُنی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ قادسیہ کی طرف سے اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ آ رہا تھا۔ اسلامی علم ہوا میں لہرا رہا تھا۔ عاصم نے مدت کے بعد مسلمانوں اور اسلامی علم کو دیکھا تھا۔ اس لئے وہ نہایت مسرور ہوا:۔

---

# اِشتباہ

ماہ پیکر پروین نے بھی اسلامی لشکر دیکھا۔ مسلمان قلعہ سے فاصلہ پر آکر رُکے۔ عاصم برابر انہیں دیکھ رہا تھا۔ پروین نے عاصم کی طرف دیکھا اس نے ٹھنڈا سانس بھرا ایسا ٹھنڈا سانس جس نے کہ عاصم کو بے قرار کر دیا۔

عاصم نے اس حُور کو دیکھا۔ اس کی پیاری نظروں سے حسرت وغم ٹپک رہے تھے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس پری پیکر کو دیکھ کر عاصم چُپ رہتا اس نے پوچھا کیا بات ہے پروین!

پروین نے جواب دیا۔ کچھ نہیں عاصم میری طبیعت کچھ گھبرانے لگی ہے آؤ چلیں۔

عاصم۔ کہاں!!

پروین۔ قصر میں خیزران اور، ابا جان میرے منتظر ہوں گے!"

عاصم۔ کیا مجھ سے خفا ہو گئی ہو میری حُور۔

پروین۔ اِن مصنوعی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے مجھے فریب دیا۔ جس قدر خوش تم آج مسلمانوں کو دیکھ کر ہوتے ہو اس قدر آج سے پہلے نہ ہوتے تھے۔ تم نے مجھے تباہ کر دیا عاصم!!

عاصم۔ میں خود تباہ ہو گیا۔ کس نے تباہ کیا اگر صاف کہوں تو تم اور خفا ہو گی اچھا جگر نورستم کا کوئی حوصلہ باقی نہ رہے!!

پروین۔ چلو عاصم دیکھو لوگ ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔

عاصم۔ یہی تو جتنیا ہے پروین! جو تم کو دیکھتا ہے دیکھتے ہی جاتا ہے میں ہر وقت

ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کی تم کو نظر نہ لگ جائے کاش میں تم کو اپنے دل میں رکھ سکتا۔ آنکھوں کے پردوں میں چھپا سکتا:۔

پروین۔ مگر لوگ تو تم کو دیکھ رہے ہیں!"

عاصم۔ اس لئے کہ آج میری قوم بابل پر چڑھ کر آئی ہے ان کی کینہ روز نگاہیں اس لئے میرے اُوپر پڑ رہی ہیں کہ میرے ٹکڑے کر ڈالیں۔

ابھی پروین نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ جوشماہ آگیا اس کے چہرہ سے کچھ کبیدگی کچھ غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اس نے پروین سے خطاب کر کے کہا۔ پروین تم یہاں ہو۔ خیزران تم کو پارکوں میں ڈھونڈ رہی ہے عاصم تم نے ایرانی لشکر کو دیکھا:؟

عاصم۔ جی ہاں دیکھا۔ ایک مرتبہ اور ایرانی اپنی پوری جمعیت کے ساتھ آئے:۔

جوشماہ۔ یہی بات ہے مگر تم نے مہران کو نہیں دیکھا وہ شیطان بھی آیا ہے۔

عاصم۔ میں نے نہیں دیکھا میرے محسن اب آپ مجھے اجازت دے دیں اسلامی لشکر میں پہنچ کر اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔

جوشماہ۔ ابھی اور ٹھہرو شاید تم کو یہ خیال ہو گیا کہ مہران تم کو پہچان کر نقصان نہ پہنچائے اطمینان رکھو وہ میری موجودگی میں تمہیں ضرر پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا:۔

عاصم۔ محترم بزرگ نہ مہران سے ڈرتا ہوں نہ اس کے خوف کی وجہ سے آپ جیسے محسن کو چھوڑنا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اسلام اور مسلمانوں کی محبت آپ کی جدائی پر مجبور کر رہی ہے:۔

جوشماہ۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں آؤ قصر میں چلکر باتیں کریں گے:۔

عاصم سمجھ گیا۔ جو باتیں پری پیکر پروین نے اس سے کی تھیں ان کا ہی اعادہ جوشماہ کرے گا اس نے سر جھکا کر کہا چلئے جوشماہ آگے چلا پروین اور عاصم اس کے پیچھے چلے یہ تینوں فصیل سے اُترے اور جس قصر میں انہوں نے قیام کیا تھا اس کی طرف روانہ ہوئے اس وقت ایرانی لشکر بابل میں داخل ہو رہا تھا۔ وسیع راستہ سپاہیوں سے لبریز ہو کر تنگ ہو گیا تھا۔ جوشماہ کچھ دُور ہی چلا تھا کہ مہران آگیا۔ اس نے بڑھ کر جوشماہ کو سلام کیا اور محبت بار نظریں پروین پر ڈال کر

بولا میں خوش ہوں کہ مجھے آپ کی خدمت کرنے کا پھر فخر حاصل ہوا!"

جوشنماہ نے جواب دیا۔ مہران اچھا ہوا تم آگئے۔ آج ہر ایرانی کا فرض ہے کہ ملک و قوم کے لئے جو کچھ وہ کر سکتا ہے کرے:۔

مہران۔ میں اسی لئے آیا ہوں میرے بزرگ یہ تمام لشکر میری ہی قیادت میں ہے:۔

پرویں اس سے اس قدر بیزار تھی کہ اس کی صورت تک دیکھنا نہ چاہتی تھی۔ اس نے اس کی طرف سے منہ پھیر رکھا تھا گویا وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ مہران اسے تک رہا تھا۔ بے تحاشا تک رہا تھا اس نے کہا کیا تم مجھ سے کچھ ناخوش ہو پرویں؟ پرویں اس سے بولنا نہ چاہتی تھی۔ مگر جب اس نے مخاطب کیا تو جواب دینا ضروری ہو گیا اس نے کہا میں کسی سے ناخوش کیوں ہونے لگی مہران۔! مہران نے کہا پرویں ان مسلمانوں کو شکست دے کر میرا اعزاز بڑھ جائے گا یہ تمام علاقہ جو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے میری جاگیر میں آجائے گا اور پھر اسے میری تو ...... تو میری ہو گی۔ پرویں یہ سُن کر چونک پڑی۔ جوشنماہ کو ناگوار گذرا۔ مگر اُسے مہران نے بتا دیا تھا کہ وہ اس تمام لشکر کا سپہ سالار ہے جو اس کے ساتھ آیا ہے۔ لہذا وہ خاموش رہا۔ اس کے علاوہ جوشنماہ کو ایک اور خوف بھی تھا وہ یہ کہ عاصم اس کے ساتھ تھا۔ عبید اس قصر میں تھا یہ دونوں مسلمان حکومت اور بادشاہ کے مجرم تھے جیلخانہ سے فرار ہو کر آتے تھے اس کے ساتھ موجود تھے مجرموں کی اعانت کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے اس لئے جوشنماہ مجرم تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں مہران عاصم کو پہچان نہ لے اس کے پہچانے جاتے ہی ایک بڑے فتنہ کے آغاز کا اندیشہ تھا۔

جوشنماہ یہ چاہتا تھا کہ مہران عاصم کو نہ دیکھے دوسری طرف متوجہ رہے۔ مہران نے ابھی تک عاصم کو نہ دیکھا تھا وہ پرویں کے رُخِ تاباں کو دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ عاصم پرویں کے دوسری طرف اس کے برابر ہی تھا مگر مہران کی اس پر نظر نہ پڑی تھی۔ اس وقت آفتاب غروب ہو رہا تھا روشنی زائل ہوتی جا رہی تھی۔ تاریکی بڑھتی جاتی تھی۔ مگر پرویں کا چہرہ اب بھی چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ مہران ٹکٹکی لگائے اس کے پرنور چہرہ کو دیکھ رہا تھا!

جب مہران نے کہا۔ تو میری ہو گی تو پرویں نے چونک کر اُسے دیکھا وہ اس فقرہ کا مطلب

نہ سمجھ سکی۔ جوشنماہ البتہ سمجھ گیا :۔

جوشنماہ نے پروین سے وہ باتیں بیان نہ کی تھیں جو یزدگرد نے اُس سے پروین کے ساتھ مہران کے عقد کی بابت کی تھیں۔ مہران کو بالکل یقین تھا کہ مسلمانوں کو ہزیمت دیتے ہی یزدگرد پروین سے اس کا عقد کرا دے گا اور اُسے مفتوحہ علاقہ جاگیر میں دے دیگا۔ اِس سے اس کا اعزاز بڑھ جائے گا!

مہران چھچھورا، سفلہ اور زود رنج واقع ہُوا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی نا آشنائے محبت، بغرض کا بندہ اور ظالم بھی تھا۔ جب پروین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے مسکرا کر کہا۔ حیران ہو کر کیا دیکھ رہی ہو پروین۔ حضورِ شاہنشاہ نے سب کچھ طے کر دیا ہے کیا بزرگ جوشنماہ نے تم سے کچھ تذکرہ نہیں کیا۔

اگرچہ جوشنماہ کو اس کی ہرزہ سرائی سخت ناگوار گذری تھی لیکن اس نے اپنی ناگواری کو مہران پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ البتہ گفتگو کا رُخ بدلنے کے لئے کہا مہران یہ وقت اِن باتوں کا نہیں ہے کس قدر لشکر تمہارے ساتھ ہے؟

مہران نے کہا پُورا ڈیڑھ لاکھ آپ دیکھیں گے کہ یہ لشکر مسلمانوں کو پارہ پارہ کر دے گا۔ میری تلوار مسلمانوں کے سپہ سالار کے ٹکڑے کر دے گی!

پروین کو اس کی اِس تعلّی پر ہنسی آگئی اُسے یاد تھا کہ کس طرح عاصم نے اس کی کلائی میں زخم لگا کر اُسے نہتا کر دیا تھا اگر وہ عاصم سے سفارش کر کے اُسے نہ چھڑاتی تو مہران ضرور مارا جاتا۔ آج مہران ڈیڑھ لاکھ لشکر دیکھ کر شیخی بگھار رہا تھا۔ مہران نے بھی اس کو مُدا کو ہنستے ہوتے دیکھ لیا۔ وہ اس کی ہنسی کی وجہ سمجھ گیا۔ اس سے اُسے جوش سا آگیا۔ اس نے کہا۔ تم ہنستی ہو پروین کیا تم کو میری بہادری میں شبہ ہے۔

پروین نے استہزاد کے طور پر کہا۔ یزداں نہ کرے شک کیوں ہوتا لیکن مہران! سُنا ہے مسلمان بڑے بہادر ہوتے ہیں!!

مہران اس کے استہزاد کو سمجھ گیا اُسے غصہ آگیا اس نے بگڑ کر کہا۔ تم میرا تمسخر اُڑاتی ہو۔ تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے کل میدانِ جنگ میں میری بہادری دیکھنا :۔

جوشنماہ نہ چاہتا تھا کہ اس ناگوار گفتگو کا سلسلہ جاری رہے اس نے کہا مہران ہمیں تمہاری بہادری میں شبہ نہیں ہے :۔

پروین مہران کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ اُسے ہنستے ہوتے دیکھ کر مہران کے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ آپ کو شک نہیں ہے آپ مجھے جانتے ہیں لیکن پروین کو شبہ ہے یہ میرا تمسخر اڑا رہی ہے :۔

جوشنماہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ پروین ایسی جرآت نہیں کر سکتی۔

مہران نے کہا۔ پروین کو معلوم نہیں ہے کہ مسلمان مجھ سے کس قدر کانپتے ہیں۔ جب سے انہوں نے سُنا ہے کہ یہ لشکر میری سرکردگی میں ہے اس وقت سے وہ گھبرا گئے ہیں :۔

پروین نے مسکرا کر کہا۔ جی ہاں اسی لئے وہ گھبراتے ہوتے آپ کے سامنے آتے ہیں جو شخص شیر سے ڈر جاتا ہے کیا وہ ڈر کر شیر ہی کے سامنے چلا جاتا ہے۔

جوشنماہ نے پروین کو چشم نمائی کرتے ہوتے کہا۔ کیا واہیات ہے پروین مسلمان مہران تو مہران ہر ایرانی سے ڈرتے ہیں !!

جوشنماہ کے تعریف کرتے سے مہران مسکرا پڑا۔ اس نے کہا لیکن پروین کو تو یقین نہیں آتا :۔

اب وہ قصر جس میں جوشنماہ مقیم تھا قریب آگیا تھا قصر کے سامنے والا پارک شروع ہو گیا تھا۔ پارک میں داخل ہوتے ہی خیزران اور عبید ملے۔ خیزران مہران کو دیکھ کر خوفزدہ سی ہو گئی۔ مہران نے پہلے خیزران کو اور پھر عبید کو دیکھا۔

چونکہ اس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا کسی قدر اندھیرا چھا گیا تھا۔ عبید ایرانی پوشاک پہنے تھا اس لئے مہران جلد ہی اسے شناخت نہ کر سکا البتہ وہ اسے غور سے دیکھنے لگا جوشنماہ پریشان ہو گیا اُسے خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہو گیا کہ مہران عبید کو پہچان لے گا۔ اس نے اس کی توجہ بٹانے کے لئے کہا۔ میرے خیال میں لشکر کو اسی وقت فصیل پر متعین کر دینا چاہیئے۔

مہران نے کہا۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے آپ تیرجان سے جا کر کہہ دیں کہ وہ اسی وقت لشکر فصیل پر متعین کر دے :۔

جوشنماہ کو اور بھی فکر ہُوا وہ سمجھ گیا کہ جہران یہاں سے جانا نہیں چاہتا بلکہ اُسے ٹالنے کی فکر میں ہے اُسے اندیشہ ہوا کہ اس کے جانے کے بعد اگر جہران نے عاصم اور عبید کو پہچان لیا تو بڑی خرابی ہو گی وہ ان دونوں کے ساتھ ہی پروین۔ خیزران۔ ہرمزان غرضیکہ سب کو گرفتار کر لے گا!!

اس نے جہران اپنے ہمراہ لے جانے کے لئے اس کی تعریف شروع کی اس نے کہا۔ آپ نے بھی خوب کہا۔ تیحر جان فنونِ حرب سے واقف ہے اس بات کو تو آپ ہی خوب سمجھتے ہیں کہ کہاں کہاں کس قدر لشکر متعین کیا جاتے گا۔

جوشنماہ کا افسوں کارگر ہوگیا۔ جہران اپنی تعریف جوشنماہ کی زبان سے پروین اور خیزران کی موجودگی میں سُن کر بہت مسرور ہوا۔ اس نے کہا آپ نے درست فرمایا ہے:۔

تیحر جان کیا لشکر میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جو فنونِ حرب سے پورا پورا ماہر ہو۔ اسی وجہ سے ملک معظم نے مجھے اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا ہے:۔

جوشنماہ۔ دوست ہے آئیے پھر فصیل پر لشکر متعین کر دیجئے:۔

جہران۔ چلئے سپہ سالار کے فرائض بھی کس قدر اہم ہیں خیال کیجئے دُور دراز سے سفر کئے چلا آرہا ہوں آرام کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن ابھی آرام نہیں کر سکتا!

جوشنماہ جی ہاں! ع: جن کے رُتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے!"

جہران ابھی تک عبید کو تکے جا رہا تھا اس نے خیزران سے دریافت کیا تمہارے ہمراہ یہ نوجوان کون ہے؟۔

خیزران گھبرا گئی۔ جوشنماہ نے کہا یہ ہرمزان کا دوست ہے جلولا سے آیا ہے:۔

جہران۔ مجھے اس پر عبید کا شبہ ہُوا تھا۔

جوشنماہ نے مصنوعی حیرت سے جہران کو دیکھ کر کہا۔ عبید کا؟ عبید تو مدائن کے جیلخانہ میں پڑا سٹر رہا ہے!

جہران۔ نہیں وہ اور عاصم بھاگ گئے۔

جوشنماہ نے بڑی حیرت سے جہران کو دیکھ کر کہا کہ بھاگ گئے کس طرح؟

مہران - کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح بھاگے - شاہی انگشتری چوری گئی تھی آسیہ کے پاس سے برآمد ہوئی وہ گرفتار کرلی گئی :-

پروین اور خیزران دونوں نے ایک دوسرے کو غم آلود نظروں سے دیکھا۔ پروین نے دریافت کیا۔ کیا آسیہ نے اُسے رہا کرا دیا!

مہران - نہیں وہ جیل خانہ کی دیوار توڑ کر بھاگ گئے!

خیزران - پھر آسیہ کو کیوں گرفتار کرلیا!

مہران - اس نے شاہی انگشتری چرائی تھی انقلابیوں سے ملی ہوئی تھی۔

یہ سُن کر پروین اور خیزران دونوں کو سخت رنج ہُوا - پروین نے دریافت کیا کہ اَب آسیہ کہاں ہے ؟

مہران - جیل خانہ میں -

جوشماہ دیکھ رہا تھا کہ دونوں سیم تن لڑکیاں آسیہ کی گرفتاری کی خبر سُن کر سخت غمزدہ ہو گئی ہیں اس نے مناسب سمجھا کہ کسی طرح مہران کو یہاں سے ہٹا لیا جائے - اس نے کہا آیئے تو پھر فصیل کا معائنہ کر لیجئے -

مہران - چلئے (خیزران سے) تم ہرمزان سے کہنا وہ اپنے اس دوست (عبید کی طرف اشارہ کر کے) کو لے کر رات کو میرے پاس آئیں !!

خیزران نے کوئی جواب نہ دیا - جوشماہ نے کہا - ہرمزان اور میں معہ اس کے دوست کے آپ کے پاس آ دیں گے !-

مہران اور جوشماہ دونوں چلے گئے - پروین اور خیزران دونوں ایک دوسرے کو غم و افسوس آمیز نظروں سے دیکھنے لگیں - عاصم نے اِن سے خطاب کر کے کہا - غم نہ کرو - خدا آسیہ کی حفاظت کرے گا - تم دونوں قصر میں جاؤ ہیں اور عبید مغرب کی نماز پڑھ کر آتے ہیں -

دونوں سیم تن لڑکیاں غم و افسردگی سے اپنے خوبصورت اور نازک سر جھکاتے چلی گئیں - عاصم اور عبید نے وضو کیا اور مغرب کی نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے :-

—————— ⁘ ——————

# مشورہ

عاصم اور عبید نماز پڑھ کر قصر کے اندر داخل ہوتے چونکہ اب رات ہوگئی تھی اس لئے تمام قصر میں شمعیں روشن کر دیگئی تھیں سارا قصر اس روشنی میں جگ مگا رہا تھا۔ یہ دونوں صحن طے کر کے ایک وسیع کمرہ میں پہنچے یہ کمرہ نہایت بہترین ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ بلوریں فانوسوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں۔ روشنی اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ دن نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پروین اور خیزران ایک ہی کوچ پر بیٹھی تھیں دونوں رو رہی تھیں۔ ان کے گلابی رخسارے آنسوؤں سے تر تھے ان دونوں کو دیکھتے ہی انہوں نے آنسو پینے چاہے مگر نہ پی سکیں عاصم پروین کو روتے ہوتے دیکھ کر بے قرار ہوگیا۔ وہ بڑھ کر اس کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا تم رو رہی ہو پروین تمہارے آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ پروین نے سسکیاں لیتے ہوتے کہا کیسے نہ روؤں عاصم جس نے مجھ پر احسان کیا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا اور درندہ صفت انسانوں نے اُسے اسیر کر لیا۔

عاصم۔ وہ چند ہی روز مصیبت میں گرفتار رہے۔

پروین نے اشک آلود نگاہوں سے عاصم کو دیکھ کر قطع کلام کرتے ہوتے پھر کہا۔ اس کے بعد کیا ہوگا:۔

عاصم۔ وہ رہا ہو جاتے گی!

پروین۔ اسے کون رہا کراتے گا۔

عاصم۔ مسلمان۔

پرویزن ۔ کیا تم کو یقین ہے کہ مسلمان فتح یاب ہوں گے!

عاصم ۔ بالکل یقین ہے خدا اور خدا کے رسُول کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا مسلمانوں سے ایران کی فتح کا وعدہ کیا ہُوا ہے!

پرویزن ۔ آہ تم نہیں جانتے کہ ایرانی کس قدر بیرحم و بیدرد اور کتنے جفاکار ہیں اتنے میں کہ مسلمان وہاں پہنچیں وہ اُسے زندہ ہی کیوں چھوڑے گے!

عاصم ۔ اچھا تو مجھے اجازت دو پرویزن میں اپنی محسنہ کو رہائی دلانیکے لئے جاؤں۔

پرویزن نے حیرت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم : : : عاصم ایران کا ذرہ ذرہ تمہارا دشمن ہے تم بھُول کر بھی وہاں نہ جانا :۔

عاصم ۔ لیکن میں یہ کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ تم بے قرار ہو اور آنسو بہاؤ۔

پرویزن ۔ میں ضبط کروں گی۔

یہ کہتے ہوئے پرویزن اور خیزران نے آنسو پُونچھے دوسری کونچ پر عاصم اور عبید بیٹھ گئے پرویزن نے کہا۔ عاصم کمبخت جہران یہاں بھی آگیا ہے خیریت ہوئی جو اُس نے تم کو نہیں دیکھا میں سارے راستے اسی خوف سے لرزتی رہی اگر وہ پہچان جاتا تو بڑی خرابی ہوتی :۔

عاصم :۔ میں تمہارے برابر اس وجہ سے چلتا رہا اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی لیکن پرویزن سارے راستہ اُسے دیکھ دیکھ کر جوش اور غصہ سے خون میری رگوں میں کھولتا رہا۔ میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا ہے مجھے خوف ہے کہ آیندہ جب وہ ملے گا تو میں وفورِ جوش سے ضبط نہ کرسکوں گا!۔

پرویزن ۔ نہیں عاصم تم کو ضبط ہی کرنا چاہیئے!

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ جوشماہ اور بہرزان آگئے ان کو دیکھتے ہی سب تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے وہ دونوں عاصم اور عبید کے پاس آکر بیٹھ گئے اِن کے بیٹھتے ہی اور سب بھی بیٹھ گئے۔ جوشماہ نے کہا۔ عاصم جہران کو عبید پر شبہ ہوگیا ہے۔ غنیمت ہوا کہ اس نے تم کو نہیں دیکھا۔ وہ اپنا شبہ مٹانے کے لئے ابھی میرے ہمراہ آرہا تھا۔ مگر اس وقت تو میں اُسے ٹال آیا ہوں۔ البتہ صبح یا تو وہ خود یہاں آئے گا یا عبید کو وہاں بلائے گا :۔

عاصم۔ پھر کیا ہوا۔ دن میں عبید کو دیکھتے ہی وہ پہچان لے گا۔

جوشنماہ۔ میں بھی اسی فکر میں ہوں۔ عبید کو شناخت کرتے ہی وہ ہمیں گرفتار کر لے گا۔

عاصم۔ میرے خیال میں آپ اب مجھے عبید کو یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دیں۔

جوشنماہ۔ لیکن صبح جب مہران عبید کو طلب کرے گا تو کیا جواب دیا جائے۔

عاصم۔ اس سے کہہ دیجئے کہ وہ رات ہی جلولا چلا گیا۔

جوشنماہ۔ نہیں عاصم اس سے اس کا شک یقین کے درجہ پر پہنچ جائے اور چونکہ اسے ہم سے خدائی عناد ہے اس لئے فوراً ہمیں حراست میں لے لیگا۔

عاصم۔ پھر آپ نے کیا سوچا ہے کیا میں اور عبید اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیں۔

جوشنماہ۔ اسی طرح سے ہم پر سے آئی بلا ٹل سکتی ہے۔

عاصم۔ بس تو مطلق فکر نہ کیجئے۔ آپ ہم دونوں کو اس کے حوالہ کر دیجئے۔

ابھی جوشنماہ نے کچھ جواب نہ دیا تھا کہ پروین نے کہا نہیں اباجان اس طرح تو اس کا شک اور بڑھ جائے گا ان دونوں کی گرفتاری سے اسے پورا ثبوت مل جائے گا اور پھر وہ ہمیں بھی یقیناً گرفتار کرے گا کیوں آپا خیزران تمہارا کیا خیال ہے؟

خیزران نے کہا۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ دُنیا ہم پر لعنت کرے گی کہ ہم نے اپنے مہمانوں کو گرفتار کرا دیا۔ کیوں بھائی جان آپ کی کیا رائے ہے۔؟ ہرمزان نے کہا میری تو یہ رائے ہے کہ ہم پر چاہے جس قدر مصیبتیں آئیں لیکن ہم ان دونوں پہ آنچ تک نہ آنے دیں۔

عبید نے کہا آپ سب اصحاب کی عنایات اور ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں یہ کہوں گا کہ مہران نے مجھ پہ شبہ کیا ہے صرف مجھے اس کے حوالے کر دو۔

عاصم نے قطع کلام کر کے کہا۔ دوست عبید کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے سامنے اس وقت تمہیں کوئی پکڑ کر لے جائے گا اور میں خود کو بچانے کے لئے چھپ جاؤں گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں تم سے پہلے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کروں گا۔ دوستی کا اقتضا یہ نہیں ہے کہ ایک دوست پر آنچ آئے اور دوسرا بیٹھا دیکھتا رہے دوستی کرنا آسان ہے مگر نبھانا دشوار ہے دوست کے لئے عیش و آرام ہی نہیں تن من دھن سب کچھ نثار کرنا پڑتا ہے۔

عبید نے کہا۔ مگر عاصم جن لوگوں نے ہمیں نکالہ آرام پہنچایا۔ اور ہر قسم کی تالیف سے بچایا کیا ہم انہیں مصیبت میں گرفتار ہونے دیں۔

عاصم۔ نہیں! ہم کو اِن کی تکلیفیں اپنے اُوپر لینی چاہیئں۔

عبید۔ کس طرح!

عاصم۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو آج ہی رات کو کوشش کر کے مہران مار ڈالیں۔ یا سب کے سب اسلامی لشکر میں چلے چلیں!!۔

جوشنماہ نے کہا۔ مہران کا مار ڈالنا مشکل ہے۔ اس کی خواب گاہ کے گرد ہر وقت سو آدمی کا پہرہ رہتا ہے۔ اس تک رسائی غیر ممکن ہے۔ رہا لشکر اسلام میں بھاگ جانا۔ مسلمان کسی ایرانی کو کیوں پناہ دیں گے!۔

عاصم نے کہا۔ مسلمان جب یہ سُنیں گے کہ آپ نے ہم کو بچایا ہے ہر طرح سے آرام پہنچایا ہے آپ کے بے حد مشکور ہوں گے وہ آپ کی کمال عزت کریں گے۔ جو آپ کہہ دیں گے۔ وہی کریں گے!!

جوشنماہ۔ اس کا ضامن کون ہو گا۔

عاصم۔ میں ضامن ہوں گا۔

جوشنماہ نے مسکرا کر کہا۔ تم ۔۔۔۔۔۔۔ اسلامی لشکر کا سپہ سالار تمہاری بات کیوں ملنے گا!۔

عاصم۔ مسلمانوں میں یہ قاعدہ ہے کہ ان کا ادنٰے سے ادنٰے آدمی بھی کسی قوم سے جو معاہدہ کر لیتا ہے تمام مسلمانوں پر اس کا ایفا فرض ہو جاتا ہے۔

جوشنماہ نے غور سے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ عاصم! میرا دل کہتا ہے کہ تم مسلمانوں میں قوی عزت ہو یا تو بڑے تاجر ہو یا رئیس ہو۔ عاصم نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔ میں ایک ادنٰے مسلمان ہوں۔ محترم بزرگ مسلمانوں میں اعلیٰ وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہوں ہماری قوم میں رئیس۔ امیر غریب اور فقیر سب برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں اگر فوقیت ہے تو دینداری کی:۔

جوشنماہ۔ لیکن تمہارا بادشاہ!

عاصم۔ ہمارا بادشاہ تمہارے بادشاہوں کی طرح خدا بن کر نہیں بیٹھتا اس کے پاس تخت نہیں ہے تاج نہیں ہے ریشمین ملبوسات نہیں ہیں زیورات نہیں پہنتا۔ جس طرح عام مسلمان رہتے ہیں اسی طرح وہ بھی رہتا ہے جس طرح فرش پر مسلمان بیٹھتے ہیں اسی طرح وہ بیٹھتا ہے وہ رعایا کا محافظ اور خدمت گزار ہے رعایا اس کی نگہبانی اور خدمت نہیں کرتی اگر وہ معزور ہو جاتے تو اُسے فوراً معزول کر دیا جاتے!

یہ سُن کر جوشنماہ۔ ہرمزان۔ پروین اور خیزران سب کو سخت تعجب ہُوا۔ وہ سمجھتے تھے جس طرح اِن کا بادشاہ شان وشوکت سے رہتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا بادشاہ بھی رہتا ہوگا۔ انہیں یہ ایک نئی اور عجیب بات معلوم ہوئی۔ جوشنماہ نے کہا۔ اچھا عاصم! تم ابھی وقت لشکرِ اسلام میں چلے جاؤ اور ہمارے لئے جن شرائط پر مناسب سمجھو مصالحت کر لو۔

عاصم۔ شرائط؟ آپ کے ساتھ کوئی شرائط نہ ہوں گی لیکن میں تنہا جاؤں یا عبید کو ہمراہ لے لوں!

جوشنماہ۔ عبید کو ضرور لیتے جاؤ۔

عاصم۔ لیکن جب جہران عبید کو دریافت کرے گا تو کیا جواب دو گے۔

جوشنماہ۔ یہی کہ وہ جلولا چلا گیا!

عاصم۔ یہ مناسب نہیں ہے اس سے اس کا شبہ بڑھ جائے گا۔

جوشنماہ۔ پھر کیا کہوں؟

عاصم۔ کہہ دیجئے گا کہ رات وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ لشکرِ اسلام میں جاسوسی کے لئے گیا ہے!

جوشنماہ۔ یہی کہہ دیا جائے گا اب تم کھانا کھا کر فوراً چلے جاؤ!

یہ کہتے ہی جوشنماہ اٹھا۔ ہرمزان بھی کھڑا ہُوا۔ دونوں چلے گئے شوخ وشیر خیزران نے شرمیلی نظروں سے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ آپ بہت چالاک ہیں۔ کس طرح آپ نے بزدگ جوشنماہ کو فریب دیکر یہاں سے نکل بھاگنے پر آمادہ کر لیا۔ عاصم نے مسکرا کر کہا ہم مسلمانوں کو چالاکی نہیں

آتی۔ خیزران چالاکی تو ان کو ہی آتی ہے، جو دوسروں کا دل چھین لیتی ہیں۔ شوخ خیزران نے دزیدہ نظروں سے کافرادا پروین کو دیکھ کر شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم نے سچ کہا عاصم! دل چھین لینے والی شریر پروین ہے!

اگرچہ پروین عاصم کے چلے جانے کی خبر سُن کر کچھ آزردہ خاطر ہوگئی تھی۔ مگر خیزران کی چھیڑ چھاڑ نے اس کی تمام کلفت دُور کردی۔ اس نے ایسے تبسم سے جس میں انداز مسیحائی کا اظہار ہو رہا تھا۔ خیزران کو دیکھ کر کہا۔ تم نے میرا ذکر کیوں کیا گفتگو تو ان کی اور تمہاری ہو رہی تھی۔ خیزران نے ذرا کھلکھلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ کن کی؟ ہاں ذرا نظریں ملا کر بتاتیے کہ کن سے گفتگو ہو رہی ہے۔ حور وش پروین شرما گئی اس کی ہوشربا نگاہیں جھک گئیں۔ شرم سے رعنائی میں اضافہ ہوگیا۔ دوران خون تیز ہونے کی وجہ سے شہابی رنگ تیز ہوگیا۔ اس کے رخسارے چکنے۔ گال گلابی ہوگئے۔ وہ بڑی دلربا۔ بڑی پیاری اور نہایت دلفریب معلوم ہونے لگی۔ عاصم اس رشک حور کو۔ آفتاب حسن اور ملائک فریب نازنین کو گہری محبت بھری نظروں سے دیکھ کر دُنیا و مافیہا سے بےخبر ہوگیا۔

خیزران نے پھر کہا اے واہ آپ تو شرما گئیں شرمانے کی سند نہیں بتایئے کن سے گفتگو ہو رہی ہے۔؟ پروین نے ان حیا۔ بار آنکھوں کو جن میں بجلیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں اٹھا کر خیزران کو دیکھا اور خفیف تبسم سے جس میں کیف آگیں رعنائی تڑپ رہی تھی کہا جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں۔

خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا کیا عبید سے؟ عبید کو بھی اس پرجمال نازنین کی چھیڑ چھاڑ میں لطف آرہا تھا اس نے برجستگی سے کہا مجھ غریب کو کون پوچھتا ہے۔ خیزران بےساختہ ہنس پڑی اس نے کہا بےشک آپ سچ کہتے ہیں نہ کوئی تم کو پوچھتا ہے اور نہ مجھے!! عاصم نے بھولے پن کے انداز سے کہا تمہیں خیزران! دُنیا تمہاری گرویدہ ہے!!

خیزران نے ہنس کر کہا۔ شاید تم بھی! عاصم نے مسکرا کر کہا میں بھی دُنیا ہی میں ہوں!۔

خیزران۔ حُسن کی دُنیا میں!

عاصم۔ ہاں حسینوں کی دُنیا میں۔ دل چھین لینے والوں کی دُنیا میں۔

خیزران کچھ کہنا چاہتی تھی کہ جوشماہ اور ہرمزان کپڑے بدل کر آگئے جوشماہ نے کہا۔ کھانا لایا جا رہا ہے عاصم تم اور عبید کھانا کھا کر چلے جاؤ" عاصم نے کہا لیکن ہم کیسے جا سکتے ہیں شہر پناہ کے دروازے بند ہیں اور سپاہی تعینات ہیں ہم کو کون باہر نکلنے دے گا:۔

جوشماہ۔ تم میرے ساتھ چلنا میں تم کو باہر نکال دوں گا۔

عاصم۔ بہت خوب:۔

اب چند خادم کھانا لے کر آگئے کھانا چنا گیا نہایت پرتکلف کھانا تھا۔ چونکہ سب متفکر اور پریشان تھے اس لئے شکم سیر ہو کر نہ کھا سکے البتہ کچھ نہ کچھ ضرور کھا لیا۔ کھانے سے فراغت کر کے جوشماہ اٹھا عاصم اور عبید کو ہمراہ لے کر باہر آیا یہ تینوں دروازہ کی طرف چلے راستہ میں جوشماہ نے کہا عاصم تم اقرار کرو کہ کل رات واپس آجاؤ گے۔!! جوشماہ بے چارے کو کیا خبر تھی کہ عاصم کسی کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا ہے ناممکن ہے کہ واپس نہ آتے میرے محترم بزرگ میں آؤں گا اور ضرور آؤں گا کل رات ہی کو آؤں گا آدھی رات سے پہلے آپ شہر پناہ کے پھاٹک پر ملیں!!

جوشماہ۔ میں پھاٹک پر نہیں پھاٹک سے باہر ملوں گا!

اب یہ باتیں کرتے ہوتے قصر سے باہر نکل آئے یہاں تین گھوڑے زین کسے ہوتے ایک خادم لئے کھڑا تھا۔ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ گھوڑوں کو تیز کیا اور اس پھاٹک کی طرف روانہ ہوتے جس طرف مسلمانوں کا لشکر آکر اترا تھا۔ ہم بیان کر آتے ہیں کہ بابل نہایت وسیع شہر تھا ان تینوں نے سرپٹ گھوڑے چھوڑ دیئے راستہ میں کوئی بات چیت نہ ہوئی تقریباً آدھ گھنٹے میں یہ پھاٹک پر پہنچے۔ جوشماہ نے پھاٹک کھلوایا عاصم اور عبید اسے سلام کر کے باہر نکل گئے۔ جوشماہ نے پہرہ والوں کو یہ بتا دیا کہ اس نے جاسوسوں کو اسلامی لشکر میں دریافت حال کے لئے بھیجا ہے بلند آواز سے کہا دیکھو مسلمانوں کے تمام حالات دریافت کر کے کل رات ہی واپس آجانا ہوگا۔ عاصم نے کہا ہم دونوں رات ہی کو واپس آجائیں گے آپ ہمارا انتظار کریں۔ جوشماہ نے کہا میں انتظار کروں گا۔ اس کے بعد پھاٹک بند کر دیا گیا جوشماہ پہرہ والوں کو بیدار رہنے کی ہدایت کر کے واپس لوٹ گیا:۔

---

# ہراس

جب جوشناہ واپس لوٹ کر آیا تو اس نے حورِ دش پروین اور پری جمال خیزراں کو کمرہ میں بیٹھے ہوتے پایا۔ جوشناہ نے کہا تم دونوں ابھی تک بیٹھی ہو رات زیادہ آگئی ہے اب جاکر آرام کرو دونوں نے جواب کچھ نہ دیا۔ البتہ اٹھ کر چلی گیئں اور اپنے اپنے کمروں میں جاکر مسہریوں پر پڑگیئں ہم نہیں کہہ سکتے۔ دونوں کو نیند آئی یا نہیں اور آئی تو کب اور کتنی دیر تک! صبح بہت سویرے وہ کمروں سے نکل کر باہر آیئں اور ضروریات سے فراغت کرکے قصر کے سامنے والے چمن میں چلی گیئں۔ بہ نسبت خیزراں کے پروین زیادہ متفکر اور زیادہ پریشان افسردہ خاطر معلوم ہوتی تھی یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسینوں کی ہر ادا۔ ہر عالم ہر بات دلکش معلوم ہوا کرتی ہے پروین متفکر تھی غمزدہ تھی۔ اس کی موہنی آنکھوں سے غم و حسرت ٹپک رہے تھے۔ افسردگی کی وجہ سے شاداب رخسار بے پژمردہ ہو رہے تھے وہ چپ تھی لیکن اس عالم میں بہ پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شہزادی غرور و تمکنت کا مجسمہ بنی بیٹھی ہو۔ حالانکہ وہ مغرور نہ تھی لیکن اس کی شان مغرور شہزادی جیسی ہوگئی تھی خیزراں اُسے دیکھ رہی تھی وہ اس حور جمال سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اس کے افسردہ رہنے کی وجہ سمجھتی تھی وہ ایسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی چنانچہ اس نے کس قدر متبسم ہو کر کہا تم اس قدر متفکر کیوں ہو پروین۔ پروین غم و فکر کے سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھی وہ اس وقت دُنیا اور مافیہا سے بے خبر تھی۔ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ خیزراں کی آواز سُن کر چونکی خیالات کی گہرائیوں سے نکلی اور خیزراں کی طرف دیکھنے میں وہ اس قدر مستغرق تھی کہ اُس نے سُنا ہی نہیں

کہ خیزران نے اس سے کیا کہا اور اسے کیا جواب دینا چاہیئے خیزران مسکرا رہی تھی اس نے پھر کہا کس کے خیال میں غرق ہو میری حور! پروین کس قدر مسکرائی لیکن اس کا یہ مسکرانا زبردستی مسکرانا تھا تم بھی پریشان کرلو خیزران۔ خیزران نے ہنس کر کہا۔ میں کیا پریشان کر سکتی ہوں ہاں اگر میں مرد ہوتی! پروین نے شرمیلی ادا سے مسکراتے ہوتے کہا اب بن جاؤ!!

خیزران۔ بن نہیں سکتی اور تم نہ دیکھتیں! چپ رہو دیکھو بھائی جان آرہے ہیں!!

ہرمزان آگیا وہ ان دونوں ماہ پیکروں کو دیکھ کر سیدھا ان کے پاس چلا آیا۔ ہرمزان خیزران کا بھائی تھا۔ خیزران خوبصورت تھی۔ ہرمزان بھی خوبصورت تھا۔ نوعمر تھا۔ عورتوں کے دلوں کو لبھانے والی خصوصیت اس میں موجود تھی۔ دونوں سیم تن لڑکیوں نے اسے دیکھا وہ ان دونوں کے پاس آکھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔ خیزران! جہران کو صرف شبہ ہی نہیں بلکہ یقین ہوگیا ہے کہ جس شخص کو رات اس نے دیکھا تھا وہ مسلمان تھا۔

دونوں لڑکیوں نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ خیزران نے دریافت کیا اس کمبخت کو کیسے پتہ چل گیا۔

ہرمزان۔ پتہ نہیں چلا۔ صرف شبہ ہوگیا اور شک یقین کے درجہ تک پہنچ گیا۔

خیزران۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔

ہرمزان۔ اس نے صبح سویرے مجھے بلایا تھا کہتا تھا رات بھر نیند نہیں آئی اب اس نے پروین۔ کے والد کو بلایا ہے وہ یا تو چلے گئے ہوں گے یا جانے والے ہوں گے۔

پروین نے غم و افسوس بھری نظروں سے ہرمزان کو دیکھ کر کہا اب کیا ہوگا وہ بڑا ظالم و جابر ہے!!

ہرمزان۔ نہایت سفاک ہے ہمارے چلے آنے کے بعد اس نے معصوم آیہ کو گرفتار کرلیا!!

خیزران افسردہ خاطر ہوگئی اس نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ ہاں اپنی حقیقی ہمشیرہ کو گرفتار کرلیا!!

ہرمزان۔ وہ غرض کا بندہ۔ حرص کا پتلہ۔ نفس کا غلام ہے خیزران! ایک بات بہت بری تھی۔

خیزران اور پروین نے گھبرا کر ہرمزان کو دیکھا۔ خیزران نے دریافت کیا کیوں

ہرمزان۔ آسیہ مسلمان ہو گئی!

یہ سُن کر دونوں سیم تن لڑکیاں کمال متحیر ہوئیں خیزران نے حیرت دور کر کے دریافت

کیا۔ کیسے مسلمان ہو گئی کس نے اُسے مسلمان کیا۔

ہرمزان۔ لیلے نے۔

خیزران۔ وہ لیلے کے پاس کیسے پہنچ گئی تھی!!

ہرمزان۔ جب مہران اسے گرفتار کر کے لے گیا تو یزدگرد نے اس شرط پر اُسے

معافی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ لیلے کو سمجھا کر بہلا کر پھسلا کر اس کی زوجہ بننے پر امادہ کرے۔

چنانچہ اسے لیلے کے پاس بند کر دیا۔ لیلے نے اس پر جادو کر کے اُسے مسلمان بنا لیا:۔

خیزران۔ لیلے کی آنکھوں میں جادو ہے بھولی صورت ہی جادو ہے چاند سے چہرہ

میں جادو ہے جو اسے ایک مرتبہ دیکھ لیتا ہے اسی کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے جو وہ کہتی ہے وہی کرنے

پر تیار ہو جاتا ہے!!

ہرمزان۔ یہی بات ہے جب وہ ہمارے قصر میں تھی تو میں اسی ڈر سے کہ کہیں اس کا جادو

مجھ پر اثر نہ کر جائے اس کی طرف دیکھتا نہ تھا۔ جب شاہنشاہ نے اُسے قصر میں طلب کیا تھا تو

مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی:۔

خیزران۔ تمہیں یہ باتیں کس نے بتائیں!

ہرمزان۔ خود مہران نے۔ وہ کہتا تھا کہ جب آسیہ مسلمان ہوئی تو بادشاہ بہت برہم

ہوئے اس نے اُسے سزا دینے کا حکم دیا۔ بیدرد مہران نے کمسن آسیہ کو زنجیروں سے مارا۔

دونوں پرنیاد لڑکیوں کو آسیہ کا حال معلوم کر کے بے حد ملال ہوا آسیہ نے محض

پروین کے لئے تمام مصائب سر لئے تھے۔ پروین ہی زیادہ بے قرار ہوئی اس کا ننھا سا

دل بیٹھنے لگا۔ آنکھوں سے اظہار غم ہونے لگا۔ لب خشک ہو گئے پیارے اور بھولے چہرہ پر

غم کے بادل چھا گئے۔ خیزران نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی بے قرار ہو گئی اس نے کہا۔

اس قدر غم نہ کرو پروین۔ پروین نے غم و حسرت بھری نظروں سے خیزران کو دیکھ کر کہا آہ کیسے

غم نہ کرو۔ خیزران بھولی آسیہ میری وجہ سے متبلائے مصیبت ہوئی۔ خیزران نے کہا آؤ پروین ہم اس کی رہائی کے لیے دُعا کریں۔ دونوں نے نہایت عاجزی اور خلوص سے آسیہ کی رہائی کے لیے دعا مانگی۔ ابھی وہ دُعا مانگ کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ جوشماہ آگیا۔ وہ اس وقت سخت مغموم تھا اس کا چہرہ غم والم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے آنکھوں سے خوف و ہراس ظاہر ہو رہا تھا۔ پروین اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہ اس کی طرف بڑھی اس نے گھبراتے ہوئے لہجہ میں دریافت کیا۔

آہ ابا جان یہ تمہاری کیا کیفیت ہو گئی۔ کیا کوئی اور نئی افتاد آپڑی۔

جوشماہ نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا ہاں پروین مصیبتوں کا آغاز ہو گیا ہے مہران کو شبہ ہی نہیں بلکہ پورا یقین ہو گیا ہے کہ رات اس نے جس شخص کو دیکھا تھا وہ عبید ہے جب میں نے بتایا کہ وہ عبید نہیں ہے تو اس نے اُسے دیکھنے اور اپنا شبہ مٹانے کی آرزو ظاہر کی میں نے کہا کہ وہ اسلامی لشکر میں سراغ رسانی کے لیے گیا ہے تو وہ سخت برہم ہوا اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ یا تو رات ہی کو جب وہ واپس آئے تو اس کے سامنے پیش کیا جائے ورنہ صبح ہوتے ہی وہ مجھے ہرمزان کو خیزران کو گرفتار کر کے مدائن بھیج دے گا۔ ہرمزان جو شعلہ نوجوان تھا اُسے طیش آگیا۔ اس نے کہا بکنے دو مردود کو۔ جوشماہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ہرمزان کیا تم مہران کے اختیارات اور اقتدار سے ناواقف ہو جو کچھ اس نے کہا ہے۔ وہ ضرور کر کے ہی رہے گا۔

ہرمزان۔ تو کیا ہم عبید کو اس کے حوالے کر دیں۔

جوشماہ:۔ نہیں میں اس فکر میں ہوں کہ اگر مسلمان نے عاصم کی بات مان لی۔ ہمیں امان دے دی تو ہم سب مسلمانوں کے پاس چلے جائیں گے!

ہرمزان نے حیرت سے جوشماہ کو دیکھ کر کہا کیا تمہیں مسلمانوں پر اعتماد ہے۔

جوشماہ۔ بالکل مسلمان سچ بولتے ہیں جو وعدہ کرتے ہیں اسے نبھانے ہیں میں نے اکثر ان مسلمانوں کو آزمایا ہے جو ہمارے ملک میں آباد ہو گئے تھے۔

ہرمزان۔ کیا وہ جبراً ہمیں مسلمان بنانے کی کوشش نہ کریں گے۔؟

جوشنماہ ۔ ہرگز نہیں ان کے مذہب میں کسی کو جبراً مسلمان کرنے کی سخت مخالفت ہے

ہرمزان ۔ جب تو ہمیں ان کے پاس ہی پناہ لینی چاہیئے ۔

جوشنماہ ۔ بیشک اب ہمیں مسلمانوں ہی میں پناہ مل سکتی ہے میرا دل کہتا ہے کہ مسلمان ضرور تمام ایران پر قابض ہو جائیں گے ان کی پناہ لینے سے ہم نقصان میں نہ رہیں گے ۔

ہرمزان ۔ خدا کرے مسلمان عاصم کی بات مان لیں ۔

جوشنماہ ۔ ضرور مان لیں گے ۔ عاصم معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتا ۔ ضرور کسی ایسے قبیلہ سے ہے جس کا تمام مسلمان احترام کرتے ہیں کیا تم بھول گئے تھے کہ وہ سفارت پر جا رہا تھا ۔ سفیر معمولی نہیں ہو سکتا ۔

پروین جوشنماہ کے اس اظہار خیال سے خوشی ہوئی ۔ جوشنماہ نے پھر کہا جو باتیں اس وقت میں نے کہی ہیں انہیں دل میں رکھو ۔ رات کو جب عاصم آجاتے تو ۔

ابھی جوشنماہ کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ کچھ شور و غل کی آواز بلند ہوئی ۔ یہ سب حیران ہو کر دیکھنے لگے ۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید مسلمانوں نے حملہ کر دیا ۔ ابھی وہ حیرت واستعجاب سے دیکھ ہی رہے تھے کہ دو معزز ایرانی فوجی لباس پہنے تیزی سے ان کی طرف آتے نظر آتے جوشنماہ نے ان کو پہچان لیا ۔ وہ دونوں امپیرئل گارڈ کے افسر تھے اب جوشنماہ کو بالکل یقین ہو گیا کہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور وہ افسر اُسے حملہ کی اطلاع دینے کے لئے آتے ہیں دونوں افسروں نے قریب آکر سلام کیا ۔ افسروں کی شان کہہ رہی تھی کہ وہ سخت مخوف ہیں جوشنماہ نے ان سے دریافت کیا کیا بات ہے تم دونوں گھبراتے ہوتے آرہے ہو ؟ کیا مسلمانوں نے حملہ کر دیا ؟ ایک افسر نے کہا حضور والا مسلمانوں نے حملہ نہیں کیا بلکہ تہران کے لشکریوں نے ہمارے دو آدمی پکڑ لئے یہ سُن کر جوشنماہ کو حیرت ہوئی ۔ اس نے استعجاب انگیز لہجہ میں کہا ۔ کیوں ؟

وہی افسر ۔ یزدان ہی کو خبر ہے صرف اتنا ہی سُنا ہے کہ وہ دونوں عبید اور عاصم کا تذکرہ کر رہے تھے ۔ تہران کے کسی آدمی نے سُن لیا اس نے جا کر تہران کو اطلاع دی ۔

مہران نے کئی آدمی بھیج کر ان کو گرفتار کرا کر منگوا لیا اس بُری خبر کو سُن کر جوشنماہ کا چہرہ فق پڑگیا ہرمزان بھی گھبرا گیا۔ سہمیں غدار لڑکیاں سہم گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جوشنماہ نے کہا۔ یہ کتنی دیر کا واقعہ ہے۔

وہی افسر۔ ابھی ابھی کا زیادہ سے زیادہ دس منٹ گذرے ہوں گے۔

جوشنماہ۔ یہ تو بُرا ہوا۔ اگر ان دونوں نے صحیح صحیح بات مہران سے کہہ سنائی تو ہم سب مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے!۔

وہی افسر۔ مجھے ان دونوں پر پورا پورا اطمینان ہے اگر ان کے ٹکڑے بھی اُڑا دیئے جائیں۔ تو وہ ہرگز ہرگز نہ بتائیں گے:۔

جوشنماہ۔ ہمیں چلکر دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہوتا ہے۔

ہرمزان۔ نہیں اے محترم بزرگ وہاں نہیں جانا چاہیئے اگر انہوں نے غداری کی تمام واقعہ کہدیا تو وہیں گرفتار کر لئے جاؤ گے!۔

جوشنماہ۔ ہرچہ بادا باد میں ضرور جاؤں گا۔

وہی افسر۔ چلئے ہم دونوں بھی آپ کے ہمراہ چلیں۔

جوشنماہ۔ چلئے ہرمزان تم ان دونوں لڑکیوں کو لے کر قصر میں چلے جاؤ۔

یہ کہتے ہی جوشنماہ دونوں افسروں کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ ہرمزان پروین اور نیزرن کے ساتھ قصر کی طرف چل دیا:۔

# عارضی مسرت

جوشناہ پارک سے باہر نکلکر ایک گھوڑے پر سوار ہوا یہ گھوڑا جوشناہ ہی کا تھا۔
اسی گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مہران سے ملنے لگا تھا۔ دونوں افسروں کے گھوڑے بھی اسی
جگہ کھڑے تھے وہ بھی لپٹے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے یہ تینوں اس عالیشان قصر کی
جانب روانہ ہوتے جسمیں مہران نے قیام کیا تھا۔ یہ قصر اس جگہ واقع تھا جہاں دریائے
دجلہ بہتا تھا۔ ناظرین یہ بات لکھے ہوتے نوٹ میں پڑھ چکے ہیں کہ بابل کے عین وسط
میں دریائے دجلہ لایا گیا تھا۔ اس شہر کے بانیوں نے یہ دانشمندی اس لئے کی تھی کہ اگر کبھی وقت
اہل شہر محصور ہو جائیں تو پانی کی قلت سے تکلیف نہ اٹھائیں دریا شہر کے بیچ میں ہونے سے
کھیتی بھی خوب ہو سکیگی اور اہل شہر کو پانی بھی بافراط مل سکیگا۔ جس جگہ دریا شہر میں داخل
ہوتا تھا اور جس جگہ باہر نکلتا تھا دونوں طرف لوہے کی سلاخیں اور لیسپات کی چادریں لگاکر
گھاٹوں کو بند کر دیا گیا تھا لوہے کے مضبوط ایسے جھرنے دونوں طرف لگاتے گئے تھے۔ کہ
سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہ نکل سکتی تھی اور نہ آسانی سے توڑے بھی نہ جا سکتے تھے
جوشناہ اور دونوں افسر نہایت سرعت سے گھوڑے دوڑاتے چلے جارہے تھے وہ یہ
چاہتے تھے کہ کسی طرح ان آدمیوں سے پہلے مہران کے پاس پہنچ جائیں جو گرفتار کر کے
لے جاتے گئے ہیں وہ بہت تیز دوڑے اور گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیتے مگر وہ اپنے ارادہ
میں کامیاب نہ ہوتے ان کو راستہ میں وہ آدمی یا انہیں گرفتار کرنے والے نہ ملے۔ آخر دوڑتے

دوڑتے وہ قصر کے سامنے پہنچے۔ دروازہ پر سنتریوں کا پہرہ تھا نہ صرف دروازہ پر بلکہ قصر کے چاروں طرف تقریباً سو سوار پہرہ پر متعین تھے۔ دروازہ پر پہنچتے ہی جوشماہ اور دونوں افسر اُترے۔ سنتریوں نے ان کو سلام کر کے ان کے گھوڑے پکڑ لیے تینوں قصر میں داخل ہوتے۔

جوشماہ اور اس کے ساتھ والے اس سرعت سے گذرے چلے گئے کہ انہوں نے سنتریوں سے بھی گرفتار شدہ آدمیوں کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ قصر میں پہنچتے ہی وہ اس کمرہ میں گئے جسمیں مہران کی نشست تھی۔ یہ کمرہ نہایت وسیع تھا۔ بہترین شاہانہ سامان سے آراستہ تھا۔ مہران کرسی پر بیٹھا تھا اس کے سامنے دو آدمی بندھے کھڑے تھے۔ کئی سپاہی ان کو حراست میں لیتے ہوتے تھے یہ دونوں امپیریل گارڈ کے سوار تھے۔ مہران نے جوشماہ کو دیکھا اس کے بشرہ سے معلوم ہوا کہ اسے اس وقت جوشماہ کا آنا سخت ناگوار گذرا ہے وہ زیرلب کچھ بڑبڑایا بھی لیکن جوشماہ بھی معمولی آدمی نہ تھا تمام ایرانی سارے اراکین سلطنت خود یزدگرد اس کی عزت کرتے تھے۔ مہران نے بیٹھنے کا اشارہ کیا جوشماہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس کے ساتھ آنے والے افسر مہران کی پشت کی طرف جا کر کھڑے ہو گئے۔ جوشماہ نے کہا مجھے افسوس ہے کہ آپ نے شاہی رسالہ کے دو آدمیوں کو گرفتار کر منگایا یہ رسالہ میری ماتحتی میں ہے اس سے میری ہتک ہوتی۔ مہران نے قدرے کبیدگی سے کہا مجھے تمام لشکر پر اقتدار حاصل ہے میں کل لشکر کا سالار اعظم ہوں۔ سیاہ سفید کا مالک ہوں جو چاہوں کروں۔ کوئی دخل دینے والا کون ہوتا ہے!"

جوشماہ۔ گویا آپ اس لیے سالار اعظم بن کر آتے ہیں کہ لوگوں کی توہین کریں۔

مہران۔ نہیں اس لیے نہیں بلکہ شہنشاہ کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لیے۔

جوشماہ۔ شاہی رسالہ کے سواروں کو گرفتار کرنے سے کون سے شاہی حقوق کی حفاظت مقصود ہے!

مہران۔ جن باتوں کو آپ چھپا رہے ہیں اب وہ سب ظاہر ہو جائیں گے۔

جوشماہ۔ مہران حد سے نہ گذرو۔ مجھ پر رکیک الزام نہ لگاؤ۔ یاد رکھو میں بھی جوشماہ ہوں:۔

مہران نے استہزاد کے طور پر کہا اور جلولا کے رئیس بھی۔ جوشماہ نے نہایت سنجیدگی

سے جواب دیا۔ ہاں جلولا کا رئیس بھی اور اعزازی کرنیل بھی!'

مہران۔ دیکھئے ابھی معلوم ہو جاتے گا کہ آپ نے واقعات کو کہاں تک چھپایا ہے۔ شاہی مجرموں کو پناہ دے کر کہاں تک نمک حلالی کا ثبوت دیا ہے:۔

جوشماہ کو طیش آگیا۔ اس نے درشت لہجہ میں کہا اہل وطن سے پوچھو کون نمک حلال ہے اور کون نمک حرام ہے لوگ کسے بھلائی سے اور کسے برائی سے یاد کرتے ہیں؟ مہران یہ سُن کر سخت برافروختہ ہو گیا اس نے بگڑ کر کہا میرے مُنہ پر ہی مجھے بُرا کہنا جانتے ہو کہ اس کا کیا انجام ہے؟

جوشماہ۔ ملک و قوم کی تباہی ہے:۔

مہران۔ نہیں خود اپنی تباہی۔

جوشماہ۔ اب مجھے شہنشاہ کے حضور میں باریاب ہو کر تمہاری کیا دی کا پول کھولنا پڑے گا:۔

مہران۔ تم کہیں نہیں جا سکتے پہلے اس الزام سے تو بری ہو لو جو تم پر عائد ہو رہا ہے۔

جوشماہ: کون سا الزام ہے؟۔

مہران۔ خاموش ہو کر سُنو:۔

اب مہران شاہی رسالہ کے سواروں سے مخاطب ہُوا۔ اس نے کہا بادشاہ کے نمک خوارو! تم وہ ہو جن کی وفاداری۔ نمک حلالی اور صداقت پر شہنشاہ کو ناز ہے۔ تم کو حکومت سے عقیدت اور شاہ سے محبت ہے اور ہونی چاہیئے تم شاہی رسالہ کے سوار ہو۔ بادشاہ کے محافظ ہو بڑے رتبہ کے لوگ ہو یہ بات مشہور ہے کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے مجھے بتاؤ عبید اور عاصم جو شاہی مجرم ہیں۔ جیلخانہ سے بھاگ کر آتے ہیں جن کا تم ابھی تذکرہ کر رہے تھے وہ کہاں ہیں ایک سوار نے کہا۔ نہ ہم ان دونوں کو جانتے ہیں نہ ہم نے ان کو دیکھا اور نہ ہی ان کا تذکرہ کیا۔ اس جواب سے جوشماہ کا فکر دُور ہو گیا اس نے فاتحانہ انداز سے مہران کو دیکھا۔ مہران جوش غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس نے غضب ناک لہجہ میں کہا تم جھوٹ بولتے ہو تم ان کو جانتے ہو وہ جوشماہ کے پاس ہیں یا تھے؛ لیکن تم جوشماہ سے ڈرتے ہو سچ سچ بتاؤ۔ وہ کہاں ہیں۔ تم کو کوئی آزار نہ آتے گا تم بچائے جاؤ

گئے بلکہ شہنشاہ تم کو انعام دیں گے۔ اب جوشماہ کو سخت طیش آگیا۔ اس نے بگڑ کر کہا۔ بس مہران بہت ہوچکا کیا تم چاہتے ہو کہ اسی کمرہ میں خون کی ندیاں بہہ جائیں؟ مہران بزدل تھا۔ سفاک اور ظالم انسان ہمیشہ بزدل ہوتا ہے وہ کمزوروں اور بے کسوں۔ بیوارثوں پر غرایا کرتا ہے۔ مہران بھی بے بس و مظلوموں فلک کے ستائے ہوئے ستم زدوں پر شیر کی طرح غرایا کرتا ہے مگر آج جوشماہ سے معاملہ آپڑا تھا۔ جوشماہ نے بہت کچھ دبایا لیکن کب تک اور دبا دینے سے تو چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے وہ تو انسان تھا ذی عزت انسان وہ، سیدھا ہوگیا۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو ڈرتا اور دبتا ہے اسے اور ڈرایا دبایا جاتا ہے مگر جو نہیں ڈرتا اُسے کوئی ڈرانے کا بھی حوصلہ نہیں کرتا:۔ جوشماہ کے سیدھا ہونے سے مہران دب گیا۔ اس نے کہا۔ میرے بزرگ آپ فضول ناراض ہوگئے۔ جو بات میرے کانوں میں پڑی تھی۔ سالار اعظم ہونے کی وجہ سے مجھے اس کی تصدیق کرکے اپنا اطمینان کرنا ضروری ہے:۔

جوشماہ نے دیکھ لیا کہ مہران دب گیا اب وہ شیر ہوگیا اس نے گرجکر کہا۔ ایسے اطمینان کو آگ لگاؤ ایسی تصدیق کو تم کو معلوم ہوگیا کہ شاہی سواروں پر الزام لگایا گیا ہے اب الزام لگانے والوں کو سامنے بلاؤ۔ اور انہیں سزا دو:۔

مہران کو خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ جوشماہ ایسا سخت مطالبہ کرے گا وہ گھبرا کر بغلیں جھانکنے لگا۔ جن لوگوں نے مہران سے یہ بات کہی تھی کہ فلاں فلاں شاہی سوار کہہ رہے تھے کہ عبید اور عاصم جوشماہ کے ساتھ ہیں۔ وہ مہران کے خاص آدمی تھے مہران ان کو سزا کیسے دے سکتا تھا۔ اس نے معاملہ رفع دفع کرنے کے لئے کہا۔ محترم بزرگ شاید قدرے غلط فہمی سے کام لیا گیا ہو مجھے موقعہ دیجئے کہ میں تحقیقات کرلوں اگر شاہی سواروں پر الزام لگانیوالے جھوٹے ثابت ہوتے تو انہیں سزا دی جاتے:۔

جوشماہ نے تیز نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ کیا اب بھی آپ کو شُبہ رہے گا۔

مہران جوشماہ سے بہت کچھ دب گیا تھا اس نے جلدی سے کہا نہیں شُبہ نہیں بلکہ ممکن ہے کہ مجھے ہی مغالطہ ہوا ہو یعنی کہا کچھ گیا ہو اور میں نے سمجھ کچھ لیا ہو:۔

جوشماہ۔ مگر اس غلطی سے شاہی رسالہ کے سواروں کی جو توہین ہوتی ہے اس کا

ذمہ دار کون ہے ؟

مہران۔ یہ غلطی میری ہے اور میں ہی معافی چاہتا ہوں اور عزت کے ساتھ ان ہر دو سواروں کو رہا کرتا ہوں :۔

یہ کہتے ہی مہران نے اپنے ان آدمیوں کو جو شاہی سواروں کو حراست میں لئے کھڑے تھے اشارہ کیا فوراً سواروں کی بندشیں کھول دی گیئں۔ جو لوگ ان کو حراست میں لئے کھڑے تھے۔ انہوں نے دوزانو ہو کر تلواریں اٹھا کر سواروں کو سلام کیا۔ مہران کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر چھت کی طرف بلند کیا یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ سوار باعزت رہا کر دیئے گئے۔ جو شنماہ کو سواروں کی رہائی سے بڑی مسرت ہوئی۔ اس نے اٹھتے ہوئے دریافت کیا۔ جھوٹا الزام لگانے والوں کو کب تک سزا دی جائے گی۔

مہران نے جواب دیا۔ کل تحقیقات کے بعد :۔

جو شنماہ نے کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں افسر اور دونوں سوار بھی نکل آئے یہ سب کے سب اپنی کامیابی پر نہایت خوش تھے مگر جو شنماہ سمجھتا تھا کہ یہ کامیابی کی مسرت عارضی ہے بھانڈہ پھوٹیگا اور پھر پھوٹیگا۔ اصلیت ظاہر ہو کر رہے گی ناممکن ہے کہ عاصم اور عبید کی موجودگی کا راز نہ کھلے اس خیال سے جو شنماہ پھر افسردہ خاطر ہو گیا۔ جب وہ قصر سے باہر نکلے تو جو شنماہ نے افسروں سے مخاطب ہو کر کہا اس وقت تو ہم کامیاب ہو گئے مگر یہ کامیابی عارضی معلوم ہوتی ہے :۔

ایک افسر نے کہا۔ بیشک آپ کا خیال صحیح ہے مہران پورا شیطان ہے وہ پھر تحقیقات کرے گا اور یقیناً اصلیت اس پر منکشف ہو جائے گی۔

جو شنماہ۔ یہی مجھے اندیشہ ہے اس وقت تو مہران دب گیا ہے مگر جب اسے اصلی حال معلوم ہو جائے گا تو ہم سب کی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے گا۔

وہی افسر۔ یہ ٹھیک ہے لیکن پھر ہم کیا کریں !

جو شنماہ۔ کیوں نہ ہم مسلمانوں کی پناہ لے لیں۔

افسر نے حیرت سے جو شنماہ کو دیکھ کر کہا مسلمانوں کی پناہ ؟۔

جو شنماہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ ہاں اس میں ہرج کیا ہے ؟

وہی افسر۔ لیکن مسلمان پناہ کیوں دیں گے !۔

جوشناہ۔ عاصم نے اس کا اقرار کیا۔

وہی افسر۔ لیکن اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو ہمارا کیا حشر ہو گا؟

جوشناہ۔ جس رفتار سے مسلمان بڑھ رہے ہیں جس سُرعت سے انہیں فتوحات مل رہی ہیں جس جوش سے وہ لڑ رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوتے اوّل تو امکان ہزیمت ہی مشکل ہے اور بالفرض اگر شکست ہو بھی تو جو اُن کا حشر ہو گا وہی ہمارا۔ اپنے ملک اپنی قوم میں رہتے ہوتے جو ذلت ہماری ہو رہی ہے اس سے یہ بہتر ہے کہ ہم غیر قوم میں عزت سے رہیں۔ اگر عرب واپس لوٹے تو ہم بھی ان کے ساتھ حجاز چلے جائیں گے۔

وہی افسر۔ ممکن ہے مسلمان ہماری عزت نہ کریں۔

جوشناہ۔ کبھی نہیں وہ سب کو اپنے سے زیادہ اچھا جانتے ہیں۔

وہی افسر۔ اگر آپ نے سب کچھ سوچ لیا ہے تو پھر بحث و تمحیص بے کار ہے۔ جو آپ کی سمجھ میں آتے کیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جوشناہ۔ آپ تمام افسروں اور سپاہیوں کو اس پر آمادہ کریں !

وہی افسر۔ تمام سپاہی سب افسر آپ سے محبت کرتے ہیں سب کے سب فوراً آمادہ ہو جائیں گے :۔

جوشناہ۔ خفیہ خفیہ تم سب کو تیار کر لو۔

وہی افسر۔ بہتر ہے!

جوشناہ۔ مجھے آج دن چھپتے ہی اطلاع کر دینا۔!

اس افسر نے حیرت سے جوشناہ کو دیکھ کر کہا آج ہی ؟۔

جوشناہ۔ ہاں آج ہی ممکن ہے کہ ہمیں رات ہی کو مسلمانوں کے لشکر میں جانا پڑا ہے

وہی افسر۔ بہتر ہے میں آج ہی دن چھپنے کے بعد آؤں گا۔

اب یہ سب جوشناہ کے قصر کی طرف روانہ ہوتے !!

---

# فتح کے اسباب

ہرمزان۔ جوزنتا، پروین اور پریزاد خیزران کو ہمراہ لے کر قصر میں پہنچا۔ یہ تینوں ایک کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تینوں متفکر و پریشان اور افسردہ خاطر تھے چپ چاپ بیٹھ گئے۔ واقعات کچھ ایسے پیش آرہے تھے کہ ان کے فکرو آلام میں اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا۔ کمی نہ ہوتی تھی۔ کافراد اپروین نئے نئے آلام کا مقابلہ کرتے کرتے گھلی جارہی تھی لیکن یہ بات عجیب تر تھی کہ اس کی خوبصورتی۔ اس کی رعنائی، اس کی دلربائی، بڑھتی جاتی تھی:۔

اِن تینوں کو فکر تھا۔ خوف تھا۔ وہ جوشنماہ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ انتظار کرتے کرتے انہیں دوپہر ہوگئی۔ دوپہر کے وقت ان کی بے قراری بڑھ گئی ان کو طرح طرح کے ادہام، قسم قسم کے خیالات آآکر ستانے لگے۔ کبھی خیال ہوتا تھا کہ جوشنماہ گرفتار ہو گیا۔ کبھی خیال ہوتا کہ جوشنماہ غضب ناک ہو گیا ہے کہیں لڑ نہ پڑا ہو۔ غرض انہیں اور اسی قسم کے تخیلات میں وہ غلطاں تھے کہ جوشنماہ آگیا اسے دیکھتے ہی سب کے سب خوش ہوتے۔

جوشنماہ آکر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پروین نے بیٹھتے ہی دریافت کیا۔ کیا ہوا اباجان مہران کس طرح پیش آیا:۔ جوشنماہ نے تمام حال مفصل طریقہ پر سنا کر کہا۔ اب ہمارے لئے خطرات بڑھ گئے ہیں اِس وقت تو مہران اپنی بزدلی کی وجہ سے مرعوب ہو گیا۔ ڈر گیا۔ اور بات بن گئی۔ مگر مجھے خدشہ ہے کہ یہ بات زیادہ عرصہ تک چھپی نہ رہے گی ہم کو یہاں

سے نکل جانا ہی چاہیئے۔ رات تک تیاری کر لو۔ رات کو عاصم آئے گا۔ اس کے آتے ہی اس کے ہمراہ چل دیں گے:۔

اس کے بعد سب نے کھانا کھایا کھانا کھا کر چپکے ہی چپکے تیاریاں کرنے لگے قیمتی۔ قیمتی سامان باندھا جانے لگا تیاریاں میں وقت گذرتا نہ معلوم ہوا۔ دوسرے سے تیسرا پہر پھر شام پھر رات ہو گئی۔ رات ہوتے ہی تمام قصر میں شمعیں روشن کر دی گئیں۔ روشنی نے قصر کو بقعۂ نور بنا دیا۔ اس وقت جوشماہ تنہا بیٹھا تھا کہ شاہی رسالہ کے دونوں افسر جو صبح اِن کے ہمراہ مہران کے پاس گئے تھے آ گئے۔ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

جوشماہ نے دریافت کیا۔ کہیئے آپ نے اور لوگوں سے تذکرہ کیا تھا۔

ایک افسر نے جواب دیا۔ جی ہاں کیا تھا تمام افسر اور سارے سپاہی تیار ہیں۔ تمام شاہی رسالہ میں جوش پھیلا ہوا ہے ہر شخص کو مہران سے نفرت ہے۔ سب کا خیال ہے کہ مہران نے شاہی رسالہ کو ذلیل کرنے کے لئے دو سواروں پر بے جا الزام لگا کر گرفتار کیا تھا۔

جوشماہ اس بات کو سُن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔ لوگوں کا خیال صحیح ہے بدسرشت شیطان سب کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

وہی افسر۔ یہی بات ہے تمام رسالہ آپ کے ساتھ ہے۔ جو آپ کہہ دیں گے۔ کرے گا۔ جہاں آپ جائیں گے۔ آپ کے ساتھ ساتھ جائے گا۔

جوشماہ۔ اب رات زیادہ آ گئی ہے عاصم واپس آ رہا ہوگا۔ آؤ اسے لے آئیں:۔

وہی افسر۔ چلیئے!۔

یہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ قصر سے باہر آئے۔ دونوں افسروں کے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ جوشماہ نے اپنا گھوڑا منگایا تینوں سوار ہو کر پھاٹک کی طرف چلے چونکہ پھاٹک فاصلے پر تھا اس لئے تینوں نے گھوڑے سرپٹ دوڑائے۔ گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ پھاٹک پر پہنچ گئے۔ جوشنماہ نے دستریوں کو پھاٹک کھولنے کا حکم دیا۔ پھاٹک کھلا اور یہ تینوں باہر نکلے اس وقت رات زیادہ آگئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ایسا اندھیرا کہ چند قدم کی چیز بھی اچھی طرح نظر آتی تھی۔ نیلگوں آسمان کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ ستارے سیاہ آسمان میں تیر رہے تھے۔ فضا خاموش تھی کائنات کا ذرہ ذرہ پرسکون تھا۔ جوشنماہ نے بابل سے باہر نکل کر اسلامی لشکر کی طرف دیکھا اسلامی لشکر میں جگہ جگہ آگ روشن ہو رہی تھی۔ دُور سے آگ کی روشنی کے عکس میں خیمے مٹے مٹے نظر آرہے تھے۔ جوشنماہ اور اس کے دونوں ہمراہی اسلامی لشکر کی طرف بڑھے۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دُور چلے تھے کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی وہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ آواز قریب آتی جارہی تھی۔ جوشنماہ نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چند سوار اس طرف آرہے ہیں۔ دونوں افسر آواز کی طرف کان لگاتے ہوتے تھے ایک افسر نے کہا۔ میرے خیال میں تین سوار ہیں۔ جوشنماہ نے کہا۔ ہاں تین ہی معلوم ہوتے ہیں مگر ہم تو عاصم و عبید دو ہی آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ اُن کے ساتھ تیسرا کون ہے؟

دوسرے افسر نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ عبید اور عاصم نہ ہوں بلکہ کوئی اور ہوں:۔

جوشنماہ۔ یہ بھی ممکن ہے:۔

پہلا افسر۔ ہم کو احتراز و احتیاط کرنی لازم ہے یہ مسلمان بڑے نڈر اور بہادر ہوتے ہیں کہیں ہم پر ہی نہ آٹوٹیں!

جوشنماہ۔ بے شک احتیاط کرو۔ دیکھو آنے والوں میں سے کوئی بول رہا ہے۔

جوشنماہ نے سچ کہا تھا کوئی کہہ رہا تھا۔ جعفر بابل کا قلعہ قریب آگیا ہے اب آہستہ آہستہ چلو۔ ساتھ ہی گھوڑوں کے آہستہ آہستہ آنے کی آواز آئی۔ جوشنماہ نے کہا۔ کوئی خوف نہ کرو۔ میں نے پہچان لیا ہے: یہ آواز عاصم کی تھی۔ بس یہیں ٹھہر جاؤ۔ عاصم کو آنے دو!! یہ سب رک گئے تھوڑی دیر میں آنے والے سوار قریب آگئے انہوں نے جوشنماہ اور اس کے ہمراہیوں کو دیکھ لیا۔ اندھیرا ہوتے کی وجہ سے وہ یہ شناخت نہ کر سکے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ان میں سے ایک نے گھوڑے کو مہمیز لگا کر بڑھایا اور ڈپٹ کر کہا۔ یہ کون کھڑے ہیں فوراً بولو ورنہ نیزہ سینہ کے

پار ہو گا ساتھ ہی نیزہ کی انی چمکی معلوم ہوتا تھا کہ اس جھپٹنے والے سوار نے نیزہ سنبھال لیا تھا۔ جوشنماہ نے آواز پہچان لی تھی۔ یہ عاصم کی آواز تھی۔ اس نے کہا عاصم میں ہوں جوشنماہ تمہارا انتظار کر رہا تھا:۔

عاصم نے قریب آ کر سلام کیا۔ اُس نے کہا آپ وقت پر تشریف لاتے۔ مجھے یہی اندیشہ تھا کہ کہیں آپ پھاٹک پر نہ آسکے تو بڑی دقت ہو گی۔ اب عبید اور جعفر بھی عاصم کے پاس پہنچ گئے۔ جوشنماہ نے کہا کیسے نہ آتا مجھے خود آنے کی فکر تھی۔

عاصم۔ کہئے عمران نے دن میں کچھ نہیں پوچھا!

جوشنماہ۔ وہ مشکوک ہو گیا ہے عاصم! یزدان نے بڑی خیریت کی آج بچ گئے:۔

یہ کہہ کر جوشنماہ نے تمام واقعہ جو دن میں گذرا تھا۔ عاصم کو سنا دیا عاصم نے سب کچھ سُننے کے بعد دریافت کیا اب آپ کا کیا ارادہ ہے:۔

جوشنماہ۔ پہلے تم بتاؤ تمہارے سردار نے کیا کہا؟

عاصم۔ انہوں نے میری عرضداشت منظور کر لی ہے آپ کو امان مل گئی نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے متعلقین کو بھی امان ملگئی۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ جس کو آپ کہیں گے امان دیدی جائے گی:۔

جوشنماہ اس بات کو سُن کر بہت خوش ہوتے انہوں نے کہا یہ زبانی وعدہ ہے یا تحریری!۔

عاصم۔ تحریری! لیجئے یہ امان نامہ ہے اگر روشنی ہو تو پڑھ لیجئے۔

عاصم نے ایک جھلی نما کاغذ جوشنماہ کو دیا۔ جوشنماہ نے لے کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوتے کہا۔ یہاں روشنی نہیں ہے میں پڑھ لوں گا۔۔۔۔ عاصم اس وقت میرے دل ایک خیال پیدا ہوا ہے!!

عاصم۔ کیا؟

جوشنماہ۔ کیوں نہ میں تمہارا قبضہ بابل پر کرا دوں!

عاصم۔ اگر ایسا ہو تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ اس سے تمام مسلمانوں میں آپ کا وقار بڑھ

جلا ئے گا:۔

جوشماہ۔ بس تو تم واپس چلے جاؤ اور جس قدر لشکر مناسب سمجھو اپنے ساتھ لے آؤ میں سنتریوں کو پھاٹک پر سے ٹال دوں گا۔ اور تمہارے آتے ہی دروازہ کھول دیا جائے گا۔

عاصم۔ بہتر ہے۔

جوشماہ۔ بس تو جلدی کرو فوراً جاؤ اور لشکر کو اس طرح سے لاؤ کہ اس کے آنے کا کھٹکا نہ ہو:۔

عاصم۔ ایسا ہی ہو گا لیکن آپ اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دیجئے کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہو کوئی سپاہی ہتھیار نہ باندھے کیونکہ مسلمان لڑائی کے وقت یہ کیسے سمجھ سکیں گے کہ آپ کے ہمراہی کون ہیں اور پھر ان کے کون ؟

جوشماہ میں ان کو ہدایت کر دوں گا میرے ہمراہیوں میں سے ایک فرد تک بارک سے باہر نہ نکلے !۔

عاصم۔ ٹھیک ہے۔

عاصم۔ عبید۔ جعفر تینوں چلے گئے۔ جوشماہ اور اس کے دونوں ساتھی کھڑے رہ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جوشماہ نے کہا۔ میرے خیال میں تم دونوں واپس چلے جاؤ اور اپنے تمام لشکر کو ہدایت کر دو کہ بغیر میرے حکم کے کوئی بارک سے باہر نہ نکلے نہ ہتھیار لگائے:۔

ایک افسر نے بہت خوب کہا اور دونوں چلے گئے اب جوشماہ تنہا رہ گیا وہ گھوڑے کو ادھر اُدھر چکر دینے لگا۔ رات خاموشی سے بڑھتی رہی کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش رہا بسیط آسمان میں تیرنے والے ستارے ساکنان ارض کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ دو ثلث رات گذر کر صرف ایک ثلث باقی رہ گئی۔

جوشماہ اس وقت بابل کی فصیل سے آگے بڑھا کھڑا تھا، وہ مسلمانوں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے دور پر کچھ آواز محسوس ہوئی۔ اُس نے کان لگا کر سنا اسے معلوم ہوا کہ بہت سے گھوڑے آہستہ آہستہ آ رہے ہیں وہ سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہیں۔ وہ بدستور کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ آنے والے قریب آ گئے۔

جوشنماہ نے ان کو دیکھا۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ وہ ایک ہزار سوار تھے سب سے آگے عاصم تھا۔ عاصم بڑھ کر جوشنماہ کے پاس آیا۔ جوشنماہ نے کہا کیا صرف اتنے ہی لشکر سے تم بابل فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟۔

عاصم نے کہا۔ آپ ان کی قلت کا خیال نہ کریں ان میں سے ہر ایک وہ شخص ہے جو ایک ہزار سے لڑ سکتا ہے آپ دیکھیں گے کہ یہ کس طرح ایرانیوں کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔

جوشنماہ۔ عاصم تم نے غلطی کی تمہیں تمام لشکر لانا چاہیئے تھا!

عاصم۔ تمام لشکر بھی آنے والا ہے یہ تھوڑے سے آدمی اس لئے لے آیا ہوں کہ فصیل والے ہماری آمد سے خبردار نہ ہو جائیں اور ہم آسانی سے پھاٹک قابض ہو جائیں۔ ہمارے پیچھے تمام لشکر آ رہا ہے!!

جوشنماہ۔ اچھا میرے ہمراہ صرف دس آدمی چلو۔ پھاٹک پر جو سنتری ہیں پہلے ان کو اپنے قبضے میں کر لو!!

عاصم نے کہا۔ بہتر ہے اور دس آدمیوں کو منتخب کر لیا!!

جوشنماہ ان کو ساتھ لے کر بابل کے پھاٹک کی طرف بڑھا باقی لشکر چپ چاپ کھڑا رہ گیا۔ اس طرح خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جس سے یقین ہونے لگا تھا کہ مسلمان بابل کو فتح کریں گے:

# بابل کی فتح

جوشنماہ ان میں دس انتخاب شدہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر پھاٹک کے قریب پہنچا۔ عاصم نے فصیل کے اوپر والے سپاہیوں کی ہوشیار باش! ہوشیار باش!! کی آواز سُنی۔ جوشنماہ نے آہستہ آہستہ سے کہا۔ دیکھو پھاٹک میں داخل ہوتے ہی سنتریوں پر جھپٹ پڑنا۔ عاصم نے کہا۔ آپ چلیں تو سہی! دیکھئے کس آسانی سے ہم سنتریوں کو قابو میں کرتے ہیں:

اب یہ سب آہستہ آہستہ چلے اور پھاٹک میں داخل ہوتے۔ سنتری پھاٹک کے دوسری طرف بیٹھے اُونگھ رہے تھے۔ عاصم اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں نکال نکال کر ایک ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ وہ کھٹکے کی آواز سُن کر ہوشیار ہوتے۔ انہوں نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں ننگی تلواریں دیکھ دیکھ کر سہم گئے ان میں سے ایک بھی نہ اٹھ سکا نہ کچھ بول سکا تلواریں ان کے سروں پر پڑیں اور ان کا کام تمام ہوگیا!!

پھاٹک پر دس ہی سنتریوں کا پہرہ تھا اور سب کے سب کام آتے پھاٹک کے دونوں طرف بارکیں تھیں بارکوں میں ایرانی فوج پڑی میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی۔ ان کو خبر تک نہ ہوئی کہ سنتری مار ڈالے گئے۔

سنتریوں کا صفایا ہوتے ہی جوشنماہ نے آہستہ سے کہا۔ جب تم فتح پا لوگے تو میرے قصر میں آنا۔

یہ کہتے ہی جوشنماہ چلا گیا۔ عاصم اپنے ہمراہیوں کو پھاٹک پر کھڑا کر کے باہر نکلا۔ وہ

آہستہ آہستہ چلکر مجاہدین کے پاس پہنچا۔ اور ان کو خاموشی سے چلنے کی ہدایت کی:۔
اسلامی لشکر نہایت احتیاط اور خاموشی سے بڑھا۔ بڑی ہی آہستگی سے چل کر پھاٹک کے اندر داخل ہُوا۔ اگرچہ مسلمانوں نے بہت زیادہ حزم و احتیاط کی مگر احتیاط وہاں کام آتی ہے جہاں دو چار دس بیس آدمی ہوں اور جہاں ایک ہزار ہوں وہاں کیا احتیاط ہو سکتی تھی پھر پیادے نہیں بلکہ سوار تھے۔ چنانچہ جب مسلمان پھاٹک عبور کر کے بابل میں داخل ہوتے تو ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے ان ایرانیوں کی آنکھ کھل گئی۔ جو کہ پھاٹک کے قریب بارکوں میں پڑے سو رہے تھے۔

بہت سے ایرانی بیدار ہوتے ہی آنکھیں ملتے ہوتے بارکوں سے باہر نکل آتے اگرچہ اندھیرا ہو رہا تھا لیکن ایک تو فاصلہ کم تھا دوسرے کھلا ہوا میدان تھا۔ تیسرے مسلمانوں کی جداگانہ پوشاک تھی۔ ایرانیوں نے اُن کو پہچان لیا وہ فوراً بارکوں کی طرف پلٹے اور انہوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا مسلمان آگئے۔ بابل کے اندر مسلمان آگئے:۔
ان متواتر آوازوں کو سُن سن کر تمام بارکوں میں ایک قسم کی بے قراری کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ہر بارک سے سپاہی اُٹھ اٹھ کر باہر نکلنے اور مسلمان آگئے بابل کے اندر مسلمان آگئے کے نعرے لگانے لگے۔ بارکوں سے کسی قدر فاصلے پر خیمے نصب تھے خیموں کے اندر بھی ایرانی لشکر مقیم تھا۔

وہ بھی گھبرا کر اٹھا۔ اور خیموں سے باہر نکل نکل کر چلانے لگا۔ مسلمان آگئے۔ بابل کے اندر مسلمان آگئے۔ بارکوں اور خیموں والے ایرانیوں کی فصیل سے ٹکرانے والی آواز نے سونے والے ایرانیوں کو جگا دیا۔ وہ بھی اس افراتفری میں اٹھے اور چلا چلا کر کہنے لگے مسلمان آگئے بابل کے اندر مسلمان آگئے!!

ان بہیم آوازوں کو مسلمانوں نے سُنا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ عاصم نے کہا۔ یہ وقت دیکھنے کا نہیں۔ چاروں طرف بکھر جاؤ اور ایرانیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دو۔
یہ لشکر عاصم ہی کی ماتحتی میں آیا تھا۔ عاصم سے اتنا سنتے ہی مسلمان پھیل گئے۔ وہ بارک والوں پر جا پڑے۔ انہوں نے تلواریں سونت لیں اور نہایت تیزی سے ایرانیوں کے سروں

پر چلانا شروع کر دیں۔ ایرانی نہتے تھے غیر مسلح تھے۔ ابھی سو کر اٹھے تھے۔ اکثر ابھی تک آنکھیں ہی مل رہے تھے وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے ان کے سامنے سے بھاگے شور مچاتے ہوتے بھاگے اپنی پوری قوت سے شور مچاتے ہوتے بھاگے اپنی پوری قوت سے چلاتے گلا پھاڑتے ہوتے بھاگے لیکن وہ پیدل تھے۔ مسلمان سوار بھاگ کر کہاں جانے چند ہی قدم دوڑتے پاتے۔ تھوڑا ہی سا چلاتے کہ کسی نہ کسی مسلمان کی تلوار سر پہ پڑتی اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو کر لیٹ جاتے۔

چشم زدن میں مسلمانوں نے ہزاروں ایرانیوں کو کھیرے ککھڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ مگر ایرانیوں کے چلانے سے ان کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ تمام قلعہ میں ہنگامہ مچ گیا۔ ہلڑ پیدا ہو گیا۔ سارے ایرانی جلد جلد اٹھ اٹھ کر مسلح ہو ہو کر اسی طرف آنے لگے۔ جس طرف موت کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ مسلمان ایرانیوں کو کاٹ رہے تھے:۔

سب سے پہلے تیرؔجان اپنا لشکر لے کر پہنچا۔ عجلت کی وجہ سے سارا لشکر تو وہ بھی نہ لا سکا۔ تاہم پانچ ہزار سواروں کو مسلح کر لایا۔ باقیوں کو جلد سے جلد مسلح ہو کر آنے کی ہدایت کر آیا اس نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمان چاروں طرف بکھرے ہوتے ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ جب انہوں نے تیرؔجان کے ہمراہیوں کو صفیں باندھتے آتے اور حملہ کرتے دیکھا تو وہ بھی سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور نہایت دلیری سے لڑنے لگے تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے:۔

مسلمان سنگی چٹان کی طرح پھاٹک کے سامنے جم گئے انہوں نے جلدی سے اپنی دو صفیں قائم کر لیں اور بڑی بے جگری سے لڑائی میں مصروف ہو گئے ایرانی چلا چلا کر نعرے لگا رہے تھے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے تمام بابل نعروں کی آواز سے گونج رہا تھا۔ سارا لشکر اور تمام اہل شہر بیدار ہو گئے تھے۔ ہر طرف سے لشکر مسلح ہو ہو کر محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ شہر کے باشندے گھروں میں چھپے خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے۔ عاصم کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ علم کا پھریرا ہوا میں لہرا رہا تھا۔

عاصم نہایت جوش بڑی دلیری اور نہایت بے خوفی سے لڑ رہا تھا وہ جس طرف حملہ

کرتا تھا صف کی صف الٹ دیتا تھا جس ایرانی پر اس کی تلوار پڑتی تھی۔ وہی مردہ ہو کر گر پڑتا تھا:۔

ایرانی جوش میں آکر پیچ و تاب کھا کر بڑھتے تھے۔ عاصم پر حملہ کرتے تھے لیکن جب وہ عاصم کے قریب پہنچتے۔ عاصم ان پر جھپٹتا۔ پانچ سات ایرانی مارے جاتے بقیہ ایستف ڈکر پیچھے ہٹ جاتے۔

عاصم کے برابر ہی علبید تھا۔ علبید بھی نہایت دلیری سے لڑ رہا تھا وہ بھی جس پر جھپٹتا جس پر حملہ کرتا اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ اس حارا شگاف تلوار خود اور زرہ کاٹ کر سر و تن کا فیصلہ کر دیتی:۔

علبید کے قریب جعفر تھا وہ بھی بکمال بہادر اور جنگجو تھا نہایت پھرتی سے گھوڑا دوڑا دوڑا کر حملے کر رہا تھا۔ اس نے بھی بہت سے ایرانیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ صرف یہ تینوں ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان خونخوار شیر بنا ہوا تھا ایرانیوں کو چیرنے پھاڑنے میں ایک دوسرے سے زیادہ حریص بن رہا تھا۔

چاروں طرف سے ایرانیوں کے دستوں پر دستے آ رہے تھے۔ بڑے جوش سے آ رہے تھے غصہ میں بھر بھر کر آ رہے تھے۔ صفیں باندھ باندھ کر سمٹ سمٹ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو کچلڈالنا چاہتے تھے بڑے جوش سے حملے کرتے تھے لیکن مسلمان گویا لوہے کے تھے نہ ڈرتے تھے نہ پیچھے ہٹنا نہ مرنا جانتے تھے۔ برابر کھڑے ہوتے لڑ رہے تھے۔ ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ ایرانیوں کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی نہایت اور شور سے ہو رہی تھی۔ اگرچہ برابر کا مقابلہ نہ تھا۔ مسلمان صرف ایک ہزار تھے اور ایرانی ایک لاکھ سے بھی زیادہ لیکن مسلمانوں کے پشت کی جانب فصیل تھی سامنے ایرانی لشکر تھا پیچھے کی طرف سے حملہ کا خدشہ نہ تھا اور سامنے والوں سے وہ لڑ ہی رہے تھے۔ اگرچہ ایرانی دو لاکھ بھی ہوتے تو کچھ فائدہ نہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کو جو کمین گاہ ملی ہوئی تھی۔ وہ ایسی تھی کہ ایرانیوں کی کثرت ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی اس لئے مسلمان نہایت اطمینان سے لڑ رہے تھے:۔

اب صبح صادق کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اندھیرا مغرب کی طرف سمٹنے لگا تھا۔ مشرق کی جانب سے روشنی کی سفید چادر اٹھنے لگی تھی اجالا پھیلنے لگا تھا۔ ایرانیوں کو مسلمان کی اور مسلمانوں کو ایرانیوں کی صورتیں نظر آنے لگی تھیں۔ اب تک تو مسلمان اندھیرے میں سر جھکائے لڑ رہے تھے۔ مگر جب روشنی پھیلی اور انہوں نے سر اٹھا کر سامنے نظر کی تو ایرانی سواروں کا سمندر نظر آیا جو حدِ نگاہ تک ہچکولے کھا رہا تھا۔ مسلمان اس قدر لشکر دیکھ کر کسی قدر متفکر ہوتے فکر کی وجہ معقول تھی ایرانی اس قدر زیادہ تھے کہ اگر وہ بغیر ہاتھ پاؤں مارے مسلمانوں کے سامنے قتل ہونے کے لئے بیٹھ جاتے تو یہ ایک ہزار مسلمان کئی دن میں ان کو قتل کر سکتے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ ایرانی ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے بابل میں ان کے مزار نہیں گنتے دیارِ غیر میں شہید ہوں گے۔ اور شہید ہونا ان کی عین تمنا تھی۔ سب کے دلوں میں ایک ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ بچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے کیوں نہ ایرانیوں کو اچھی طرح قتل کر کر کے مریں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بے خوفی سے حملے کرنے لگے ایک دم گھوڑوں کی کنوتیاں ملا کر جھپٹے ایرانی صفوں پر گرتے جلد جلد حملہ کرتے اور تمام صفوں کو الٹ کر قتل کر کے پیچھے ہٹتے :۔

ایرانی حیران تھے۔ ان کو غصہ بھی آتا جوش بھی آتا۔ مگر نہ غصہ سے کچھ ہوتا نہ جوش سے جو غصہ میں آ کر بڑھتے۔ جوش میں آ کر حملہ کرتے وہی مسلمانوں کی تلواروں کی نذر ہو جاتے۔

اب آفتاب افق مشرق سے جھانکنے لگا تھا۔ تمام بابل میں کافی روشنی پھیل گئی تھی۔ عام طور پر اس وقت بابل کے بازار کھل جاتے لوگ کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔ مگر آج مسلمان بابل کے اندر آ کر لڑ رہے تھے۔ نہ کوئی باہر نکلا نہ بازار کھلے اور نہ کاروبار شروع ہوا :۔

نخیر جان کئی صفوں کے پیچھے کھڑا ایرانیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہا تھا۔ ایرانی جوش میں آ کر بڑھتے تھے۔ مسلمانوں پر حملے کرتے تھے۔ مگر جب مسلمان ان پر ٹوٹ پڑتے تھے تو وہ یا تو موت کا شکار ہو کر ڈھیر ہو جاتے۔ یا گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے۔

یہ بات نہیں ہے کہ مسلمان شہید نہ ہو رہے تھے وہ بھی مر رہے تھے لیکن بہت

کم البتہ وہ قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے ان کے بازو سُست پڑ گئے تھے۔ اب وہ اس جوش سے نہ لڑ رہے تھے۔ جس جوش سے سے آفتاب طلوع ہونے سے قبل حملے کرتے رہے تھے۔

ایرانیوں نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں کے قویٰ سُست پڑ گئے ان کے بازو جواب دینے لگے ہیں۔ تلواریں پوری کاٹ نہیں کرتی ہیں یہ دیکھ کر ان کے دل بڑھ گئے۔ انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اس حملہ کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر وہ ایرانیوں کو نہ روک سکے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ عاصم نے مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی اسے افسوس بھی ہُوا جوش بھی آیا۔ اس نے للکار کر کہا!!

مسلمانو! یہ کیا بزدلی ہے پیچھے ہٹتے ہو۔ لڑنے سے جی چراتے ہو بہشت سے بھاگتے ہو۔ خدا کی نافرمانی کرتے ہو۔ خدا کی قسم قیامت کے روز رسول خدا تم سے ناخوش ہوں گے۔ بڑھو حملہ کرو۔ مار دو یا شہید ہو جاؤ۔ عاصم کی مختصر تقریر نے مسلمانوں میں جوش و غیرت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ وہ اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگا کر بڑھے۔ ایرانیوں پر ٹوٹے ان کو قتل کرنے لگے مگر بہت جلد یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ طاقت جواب دے گئی۔ جس قدر بڑھے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے:۔

اب ایرانی کمال جوش میں آکر بڑھے۔ انہوں نے تلواروں کی باڑھ پر مسلمانوں کو رکھ لیا۔ مسلمان شہید ہونے لگے۔ عاصم نے دیکھا وہ تڑپ گئے۔ وہ عبید جعفر تینوں اب بھی کمال دلیری سے لڑ رہے تھے لیکن صرف تین آدمی ڈیڑھ پونے دو لاکھ سے کب تک لڑ سکتے تھے:۔

عاصم نے خلوص دل سے دُعا مانگی۔ اے الہ العالمین مسلمانوں کی غیب سے امداد کر۔ انہیں بچا لے یہ تیرے اور صرف تیرے پرستار اور نام لیوا ہیں۔ تیرے ہی بھروسہ پر لڑنے آتے ہیں۔ تو نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ لہٰذا اب ان کی بھی امداد و اعانت فرما:۔

ابھی یہ الفاظ ان کی زبان سے ادا ہی ہو رہے تھے کہ اللہ اکبر کے پرہیبت نعرہ کی آواز آئی۔ آواز کے ساتھ ہی مسلمان بابل کے اندر آنا شروع ہو گئے۔ ان کا تانتا لگ گیا:۔

عاصم اور اس کے ہمراہی ایک طرف ہٹ گئے۔ تازہ دم مسلمانوں نے آتے ہی ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی بھی ان پر جھک گئے نہایت ہی خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان نہایت غیظ و غضب میں بھرے ہوتے تھے۔ نہایت پھرتی اور دلیری سے لڑ رہے تھے وہ مارتے کاٹتے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو روکنا چاہتے تھے مگر مسلمان کسطرح نہ رکتے تھے برابر قتل و خونریزی کا بازار گرم کرتے کشتوں کے پشتے لگاتے بڑھ رہے تھے:۔

اگرچہ ہزاروں اندر آ گئے تھے مگر ان کے داخلہ کا تانتا بدستور لگا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ مسلمانوں کا وہ تمام لشکر جو حضرت سعدؓ کی سرکردگی میں تھا رات ہی کو آگیا تھا گویا تمام اسلامی لشکر بابل کے سامنے اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت سارا ہی لشکر بابل کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا جس وقت اسلامی لشکر بابل میں داخل ہو رہا تھا اس وقت مہران بھی تمام لشکر لے کر آ گیا تھا۔ سارا بابل سواروں اور سپاہیوں سے بھر گیا۔ زہرہ نے قلعہ میں داخل ہوتے ہی تجیر جان کو دیکھا وہ صفیں چیرتا ہوا بڑھا۔ اس کے ساتھ ہی کئی سو مسلمان بڑھے۔ ایرانی سد راہ ہو گئے جنگ نہایت زور و شور سے ہونے لگی۔ قدم قدم پر لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ چونکہ مرنے والے ایرانیوں کی جگہ تازہ دم ایرانی آتے جاتے تھے اس لئے مسلمان تیزی سے نہ بڑھ سکتے تھے ایرانی کو قتل کرتے سامنے سے ہٹاتے بڑھ رہے تقریباً ایک گھنٹہ کی جدّ و جہد کے بعد زہرہ تجیر جان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ تجیر جان نے زہرہ کو دیکھا اس نے تلوار سے ان پر حملہ کیا۔ زہرہ نے نہایت پھرتی سے اس کا حملہ کا اور پھر خود حملہ کیا۔ تجیر جان نے ڈھال سامنے کر دی۔ زہرہ کی تلوار ڈھال کاٹ کر اس کے شانہ پر پڑی۔

اگرچہ شانہ میں چاندی کی زنجیر کا جال تھا۔ مگر زہرہ کی تلوار اس بلا کی زنجیر کاٹ کر کسی قدر شانہ کو زخمی کر گئی۔ زخمی ہوتے ہی تجیر جان واپس لوٹا۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگا جس وقت وہ بھاگا ہے اسی وقت مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔

یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ ایرانیوں نے ہر چند زور لگایا۔ بہت کچھ جمنا چاہا۔ لیکن نہ جم سکے پیر اکھڑ گئے۔ وہ ایک دم گھبرا کر بدحواس ہو کر پیچھے لوٹ کر بھاگے۔ ان کے بھاگتے ہی

مسلمان ان کے پیچھے دوڑے انہوں نے ایک اور حملہ کیا۔ نہایت سخت حملہ ہزاروں کو دم کے دم میں کاٹ کر ڈال دیا۔ ایرانی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا:۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ ایرانی دور تک پھیلے ہوتے تھے۔ اگلے ایرانیوں کو بھاگتے ہوتے دیکھ کر پچھلے ان سے بھی پہلے بھاگ کھڑے ہوتے۔ مہران نے ہر چند ان کو روکنا چاہا۔ بہت غیرت دلائی۔ ڈرایا۔ دھمکایا لیکن کسی نے بھی اس کی ایک نہ سنی۔ وہ بھاگے چلے گئے۔ مجبوراً مہران بھی بھاگا۔

مسلمان بھی ایرانیوں کے پیچھے ہی پیچھے مارتے کاٹتے لگے چلے گئے۔ انہوں نے قدم قدم پر ایرانیوں کی لاشیں بچھا دیں۔ راستے۔ بازار۔ کوچے اور گلیاں خون سے لالہ زار بن گئیں۔ تمام راستے لاشوں سے پٹ گئے۔

اگر ایرانی بدحواس نہ ہو جاتے صرف ایک تیرجان کے بھاگنے سے سب کے سب گھبرا کر نہ بھاگ پڑتے۔ تو یقیناً ان کی فتح ہوتی۔ مسلمان ان کے مقابلہ میں بہت تھوڑے سے تھے۔ پھر سارے مسلمان قلعہ کے اندر بھی نہ آتے تھے۔ ایرانی اگر جم کر لڑتے تو مسلمانوں کو پسپا کر دیتے۔ مگر ملک خدا کا ہے۔ زمین کی ملکیت ہے جس قوم کو چاہتا ہے دے دیتا ہے ایرانیوں کو بابل پر حکومت کرتے مدت گذر گئی تھی۔ زعم حکومت سے وہ مغرور ہو کر ظلم و ستم کرنے لگے تھے:۔

خدا کو نہ غرور پسند ہے۔ نہ ظلم و ستم۔ اس نے حکومت ایران کا بابل سے جنازہ نکال دیا۔ اوّل اوّل تو ایرانی گھبرا گئے۔ بابل کی گلیوں۔ بازاروں اور راستوں میں پھرتے رہے لیکن جب ہر جگہ مسلمان ملک الموت کی طرح ان کے پیچھے لگے رہے انہیں قتل کرتے رہے تو وہ دوسری طرف کا پھاٹک کھول کر باہر نکلے اور مدائن کی طرف بھاگنے لگے۔ اس طرف شہر بابل کے کئی پیس دروازے تھے۔ سب دروازے کھول دیئے گئے۔ ایرانیوں کا سیلاب ہر دروازہ سے نکلا اور مدائن کی طرف بہنے لگا۔ دوپہر ہونے سے پہلے ہی مہران کے تمام ساتھی بابل اور اہل کوان کے مقدر پر چھوڑ کر بھاگ گئے:۔

مسلمانوں نے شہر بابل پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حضرت سعدؓ نے منادی کرا دی کہ چونکہ شہر

والوں نے لڑائی کے وقت ایرانی فوج کا ساتھ نہیں دیا اس لئے نہ ان کو لوٹا جاتے اور نہ قتل کیا جاتے۔

مسلمان اس منادی کو سنتے ہی محتاط ہو گئے انہوں نے شہر بابل پر تسلط کرتے ہی بابل کے باہر سے اپنے خیمے اور تمام سامان منگا لیا۔ مجاہدین اسلام ان بارکوں میں فروکش ہو گئے جن میں رات کو ایرانی سو رہے تھے۔ حضرت سعدؓ نے اس قصر میں قیام کیا۔ جس میں بہران ٹھہرا ہوا تھا۔

زہرہ۔ خالد۔ شرجیل اور دوسرے سرداران محلوں میں ٹھہرے جن میں تحیرجان وغیرہ ٹھہرے ہوتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے مجروح مسلمانوں کو عورتوں اور ان ڈاکٹروں اور جراحوں کے سپرد کر دیا۔ جن کو حضرت عمرؓ نے اس لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔

شہیدا۔ کو اکٹھا کر کے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کرایا گیا۔

ایرانیوں کی لاشیں سڑکوں۔ گلیوں اور کوچوں میں سے اٹھوا اٹھوا کر دفن کرا دیں۔ اس جنگ میں تین سو پانچ مسلمان شہید ہوتے اور گیارہ ہزار ایرانی مارے گئے۔ جب جملہ انتظامات سے فراغت ہو گئی تو عاصم۔ عبید اور جعفر جو شنماہ کے قصر کی طرف روانہ ہوتے۔

# ایک اور اسیر گیسو

جس وقت عاصم ۔ عبید اور جعفر جو شنماہ کے قصر میں پہنچے اس وقت صرف چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ آفتاب کی طلائی کرنیں قصر کی بلند دیواروں پر رقص کر رہی تھیں یہ تینوں اس کمرہ میں پہنچے جس میں پروین کی نشست تھی۔ اس وقت کمرہ کے اندر پروین اور خیزران بیٹھی تھیں دونوں ریشمیں پوشاک پہنے تھیں کمال حسین معلوم ہو رہی تھیں۔ تنویر حسن سے کمرہ جگمگا رہا تھا۔ عاصم کو دیکھتے ہی پروین کا چہرہ اور ابھی چمک گیا ہلکے گلابی گال تمتما اٹھے۔ آنکھیں برق پیاں کا مظہر بن گیئں۔ اس نے بے قیاد نظروں سے عاصم کو دیکھا۔ عاصم اس کی ان ہوشربا نگاہوں کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔ اس لئے اس کی نظریں لڑکھڑا کر جھک گیئں

جعفر نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی پہلے پروین کو پھر خیزران کو دیکھا۔ وہ ان نور کی پتلیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کی نگاہیں خیزران کے پھول سے رخساروں پر آ کر رک گیئں خیزران کے مسیحا صفت لبوں پہ ہلکا تبسم تھا۔ وہ عاصم کو دیکھ کر شوخی سے مسکرا رہی تھی۔ اتفاق سے اس کی نظر عاصم سے ہٹ کر جعفر پر پڑی۔ جعفر پہلے ہی اسے دیکھ رہا تھا۔

دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں نگاہوں کے ملتے ہی ادھر تو جعفر کچھ کھویا سا گیا۔ ادھر خیزران کی شوخی کوچ کر گئی۔ اس کی بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھک گیئں۔ چند لمحہ کے بعد عاصم سنبھلا اس نے جعفر کی طرف اس سے سیم تن لڑکیوں کا تعارف کرانے کے لئے دیکھا:۔

جعفر ہمہ تن دید بنا ہوا دلکش خیزران کو دیکھ رہا تھا۔ خیزران شرماتی ہوئی نظریں نیچی

کتے بیٹھی تھی۔ عاصم یہ دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے جعفر سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ پروین جوشنماہ کی دختر ہے اور تمہارے سامنے جو نظریں جھکائے بھولی صورت بناتے بیٹھی ہے ہرمزان کی ہمشیرہ خیزران ہے:۔؟

جعفر حسن کی گہرائیوں۔ نور کی وادیوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ خیزران نے اپنا چاند سا شرمیلا چہرہ اٹھا کر عاصم کو شرمگیں نظروں سے دیکھا۔ عاصم مسکرا رہا تھا۔ خیزران کے لبوں پر بھی شرم افزا تبسم نمودار ہوا۔ عاصم نے کہا۔ جعفر! یہ خیزران بڑی شوخ ہے۔ تم ان کو کیا دیکھ رہی ہو۔ یہ تم سے ذرا شرما رہی ہیں جس وقت کھل جائیں گی تم کو پریشان کر دیں گی!۔

جعفر بہت ہوشیار ہو چکا تھا اس نے کہا۔ عاصم تم غلطی پہ ہو یہ تو نہایت بھولی معلوم ہوتی ہے کیا اس کو پریشان کرنا بھی آتا ہے:۔

عاصم ہنس پڑا اس نے کہا۔ اس بھولے پن کے بھروسہ پر نہ رہنا۔ صورت سے تو یہ بھولی ہی معلوم ہوتی ہیں لیکن بڑی شوخ و طرار ہیں۔

جعفر کی نظریں حور دش خیزران کے شاداب رخساروں پر لوٹ رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ شوخی تو حسن کا تقاضا ہے لیکن بے درد تو نہیں۔

عاصم بھی مسکرا کر خیزران کو دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔ بڑی بے درد بڑی بے رحم۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ۔ ؎

بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی

خیزران آنکھیں جھکاتے چپکے ہی چپکے مسکرا رہی تھی پروین بھی ہلکے تبسم سے مسکرا کر کبھی ان خیزران عاصم اور گاہے جعفر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے حیا بار آنکھوں سے عاصم کو دیکھ کر کہا واہ صاحب واہ آپ نے تو بہن خیزران کو بالکل ہی کھسیانا کر دیا:۔

خیزران نے ایسی نظروں سے جو فرط حیا سے اوپر نہ اٹھتی تھیں پہلے عاصم اور پھر پروین کو دیکھ کر کہا اچھا اب میں سمجھی کہ تم دونوں نے آج سازش کی ہے۔ جعفر کو اس کی ترنم خیز آواز نہایت ہی بھلی معلوم ہوتی اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے کسی فردوسی

حور کا نغمہ سُنا ہو۔ عاصم نے خیزران سے دریافت کیا۔ ہم دونوں نے کیا سازش کی ہے۔
حضور خیزران نے مسکرا کر کہا۔ ٹھہریئے! میں پروین سے دریافت کرتی ہوں۔ مگر خدشہ ہے
یہ تمہاری بات بتانے ہی کی نہیں :۔

عاصم :۔ پھر دریافت کرنا ہی بے سوُد ہے۔

خیزران :۔ بالکل بے سوُد تم نے اس پر جادُو کر دیا ہے۔

عاصم :۔ اور تم نے جعفر پہ جادُو کر دیا!

جعفر ہمہ تن دید اور ہمہ تن گوش بنا حور دش خیزران کو دیکھ اور اس کی باتیں سُن
رہا تھا جب عاصم نے اس کا نام لیا تو وہ چونکا۔ اس نے کہا۔ میرا تذکرہ کیوں کرنے لگے :۔

عاصم :۔ اس لئے کہ تم اس خوبصورت ساحرہ دیکھنے میں ایسے محو ہوتے کہ دنیا و مافیہا
سے بے نیاز ہو گئے

پروین نے کہا۔ اب کھڑے ہی کھڑے باتیں ہوں گی بیٹھ جایئے! خیزران نے ہنس
کر کہا۔ اللہ رے محبت! کسی کا کھڑا رہنا بھی گوارا نہیں! بیٹھ جایئے صاحب۔

ہنسنے سے اس کے گلابی لب کھلکر سفید موتیوں سے زیادہ آبدار دانتوں کی لڑیاں نظر
آنے لگیں۔ جعفر کی آنکھوں میں بجلی سی کوندگئی وہ اس کے حسین چہرہ کو دیکھنے لگا۔ عاصم
نے کہا بُت بیدرد دیر بھی گوارا نہیں کہ ہم بیٹھ ہی جائیں۔ خیزران نے مسکرا کہ کہا۔ آج تمہاری
چڑھ بنی ہے جو چاہے کہہ لو عاصم کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جوشنماہ اور ہرمزان آگئے۔ ان
تینوں نے جوشنماہ کو سلام کیا۔ جوشنماہ نے کہا عاصم خوب آتے ہیں مسلمانوں کا مشکور
ہوں کہ انہوں نے اہل شہر کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا :۔

عاصم۔ مسلمان آپ کے ممنون ہیں کہ آپ کی بدولت آسانی سے بابل پر قبضہ ہو گیا۔
سالار اعظم آج ہی آپ سے کسی وقت ملیں گے!!

اب جوشنماہ بیٹھ گیا۔ عاصم۔ عبید اور جعفر و ہرمزان بھی بیٹھ گئے۔ جوشنماہ نے کہا۔ میں
خود اُن سے ملنے کا متمنی ہوں جس وقت ایرانی شکست کھا کر بھاگے اور مسلمان سارے
شہر میں بکھر گئے تو مجھے خوف ہوُا کہ مبادا جوش میں آکر مسلمان شہری ایرانیوں کو لوٹنا

اور قتل کرنا شروع نہ کریں مگر ان کی طرف سے کمال۔ دانائی اور ضبط و تحمل کا ثبوت ملا:۔

عاصم:۔ سالارِ اعظم نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا کہ انہوں نے سنادی کے ذریعہ سے شہریوں کو لوٹنے اور قتل کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔

جوشماہ۔ سالارِ اعظم کی اس شرافت نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے تمام شہر والے مسلمانوں کے مشکور ہیں کوئی قوم کسی مفتوحہ شہر کو بغیر لوٹے نہیں چھوڑتی۔ مگر مسلمانوں نے نہایت سیر چشمی اور شرافت سے کام لیا ہے:۔

ہرمزان۔ بیشک یہی بات ہے میں یہ سمجھتا تھا کہ عرب غربت اور افلاس سے تنگ آکر ایران کو مالدار ملک سمجھ کر حملہ آور ہوتے ہیں لیکن آج اس خیال کی تردید ہو گئی۔ اگر آپ دولت کے بھوکے ہوتے تو دوسری اقوام کی طرح شہر فتح کرتے ہی شہریوں کو لوٹنا شروع کر دیتے بابل کے لوگ اس وجہ سے سہم رہے تھے۔ دولت لٹ جانیکے خوف سے اہل دل کانپ رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کی سیر چشمی نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں جعفر خاموش بیٹھا تھا وہ نظروں جھکا کر گاہے بگاہے پری جمال خیزران کو دیکھنے لگتا تھا خیزران بھی دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ لیتی تھی۔ خیزران شوخ تھی چنچل تھی اس کو خاموش بیٹھنا ہی نہ آتا تھا۔ لیکن آج نہیں بلکہ اس وقت خاموش تھی۔ ساری شوخی تمام چنچل پن رخصت ہو چکا تھا۔ وہ جب موقعہ پاتی دزدیدہ نظروں سے جعفر کو دیکھ لیتی۔ جعفر نوجوان تھا۔ خوبرو تھا ایک حسین مرد میں جو خصوصیتیں ہونی چاہئیں۔ وہ اس میں سب موجود تھیں۔ اس نے پری جمال خیزران کا دل موہ لیا تھا جوشماہ عاصم کو دیکھ رہا تھا۔ عاصم سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جوشماہ نے کہا اس میں شک کہ مسلمان بہادر قوم ہے میں تمہاری تعداد دیکھ کر تذبذب میں تھا مجھے ہی کیا کسی کو بھی یہ اعتماد نہ تھا کہ مسلمان اتنے بڑے لشکر کو ہزیمت دے کر بابل پر قابض ہو جائیں گے تعجب پر تعجب یہ ہے کہ بہت ہی تھوڑے عرصہ میں عظیم الشان لشکر کو شکست دے کر بابل پر قبضہ و تسلط جما لیا:۔

عاصم نے جوشماہ کو دیکھ کر کہا۔ یہ سب آپ کی مہربانی سے ہوا!

جوشماہ۔ میری کچھ مہربانی نہ تھی۔ میں نے آپ کے لئے دروازہ ضرور کھلوایا لیکن اس سے

کیا ہوتا۔ تمہاری تعداد تھوڑی بھی غلب تھا کہ تم شکست کھا کر بھاگ جاتے لیکن نہیں تم بہادر تھے۔ بہادر قوم کے چشم و چراغ تھے کامران و ظفر ہوتے:۔

عاصم:۔ تو ہم کو مسرت ہے کہ ہم نے ایرانیوں کے عظیم الشان لشکر کو ہزیمت دی لیکن یہ افسوس ہے کہ مہران ہمارے ہاتھوں سے بچکر نکل گیا!

جوشنماہ:۔ اس کا مجھے بھی ملال تھا۔ کاش وہ شیطان مارا جاتا!!

عاصم:۔ ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔ لیکن جاتا کہاں ہے۔

اب آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ کمرہ میں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ علبید نے جو ابتک خاموش بیٹھا تھا۔ عاصم سے کہا۔ دن چھپنے والا ہے مغرب کی نماز کا وقت آگیا ہے اب چلنا چاہیئے!

عاصم:۔ ہاں چلئے (جوشنماہ سے) اب اجازت دیجئے کیونکہ نماز کا وقت قریب آ گیا ہے

جوشنماہ:۔ میں تم کو روک نہیں سکتا تم نے کہا تھا سالار اعظم مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائیں گے!

عاصم:۔ جی ہاں وہ آنے والے تھے شاید کثرت کار کی وجہ سے اس وقت نہ آسکے۔ میرے خیال میں دن چھپنے کے بعد تشریف لادیں گے:۔

جوشنماہ:۔ ان کی خدمت میں میری طرف سے عرض کردیجئے کہ وہ رات کو آنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ صبح میں خود حاضر ہوں گا!

عاصم:۔ بہتر ہے۔

اب عاصم۔ عبید اور جعفر کھڑے ہوگئے انہوں نے جوشنماہ کو سلام کیا اور کمرہ سے باہر آکر صحن طے کرنے لگے۔ راستہ میں جعفر نے کہا۔ جوشنماہ نہایت ہی نیک آدمی ہے۔ عاصم نے قطع کلام کرکے کہا۔ نہایت نیک ہے اگر تمام ایرانی اس جیسے نیک ہوتے تو مسلمانوں کو نہ ستاتے نہ ہم اس ملک پر چڑھ کر آتے:۔

جعفر نے مسکرا کہا۔ لیکن یہاں آنا اچھا ہی ہوا:۔

عاصم نے مسکرا کر غور سے جعفر کو دیکھتے ہوتے کہا۔ اس کہتے کہ تم اسیر گیسو ہو گئے۔

جعفر۔ کاش عاصم مجھے یہاں نہ لاتے:۔

اب یہ قصر سے باہر نکلا گھوڑوں پر سوار ہوتے اور اس قصر کی طرف چلے جس میں سعدؓ نے قیام کیا تھا۔ ابھی یہ راستہ ہی میں تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ انہوں نے گھوڑے تیز کر دیتے۔ تیزی سے چل کر قصر کے سامنے پہنچے۔ قصر کے سامنے نہایت وسیع میدان تھا۔ مسلمان اس میدان میں نماز پڑھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے ان تینوں نے گھوڑے ایک طرف کئے اور نماز میں شامل ہو گئے۔ نماز پڑھکر سعدؓ عاصم کے پاس پہنچا۔ سعدؓ کو اب آرام ہو گیا تھا۔ صرف ضعف باقی تھا۔ عاصم نے سعدؓ سے کہا۔ جوشماد نے کہا ہے کہ صبح وہ خود ہی حاضر ہوں گے!!

سعدؓ نے کہا میں اس نیک انسان سے اس کے مکان پر ملنا چاہتا تھا لیکن مصروفیت کار سے فرصت نہ ملی۔ عاصم تم سارا دن مصروف رہے ہو۔ تھک گئے ہو گے اب جا کر آرام کرو۔ عاصم سلام کر کے چلا گیا۔ جعفر اور علید کو ہمراہ لے کر گھوڑوں پر سوار ہوا اور اپنی جائے قیام پر پہنچا۔ ان تینوں نے اپنے لئے ایک ہی قصر منتخب کیا تھا۔ وہ قصر یہاں سے قریب تھا بہت جلد اس قصر میں پہنچ گئے۔ گھوڑے غلاموں کے حوالے کئے اور ایک وسیع کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھی اور تینوں سعدؓ کے پاس پہنچے۔ سعدؓ ایک وسیع کمرہ میں بیٹھے تھے۔ زہرہ خالد۔ شرجیل اور چند اور افسر بیٹھے تھے یہ بھی سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔

اس وقت یہ تذکرہ تھا کہ کب اور کس طرف کوچ کیا جائے۔ سعدؓ کہہ رہے تھے۔ کہ دربار خلافت سے مدائن تک یورش کی اجازت ہے۔ بابل خدا نے فتح کرا ہی دیا۔ اب مدائن تک صرف دو مقام کوثی اور بہرہ شیر رہ گئے ہیں خدا انہیں بھی فتح کرلے تو پھر مدائن کا نمبر ہے!!

شرجیل نے کہا۔ کوثی تو نہیں البتہ بہرہ شیر کا قلعہ مستحکم اور رفیع الشان بتایا جاتا ہے اس کے فتح کرنے میں شاید کچھ عرصہ لگے!

سعد: یہی میرا خیال ہے چونکہ بھیرہ شیر مدائن کے قریب ہے اس لئے یزدگرد ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا۔ اپنی تمام قوت اسے بچانے میں صرف کر دے گا۔

خالد: بیشک تمام ایرانی بھیرہ شیر اور مدائن کو بچانے کے لئے اُمڈ آئیں گے۔ یہ کچھ تعجب نہ ہوگا!

عاصم نے کہا جس قدر ایرانی بابل میں اپنا لشکر لا چکے ہیں اس قدر اب کسی مقام پر نہیں لاسکتے اور اگر لائیں بھی تو خوف کس بات کا ہے:۔

سعد:۔ خوف کچھ نہیں جو سر بکف شہادت کے تمنائی ہوں۔ خدا کی خوشنودی چاہتے ہوں انہیں کیا خوف:۔

ابھی سعد کی گفتگو تمام ہی تھی کہ جوشنماہ ذہرمزان آگئے۔ سعد نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ تمام مسلمان سعد کے اٹھتے تعظیماً کھڑے ہو گئے جوشنماہ اور ہرمزان نے نہایت ادب سے جھک کر سعد کو سلام کیا سعد نے سلام کا جواب دے کر انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ خود بھی بیٹھے۔ تمام مسلمان بھی بیٹھ گئے۔ سعد نے جوشنماہ سے کہا۔

محترم ایرانی! میں اور تمام مسلمان آپ کے بے حد مشکور ہیں عزیز عاصم نے مجھے اور اکثر مسلمانوں سے تمہاری ان عنایات کا ذکر کیا ہے۔ جو تم نے ان کے ساتھ کی ہیں۔ مدائن سے ان کو نکال کر لانا۔ اپنے ساتھ رکھنا اور ہر طرح کا آرام پہنچانا۔ بابل فتح کرانا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ہم آپ کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے:۔

جوشنماہ نے کہا۔ مجھے فخر ہے کہ اس قوم کا سپہ سالار جس کی دھاک آج تمام دنیا میں ہے۔ میری خدمات کو سراہ رہا ہے مگر آپ نے مجھے میری خدمات کا نعم البدل دے دیا۔ بابل جیسا شہر آپ نے فتح کیا اور ایک مکان کو بھی نہ لوٹا۔ ایک گھر کو بھی نہ آگ لگائی۔ ایک شہری کو بھی نہ ستایا۔ یہ کچھ کم احسان نہ مروت نہیں ہے:۔

سعد:۔ تمہارے احسانات کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی چیز نہیں ہیں سنیئے آپ جس کے لئے جو سفارش کریں گے ناممکن ہے کہ وہ منظور نہ کی جائے میں نے دربار خلافت کو تمہاری کارگذاریوں کی رپورٹ کر دی ہے:۔

جوشنماہ۔ آپ نے کمال عزت افزائی فرمائی۔ میں نے مسلمانوں کے خلق و ایثار کی مروت کی جس قدر شہرت سنی تھی اس سے زیادہ پایا:۔

سعدؓ :۔ ابھی تو آپ نے ہمارے ساتھ احسان کئے ہیں اور ہم نے آپ کے ساتھ کچھ نہیں کیا البتہ ہم آپ کے احسانات کا عوض ضرور دینا چاہتے ہیں :۔

جوشنماہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا اور نہ ہی میں نے کسی معاوضہ کے خیال سے خدمت کی ہے :۔

سعدؓ :۔ مجھے یقین ہے کہ امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ آپ کو دربار خلافت میں طلب فرمائیں گے کیا آپ کو تشریف لے جانے میں کوئی عذر تو نہ ہو گا ؟

جوشنماہ۔ کیوں نہ جاؤں گا جس ہستی کے رعب و دبدبے نے سلاطین عالم کو لرزہ براندام کر رکھا ہے۔ دنیا جس کے نام سے تھرا رہی ہے ضرور اس سے شرف ملاقات حاصل کروں گا۔

سعدؓ :۔ آپ کو جب اور جو کچھ کہنا ہو بے تکلف فرما دیجیئے :۔

جوشنماہ :۔ بہت خوب !

تھوڑی دیر اور گفتگو کر کے جوشنماہ اور ہرمزان چلے گئے وہ دونوں بہت خوش تھے۔ مسلمانوں کے خلق کی شرافت کی تہذیب و مروت کی سارے راستہ تعریف کرتے چلے گئے تقریباً ایک ہفتہ سعدؓ نے بابل میں قیام کیا۔ جوشنماہ قریب قریب روزانہ ان کے پاس آتے رہے تمام ایرانی مسلمانوں کے بے حد شکر گزار تھے ایک ہفتہ کے بعد عساکر اسلامیہ نے کوثیٰ کی طرف کوچ کیا۔ جوشنماہ بھی شاہی رسالہ کو ہمراہ لے کر ان کے جلوس روانہ ہوا۔

# رہائی

بے رحم و سفاک مہران نے حور وش لیلے اور نیم مردہ آسیہ کو لے جا کر قید خانہ میں بند کر دیا۔ ابیلا نے تالہ لگایا اور دونوں اس اطمینان سے واپس لوٹے۔ گویا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ جب وہ چلے گئے تو غمزدہ لیلے نے ستم زدہ آسیہ کو دیکھا۔ آسیہ پر اب بھی غشی طاری تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں بند تھیں۔ چاند جیسا چہرہ پھیکا پڑا ہوا تھا۔ نازک مسیحا صفت لب جو گلابی رہتے تھے۔ سفید ہو رہے تھے۔ سیاہ مشکبو زلفیں گداز سینہ پر بکھری پڑی تھیں۔ لیلے نے اس غمزدہ حور کا نازک سر اپنے گداز زانو پر رکھ لیا اور انتہائی غم آلود نظروں سے اس پیکر وفا کو دیکھنے لگی۔ آسیہ بالکل بے ہوش تھی اسے اپنے سر و پا تک کی خبر نہ تھی۔ لیلے کو یاد آیا کہ آسیہ نے کئی مرتبہ پانی مانگا تھا اس نے اپنا آنچل دیکھا۔ آنچل ابھی تک تر تھا۔ اس نے جلدی سے آسیہ کا منہ کھول کر اس کے منہ میں آنچل نچوڑ دیا۔ پانی کے چند قطرے ٹپکے آسیہ کا خشک گلا تر ہو گیا۔

غمزدہ عربی دوشیزہ ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھنے لگی وہ اسے دیکھ دیکھ کر اس قدر غمزدہ ہو رہی تھی کہ اس کی ہر شان سے اضطرار ہویدا تھا۔ وہ اس طرح آسیہ کو دیکھ رہی تھی جیسے اس کی تکلیف کو خود لینا چاہتی ہے پانی کے قطروں نے رفتہ رفتہ اپنا اثر کیا۔ چند ہی منٹ میں آسیہ کو ہوش آ گیا۔ ہوش آتے ہی تکلیف کا احساس ہوا۔ زخموں میں چپک پیدا ہو گئی۔ مظلوم آسیہ نے آہ کی غمزدہ لیلے آہ کی آواز سنتے ہی بے قرار ہو گئی۔ تڑپ گئی۔ اور اس کے اوپر جھک گئی۔ اس نے غم بھرے لہجہ میں کہا۔ مظلوم آسیہ!!

آسیہ نے اپنی ان دلفریب آنکھوں سے جن میں بجلیاں کوندا کرتی تھیں اور اب جن میں غم اور حسرت چھاتے ہوتے تھے لیلے کو دیکھا۔ اُس نے بولنا چاہا لیکن ضعف اور تکلیف نے آواز نہ نکلنے دی وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ لیلے نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ آسیہ میں بات کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ اُسے کمال صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا وہ اُس کے اوپر جھک گئی۔ اس نے کہا آسیہ :۔

لیلے بھی اس قدر غمزدہ تھی کہ وہ بات بھی نہ کر سکتی تھی بولنا چاہتی تھی لیکن دل اُٹڈا چلا آرہا تھا۔ بولا نہ جاتا تھا۔ رونے کو جی چاہتا تھا۔ ہو نہر با آنکھوں میں آنسو بھر رہے تھے وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ اُسے روتا دیکھ کر آسیہ اور بے قرار ہو جاتے۔ اس لیئے وہ ضبط کر رہی تھی۔ آنسوؤں کے سیلاب کو روکے ہوتے تھی۔ آسیہ خاموش پڑی لیلے کو اِس حالت کو دیکھ رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ لیلے اس سے ہمدردی کر رہی ہے اُس کے غم کو تکلیف کو بے قراری کو خود انگیز کرنا چاہتی ہے۔ آسیہ بھی نہ چاہتی تھی۔ کہ عرب کی حُور حجازی دوشیزہ حسن کی پتلی ذرا بھی غمزدہ ہو اس لیئے وہ اپنے کرب اپنی بے چینی اپنی تکلیف کو چھپا رہی تھی :۔

یہ عجیب بات ہے کہ جن دو دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے ان دلوں میں خلوص اور ہمدردی کا دریا موجزن ہو جاتا ہے۔ خود ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے پر تیار ہے لیکن جن سے محبت کرتا ہے اُس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا :۔ آسیہ لیلے سے اپنی تکلیف چھپانا چاہتی تھی اور لیلے اپنے بڑے بھوتے غم کو آسیہ سے پوشیدہ رکھنے پر تلی ہوئی تھی۔ حالانکہ ایک کو سخت تکلیف تھی اور دوسری کو سخت غم تھا :۔

لیلے نے پھر آنچل سے پانی آسیہ کے منہ میں ٹپکایا۔ پانی کے ان چند قطروں نے آبِ حیات کا کام کیا۔ آسیہ کی حالت کچھ سنبھلنے لگی اب اس میں بات کرنے کی بھی طاقت آگئی لیلے نے اس سے دریافت کیا۔ آسیہ تمہارے کس جگہ درد ہے۔ کہاں ٹیس ہے لیلے کا دل بھرا ہوا تھا :۔

آنکھوں میں طوفان اشک موجزن تھا۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی آسیہ نے اُسے دیکھا۔ اس نے خفیف آواز میں جواب دیا لیلے! غم نہ کرو میری چاند۔ اس قدر غمزدہ نہ ہو۔ میں اچھی

ہو جاؤں گی!

لیلےٰ نے افسردگی کی نظروں سے اُسے دیکھ کر دریافت کیا میں دریافت کرتی ہوں کہ تمہارے کس جگہ درد ہے۔۔

آسیہ، زخموں میں کچھ ٹیس ہے!

آسیہ کا پیراہن جگہ جگہ سے پھٹ کر اس کا گل اندام جیسا جسم نظر آ رہا تھا۔ کہیں کہیں خون بھی پیراہن پر پڑ پڑ کر رحم گیا تھا۔ لیلےٰ نے اس کا رومال نما دوپٹہ الگ کر کے اس کا پیراہن اُلٹ کر دیکھا کئی جگہ زخم تھے زخموں سے اب بھی خون رس رہا تھا۔ زخم دیکھ کر لیلےٰ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا خداوند کیا مسلمان غم وستم سہنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ہائے ایسی نازک سیم تن دوشیزہ جیسی آپ ہے۔ آنکھوں میں رکھنے کے قابل ہے یا زنجیروں میں جکڑے جانے کے!!

آسیہ لیلےٰ کا دل رکھنے کے لئے مسکرائی۔ اس نے کہا لیلےٰ! اگر دُنیا میں رنج و غم نہ ہو۔ تو اس سے بڑھکر فردوس نہیں ہو سکتی۔ عرب کی حُور تم غم نہ کرو میرے زخم معمولی ہیں ایک دو روز میں اچھے ہو جائیں گے!!

لیلےٰ نے بھی سوچا کہ رونے سے سوائے خود کڑھنے اور دوسروں کو کڑھانے کے اور کیا فائدہ ہو گا۔ اس نے اپنے آنچل سے آنسو خشک کئے اور بھیگا آنچل پھاڑ کر آسیہ کے زخموں پر پھیرا۔ کچھ آنچل کی دھجیاں کر کے زخموں پر باندھیں اب اچھی خاصی رات ہو گئی تھی۔ چونکہ ابھی تک اس کمرہ میں شمع روشن نہ کی گئی تھی۔ اس لئے اندھیرا ہو رہا تھا۔ مگر یہ دونوں سیم تن لڑکیاں اس قدر تو بُرو تھیں کہ اندھیرے میں بھی ان کے چہرے چاند کی طرح سے چمک رہے تھے تھوڑی دیر میں ابیلا ایک خادمہ کو ساتھ لے کر آئی۔

ابیلا کے ہاتھ میں شمع اور خادمہ ایک طشت لئے آ رہی تھی۔ ابیلا نے شمع شمعدان میں رکھ دی۔ جنگلہ کے پاس پہنچکر تالا کھولا۔ خادمہ سے طشت لے کر جنگلہ کے اندر رکھ کر کہا۔ بے وقوف ناسمجھ لڑکیو! کھانا کھا لو دیکھو یزدگرد کس قدر رحم دل ہے کہ باوجود تمہاری ہٹ دھرمی کے بھی تم کو کھانے سے محروم نہیں رکھتا۔ معصوم لڑکیوں نے اس کی خرافات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اگرچہ ان دونوں کو بھوک نہ تھی۔ لیکن قوت لایموت کے لئے کچھ نہ کچھ کھانا ضروری سمجھ

کر دونوں نے کچھ کھا۔ جب وہ کھا چکیں تو ابیلا نے طشت اٹھا کر خادمہ کو دیا۔ خادمہ طشت لے کر چلی۔ ابیلا تالا لگا کر اس کے پیچھے روانہ ہوئی۔ اس کے جانے کے بعد دیر تک دونوں لڑکیاں بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔ باتیں کیا تھیں افسانۂ غم تھا۔ جب رات زیادہ آگئی تو دونوں پڑ کر سو رہیں۔ چند ہی روز میں آسیہ کے زخم مندمل ہو گئے اُسے آرام ہو گیا۔ لیلے کو اس کے شفایاب ہونے سے بڑی مسرت ہوئی!!

چونکہ یزدگرد دوسرے معاملات میں اُلجھ گیا تھا۔ اس لئے وہ ان معصوم لڑکیوں کو نہ بلا سکا نہ ان کے پاس آسکا۔ اور نہ ہی ان پر مزید ظلم و ستم کر سکا ابیلا ہی ان کی نگران تھی۔ وہی خبر گیری کرتی تھی وہی ان کے پاس آتی جاتی تھی۔

گھنٹوں سے دن اور دنوں سے ہفتے گذر گئے۔ مگر کوئی تازہ بات نہ ہوئی ایک روز رات کے وقت جب کہ کھانا کھا چکی تھیں۔ ابیلا جا چکی تھی۔ شمع روشن ہو رہی تھی۔ دونوں معصوم لڑکیاں بیٹھی ہوئی اپنی حالت پر غم و افسوس کر رہی تھیں۔ آسیہ کہہ رہی تھی۔ اس زندگی سے تو موت ہی اچھی۔ جیل خانہ کی زندگی تنہائی کی زندگی۔ رنج و الم کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے:۔

لیلے نے کہا آسیہ تنہائی کی مصیبت بھری زندگی کی کیفیت مجھ سے پوچھو۔ تمہارے آنے سے پہلے میں تنہا تھی۔ نہ کوئی بات کرنے والا تھا نہ کوئی تسلی اور دلاسہ دینے والا۔ میں تھی اور گوشۂ تنہائی۔ بعض اوقات تنہائی سے اس قدر گھبرا جاتی تھی کہ دل الٹنے لگتے تھا۔ خیال گذرتا تھا کہ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ تمہارے آنے سے بہت حد تک میری تکلیف دُور ہو گئی ہے اگرچہ مجھے تمہاری موجودگی کی وجہ سے بڑی ڈھارس ہے لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ کسی طرح خدا تم کو رہا کرا دے۔ آسیہ آج ہم کو احساس ہوا ہے کہ جب کسی پرندے کو پنجرے میں محبوس کر دیتے ہیں تو اُسے تنہائی میں کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی:۔

آسیہ۔ بے شک بڑی تکلیف ہوتی ہو گی خدایا ہم پر رحم کر یا تو ہمیں موت دے یا رستگاری عطا فرما!!

ایک آواز آئی۔ خدا رہائی عطا فرمائے گا:۔

دونوں لڑکیاں اس آواز کو سن کر چونک پڑیں انہوں نے خوبصورت نظریں اٹھا اٹھا

کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ان کو شمال کی جانب جنگلہ سے لگا ہوا ایک نقاب پوش کھڑا نظر آیا۔ دونوں لڑکیاں اس نقاب پوش کو دیکھ کر کچھ خوفزدہ ہوگئیں۔ لیکن یہ خوف چند ہی لمحہ رہا۔ خوف کے دور ہوتے ہی حیرت نے غلبہ کرلیا۔ ان کو سخت تعجب تھا کہ یہ نقاب پوش کہاں سے آیا۔ ان کو بالکل ایسا معلوم ہوا کہ جیسے یہ نقاب پوش جنگلہ ہی میں سے پیدا ہوا ہے

وہ حیرت و استعجاب کی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔ نقاب پوش گھوم کر آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھا۔ وہ اس احتیاط سے قدم رکھ رہا تھا کہ پیروں کی چاپ بلند نہ ہوتی تھی۔ لڑکیاں ششدر رکناں اس کی حرکت کو دیکھ رہی تھیں۔ نقاب پوش سیاہ نقاب چہرے پر ڈالے ہوئے تھا۔ سیاہ نقاب میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ ان سوراخوں کے گرد سُرخ رنگ کے فیتہ کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔ نقاب پوش پنجوں کے بل چلکر لڑکیوں کے قریب پہنچا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جنگلہ پر لگا ہوا تالا دیکھا آسیہ نے آہستہ سے دریافت کیا۔ محترم بزرگ آپ کون ہیں؟ نقاب پوش نے جواب دیا۔ مظلوموں کا حامی و مددگار!

آسیہ۔ آپ کا نام؟

نقاب پوش۔ ایک ہمدرد!!

آسیہ۔ آپ کس لئے اس کلبۂ احزان میں تشریف لائے؟

نقاب پوش۔ ایک معصوم ہستی کو رہائی دلانے!!

آسیہ:۔ لیکن آپ:۔

نقاب پوش نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں وہ ہوں جو اس سانپ کو مارنا چاہتا تھا جس نے تمہیں ڈسا ہے۔ آسیہ سمجھ گئی کہ یہ نقاب پوش ان نقاب پوشوں میں سے ہے جو اس روز ملے تھے جب مہران اُسے اسیر کر کے لایا تھا۔ اس نے کہا واقعی تم مظلوموں کے ہمدرد ہو۔

نقاب پوش نے کہا آسیہ! بھولی آسیہ! میں نے تجھے کہا تھا کہ واقعی ہے آخر اس نے تجھے ڈس ہی لیا۔ کیا تو میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے؟ آسیہ نے کہا۔ کیا تنہا؟:۔

نقاب پوش:۔ اور کسے لے چلنا چاہتی ہے۔

آسیہ:۔ لیلےٰ کو۔

نقاب پوش:۔ یہ مشکل ہے ان مسلمانوں کو نہ معلوم کیا سحر آتا ہے کہ جو ان سے ایک

دفعہ بات کرلیتا ہے ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے نیز اسلام کا حلقہ بگوش بنجاتا ہے تو ہی دیکھ لے تجھ پر اس خوبصورت ساحرہ نے جادو کر دیا۔ تو مسلمان ہو گئی اگر میں اسے بھی نکال لے چلوں تو خوف ہے کہیں یہ جادو کر کے ہماری تمام جماعت کو ہی مسلمان نہ کر دے :۔

آسیہ :۔ جسے تم جادو کہتے ہو وہ جادو نہیں ہے مسلمان تبلیغ کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ وہی پرستش کے قابل ہے۔ چونکہ یہ بات دل کو لگتی ہے دل خدا کی وحدانیت کی طرف راغب ہو جاتا ہے اس لئے لوگوں کے دل اسلام کی طرف جھک جاتے ہیں لوگ اسے جادو کہہ دیتے ہیں !!

لیلےٰ نے کہا۔ آسیہ تم میرا خیال نہ کرو۔ تمہارا بادشاہ۔ تمہارا بھائی میرے سے زیادہ تمہارے دشمن ہیں۔ تم ان کے ساتھ چلی جاؤ !!

آسیہ نے کہا ہرگز نہ جاؤں گی۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ میں تم کو چھوڑ دوں اگر ہم رہا ہوں گی تو ساتھ مریں گی تو ساتھ نقاب پوش نے کہا۔ وقت تھوڑا ہے ابیلا کے آجانے کا خدشہ ہے زیادہ بحث نہیں کی جاسکتی۔ اگر تم اس خوبصورت ساحرہ کو بھی لے چلنا چاہتی ہو تو لے چلو !!

آسیہ :۔ کیسے لے چلوں جنگلہ تالا لگا ہوا ہے۔

نقاب پوش۔ تالا ابھی کھلا جاتا ہے۔

یہ کہتے ہی نقاب پوش نے تالے میں ایک تار ڈال کر گھمایا۔ تالا کھل گیا آسیہ اور لیلےٰ کھڑی ہو گئیں۔ نقاب پوش نے جنگلہ کو دھکیلا۔ دروازہ نمودار ہوا۔ دونوں لڑکیاں جلدی سے جنگلہ سے باہر نکلیں نقاب پوش نے جنگلہ کھینچ کر پھر تالا لگایا۔ اور دونوں لڑکیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اس کمرہ کی طرف چلا جس میں آسیہ ایک دفعہ پہلے بھی چھپ چکی تھی۔ اس کمرہ میں نقاب پوش نے پہنچتے ہی زمین پر ٹھوکر ماری۔ دیوار ایک جھری پیدا ہو گئی جو آہستہ آہستہ بڑھنے لگی اور بڑھتے بڑھتے پورا دروازہ بن گئی۔ نقاب پوش دونوں لڑکیوں کو لے کر دروازہ میں داخل ہوا۔ چونکہ کمرہ میں اندھیرا تھا اس لئے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ دروازہ کے اس طرف کیا تھا :۔ ان کے دروازہ میں داخل ہوتے ہی جس طرح دروازہ نمودار ہوا تھا اسی طرح معلوم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ صرف ایک جھری رہ گئی اور وہ بھی ایک ہی منٹ میں مٹ کر دیوار بن گئی !!

# کوثی کی فتح

اسلامی لشکر کوثی کی طرف روانہ ہوا جس طریقہ اور جس ترتیب سے لشکر یہاں تک آیا تھا اسی ترتیب اور اسی طریقہ سے یہاں سے آگے بڑھا۔ سب سے آگے زہرہ چلے چونکہ ایرانی دارالسلطنت قریب رہ گیا تھا قدم قدم پر ایرانیوں کے اچانک حملہ آور ہونے کا احتمال تھا اس لئے پانچ ہزار لشکر ان کے ہمراہ تھا ان کے پیچھے خالد بن عرفطہ دو ہزار کی جمعیت سے آ رہے تھے۔ خالد کے عقب میں شرجیل تین ہزار لشکر لئے بڑھ رہے تھے ان کے پیچھے سعدؓ معہ تمام لشکر کے کوچ کر رہے تھے ان کے ساتھ جوشنماہ۔ ہرمزان۔ پرویز۔ خیرزان اور شاہی لشکر کے چار ہزار سوار تھے۔ جوشنماہ جہاندیدہ آدمی تھا وہ مسلمانوں کی طرز معاشرت۔ اخلاق۔ خلوص۔ اخوت کا نہایت غور سے معائنہ کر رہا تھا اسے مسلمانوں کی ہر بات اچھی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش ایرانی مسلمانوں کی تمام باتیں اختیار کر لیں۔

عرب مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔ چونکہ جوشنماہ اور اس کے ہمراہی مسلمانوں کے مہمان تھے اس لئے ان کے آرام کی ضرورت کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر مسلمان اور ہر مجاہد بڑے ادب اور بڑی محبت سے ان کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جو وہ کہتے تھے اس کی فوراً تعمیل کی جاتی تھی۔ ان باتوں کا جوشنماہ اور اس کے ساتھیوں پر گہرا اثر پڑا تھا۔ جب کبھی جوشنماہ ہرمزان۔ شاہی رسالہ کے سردار ایک جگہ بیٹھتے۔ مسلمانوں کے

اخلاق اور معاشرت و محبت کی تعریف کرتے :۔

اگرچہ پروین اور خیزران زیادہ تر جوشنماہ کے ساتھ رہتی تھیں لیکن کبھی کبھی سلمیٰ اور دوسری خواتین سے ملنے بھی چلی جاتیں تھیں وہ مسلم عورتوں سے ملکر بہت زیادہ خوش ہوتیں ان کے اخلاق و تدبیر کی تعریف کرتیں اور گھنٹوں ان کے پاس بیٹھیں رہتیں۔ مسلمان عورتیں بھی پروین اور خیزران کی گرویدہ ہوگئی تھیں۔ اگر کسی وجہ سے یہ دونوں نہ جاتیں تو بلوالی جاتیں :۔

عاصم۔ علیہ۔ جعفر زیادہ تر جوشنماہ ، ہرمزان وغیرہ کے پاس رہتے تھے ساتھ ہی چلتے تھے اور ایک ہی جگہ قیام کرتے تھے۔ اس ہر وقت کی ہم نشینی نے عاصم اور جعفر کے جذبات محبت کو بہت کچھ برانگیختہ کر دیا تھا۔ عاصم خورشش پروین کا گرویدہ تھا۔ پروین عاصم پر شیدا تھی دونوں یہ چاہتے تھے کہ گوشہ۔ عافیت میں بیٹھے ایک دوسرے کے جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتے رہیں۔ خیزران کی صحبت کا پروین پر یہ اثر ہوا تھا کہ وہ بھی قدرے شوخ و طرار ہوگئی تھی۔ عاصم سے شوخی سے باتیں کرتی کبھی روٹھ جاتی اٹھکر چل دیتی مسکراتی خوب گھل ملکر باتیں کرتی اور کبھی جب عاصم کو اپنی طرف گرم نظر دیکھتی تو شرما کر بھاگ جاتی۔ عاصم پر اس کی ان معشوقانہ جفا طرازیوں نے گہرا اثر کیا تھا وہ اس کے خوش ہونے سے خوش ہوتا اور بگڑنے سے مغموم ہوتا۔ اگرچہ عاصم پروین کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا لیکن وہ لیلےٰ کو نہ بھولا تھا۔ اس کی یاد ہر وقت اس کے دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک غم محبت کا دوسرا غم بہن کی جدائی کا۔ ان دونوں غموں نے اسے نیم بسمل کر دیا تھا۔ اس کی ہر تسان سے حسرت ٹپکتی تھی۔ جعفر خیزران کی محبت میں سرشار تھا۔ اسکے خیال میں خیزران سے زیادہ خوبصورت۔ زیادہ شاندار۔ زیادہ وضعدار دُنیا بھر میں کوئی چیز نہ تھی وہ اسے ٹکٹکی لگا کر دیکھتا۔ اس کی باتیں سُنتا اور یہی چاہتا کہ ہر وقت اس کے سامنے بیٹھا اسے دیکھا کرے۔ خیزران پر بھی جعفر کی محبت نے اپنا پرتو ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بُت خوشجمال بھی اس کی محبت کا اثر لینے لگی تھی۔ لیکن وہ شوخ تھی۔ طرار تھی جعفر کے پاس آتی۔ دو چار منٹ بیٹھ کر ایک دو باتیں کرتی ہنستی اور فوراً ہی اٹھ کر چلدیتی۔

جعفر اُسے اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پاتا۔ حسرت دیدار پوری نہ ہوتی دل کی دل ہی میں رہجاتی وہ سوچتا۔ گھنٹوں سوچتا کہ جب کبھی خیزران تنہائی میں ملے گی اس سے یہ کہوں گا وہ کہوں گا مگر جب وہ سامنے آجاتی وہ سارے مسودے بھول کر محو دید ہوکر رہجاتا۔

عبید البتہ ہر وقت مغموم رہتا تھا۔ پروین کی ہم نشینی خیزران کی شوخی عاصم کی ہمدردی جعفر کی تسلی اس کے پژمردہ چہرے کو شگفتہ نہ کر سکتے تھے

وہ آتش بغم وہ حسرت زدہ رہتا تھا۔ ہر شخص کو اس کی حالت دیکھ کر اس پر رحم آتا تھا۔ سب ہی کا غم بٹانے کی کوشش کرتے تھے مگر کوئی جدوجہد کارگر نہ ہوتی تھی وُہ افسردہ خاطر تھا اور افسردہ خاطر ہی رہتا تھا اسے دیکھنے والے بھی افسردہ خاطر ہو جاتے تھے۔ سعدؓ نے بہت سے جاسوس ایرانی لشکر کی خبر لاتے کے لئے زہرہ کے لشکر سے آگے روانہ کردیتے تھے یہ جاسوس روزانہ کی خبریں زہرہ کو پہنچاتے زہرہ سعدؓ کو مطلع کرتے اور سعدؓ امیرالمومنین کے پاس خبر بھیج دیتے۔ بابل سے کوثی تک کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں ایرانی لشکر رہتا ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی قلعہ تھا نہ چھاؤنی تھی۔ کوثی میں البتہ قلعہ تھا وہاں ایرانی لشکر رہتا تھا۔ جاسوسوں نے جو آخری اطلاع زہرہ کو دی اس سے پایا جاتا تھا کہ مدائن اور بابل سے بھاگ آنے والے ایرانی کوثی میں جمع ہو رہے ہیں۔ شہر یار کوثی کا قلعدار ہے۔ اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے زبردست لشکر فراہم کر رکھا ہے۔

زہرہ نے اپنے لشکر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص لشکر سے علیحدہ نہ ہو مسلمانوں نے احتیاط شروع کردی۔ جب کوثی تھوڑے فاصلے پر رہ گیا اور اس کا سربفلک قلعہ نظر آنے لگا تو مسلمانوں نے ایرانی لشکر کو آتے ہوتے دیکھا صبح کا وقت تھا۔ آفتاب کسی قدر بلند ہوگیا تھا دھوپ سارے میدان میں پھیل گئی۔ ایرانیوں کی زرق برق فوجیں۔ سواروں کی زریں وردیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ اس وقت مسلمان ایک نہایت وسیع میدان میں تھے۔ وہ رک گئے۔ فوراً زہرہ نے بڑھکر ان کو صف بستہ کردیا۔

ایرانی لشکر بڑھا چلا آرہا تھا۔ اسلامی لشکر سے ایک تیر کے فاصلے پر آکر رکا۔ فوراً

نے بڑھ کر اس لشکر کو بھی ترتیب سے صف بستہ کر دیا۔

ایرانی لشکر بہت زیادہ تھا۔ دس ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا۔ دُور تک پھیلا ہُوا تھا۔ اس لشکر کا سپہ سالار شہر یار تھا۔ شہر یار نہایت بہادر اور تجربہ کار۔ نڈر اور نوجوان العمر تھا۔ ایرانیوں کو اپنے سپہ سالار کی شجاعت پر بھروسہ اور ناز تھا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے تو شہر یار لشکر سے نکل کر آگے آیا۔ وسط میدان میں پہنچ کر رُکا۔ چلا کر بولا۔ میرے مقابلہ کے لئے کسی بہادر نوجوان کو بھیجو۔ میں شہر یار ہوں۔ شیر ببر ہوں بہادر سے بہادر انسان میرا نام سُن کر کانپ جاتے ہیں۔ اگر تمہارے ایک آدمی کو میرے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو تو دو۔ دو کو بھی جرأت نہ ہو تو چار اگر چار بھی ڈرتے ہوں تو دس آویں :۔

زہرہ ایران میں رہے تھے فارسی خوب سمجھتے تھے وہ شہر یار کی تعلی سُن کر مسکرائے، انہوں نے کہا اے پیکر فخر و غرور میں تیرے مقابلہ کے لئے کسی افسر کو بھیجتا مگر تیری لاف زنی نے میرے ارادہ کو بدل دیا ہے اب میں ایک غلام کو بھیجتا ہوں کمزور نحیف۔ بڈھے غلام کو دیکھوں تو اسے قتل کرتا ہے یا وہ تجھے مار ڈالتا ہے :۔

یہ کہتے ہی زہرہ نے بابل کی طرف دیکھا بابل قبیلہ بنو تمیم کا غلام تھا ضعیف اور کمزور تھا۔ وہ زہرہ کو اپنی طرف دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ سپہ سالار اسے شہر یار کے مقابلہ میں بھیجنا چاہتا ہے اس نے فوراً گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ گھوڑا میدان جنگ کی طرف بڑھا زہرہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اِن کے لئے دُعا مانگی۔ بابل گھوڑا دوڑا کر شہر یار کے قریب پہنچا۔

شہر یار نے متعجب ہو کر اسے دیکھا دیر تک دیکھنے کے بعد بولا۔ تم میرے مقابلہ کے لئے آئے ہو؟۔

نابل نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ ہاں میں آیا ہوں کیا تم مجھ سے ڈر گئے ہو۔

شہر یار ہنسا۔ اس نے کہا۔ تمہارا ڈیل ڈول ہے بھی ایسا ہی بڑے بارعب آدمی ہو نہ؟

بابل نے سنجیدگی سے کہا۔ بہادری ڈیل ڈول پر نہیں ہے دل پر ہے۔ میرا دل قوی ہے اس لئے میں بہادر ہوں۔ بہادروں کا رعب دوسروں پر پڑا ہی کرتا ہے تم بھی مجھ سے ڈر گئے ہو تو کیا تعجب ہے۔

شہر یار نے کہا۔ تام بڈھے ہو کمزور ہو۔ میں تم پر رحم کرتا ہوں چھوڑے دیتا ہوں۔ میرے سامنے سے چلے جاؤ کسی بہادر آدمی کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو:۔

نابل نے کہا۔ میدان جنگ میں آکر بغیر لڑے واپس جانا بزدلی کی بات ہے تم میری پرواہ نہ کرو۔ میں سوچ سمجھ کر میدان میں آیا ہوں البتہ اگر تم مجھ سے ڈرتے ہو۔ لڑنا نہیں چاہتے تو واپس چلے جاؤ اور کسی ایسے بہادر کو بھیجو جو مجھ سے لڑ سکے!!

یہ سن کر شہر یار کو طرارہ آگیا۔ اس نے تلوار میان سے کھینچ کر کہا کمزور بڈھے مجھ سے لڑنے کا ارمان ہے۔ شیر کا مقابلہ کرنے کو جی چاہتا ہے جان ہی دینے کو پھرتا ہے تو تلوار نکال اور مقابلہ میں آ!!

نابل نے تلوار نکالتے ہوتے کہا: شکر ہے کہ تم کو طرارہ تو آیا۔ آؤ میں تم کو بتادوں کہ بہادر کس طرح لڑتے ہیں:۔

شہر یار نے جھپٹتے ہوتے کہا۔ لڑائی کا اسلوب اس وقت بتانا جب موت تم کو مہلت دے۔ یہ کہتے ہی شہر یار نے حملہ کیا۔ نابل نے بڑے تجربہ کار بہادروں۔ بڑے آزمودہ کاروں کی طرح ڈھال پر تلوار کو رد کا۔ شہر یار کا حملہ خالی گیا۔ بابل نے یہ حملہ بھی رد کر دیا:۔ شہر یار غور غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس نے جوش میں آکر ایک اور حملہ کیا۔ نابل نے نہایت استقلال و ہمت سے یہ حملہ بھی روکا۔ اب تو شہر یار کو بجاتے غصہ کے حیرت ہوتی اس نے بابل کو حقیر اور کمزور جانا تھا۔ اسے دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ ایک دو حملوں میں اس کا کام تمام کر دے گا۔ مگر جب بابل نے اس کے حملے رد کئے تو شہر یار کو اس کی آزمودہ کاری پر حیرت ہوتی۔ اب نابل نے سنبھل کر جوش میں آکر جھپٹ کر شہر یار پر حملہ کیا شہر یار بھی فنون حرب سے پورا ماہر تھا۔ اس نے بھی نہایت ہوشیاری سے حملہ کیا۔ نابل نے دوسرا حملہ کیا۔ ادھر شہر یار نے بھی تلوار چلائی دونوں ٹکرا گئیں۔ دونوں صیقل شدہ آبدار

تھیں۔ ٹکراتے ہی دونوں ٹوٹ گیئں۔ اور دونوں کے ہاتھ میں دستے رہ گئے۔ شہریار نے جلدی سے دستہ پھینکا اور گھوڑا بڑھا کر نابل کے پاس پہنچا۔ اس عرصہ میں نابل نے بھی دستہ پھینک دیا تھا۔ شہریار نے نابل کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ نابل نے شہریار کی پیٹی پکڑ لی اور دونوں ایک دوسرے کو کھینچ کر زمین پر گرانے کی کوشش کرنے لگے۔ شہریار بیش قیمت ریشمیں کپڑے پہنے تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ ہاتھوں طلائی کڑے تھے۔ گلے میں آبدار موتیوں کا ہار تھا۔ کمر میں مرصع پیٹی تھی۔ پیٹی میں خنجر اڑسا ہوا تھا۔ نابل نے شہریار کو گرانے کی بہت کوشش کی لیکن شہریار طاقتور تھا۔ عظیم الجثہ تھا۔ نابل اسے جنبش نہ دے سکے۔

شہریار نے نابل کی گردن پکڑ رکھی تھی۔ اس نے زور کر کے نابل کو اٹھا لیا نابل نے جلدی سے پٹی چھوڑ کر شہریار کی گردن میں دونوں ہاتھ نابل کر دیئے۔ جب شہریار نے اُسے زمین پر پھینکا تو خود اس کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ دونوں ایک ساتھ زمین پر گرے۔ شہریار نے پوری طاقت سے کام لیا۔ وہ نابل کو نیچے ڈال کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا!

نابل کی آنکھوں کے سامنے موت پھر گئی۔ زندگی سے مایوس ہو گیا مگر اس نے حواس بجا رکھے۔ وہ شہریار کو دیکھنے لگا۔ شہریار نے نہایت اطمینان سے خنجر نکالا خنجر کی جھلک میں نابل کو موت کا چہرہ نظر آیا اس نے آخری طور پر جدوجہد شروع کی وہ شہریار کو الٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ شہریار نے باماں ہاتھ بڑھ کر نابل کی گردن پکڑنا چاہی اتفاق سے نابل کے منہ میں شہریار کا انگوٹھا آگیا نابل نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار تلملا اُٹھا۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ نابل نے زور کر کے شہریار کو گرا دیا اور حیرت انگیز پھرتی سے اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ شہریار تکلیف سے اس قدر بے قرار ہو گیا تھا کہ اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر گر گیا تھا۔

نابل نے خنجر اٹھا لیا اب شہریار کی آنکھوں کے سامنے موت کا بھیانک چہرہ پھر گیا۔ وہ گھبرا گیا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ہاتھ پاؤں سست پڑ گئے نابل نے جلدی سے خنجر

مارا۔ شہریار کے پیٹ میں خنجر تیر گیا۔ شہریار نے زور سے چیخ ماری۔ جب نابل نے خنجر کھینچا تو ساتھ ہی لہو کا فوارہ ابل آیا۔

شہریار تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھیں پھر اگئیں چہرہ پہ مردنی چھاگئی بابل نے سینہ سے اتر کر ہار تاج کڑے پیٹی خلعت وغیرہ سب اتار لیتے جتنے عرصہ میں نابل نے شہریار کے جسم سے یہ چیزیں اتاریں اس عرصہ میں وہ تڑپ کر سرد بھی ہو گیا۔ نابل نے تمام اشیا ما پہننے کے بعد اس کا گھوڑا پکڑا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسلامی لشکر کی طرف چلا۔ لشکر کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے جوش وغضب سے بھر کر حملہ کر دیا۔ زہرہ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اسلامی لشکر میں ہلچل شروع ہوگئی۔ سپہ سالار نے جنگ کی اجازت دے دی تھی۔ مجاہدین جوش واستقلال سے بڑھے دونوں لشکر بھڑ گئے جس طرح طوفان کے وقت ابر وعناصر کی ٹکر ہوتی ہے اسی طرح دونوں لشکر ٹکراتے۔ متخاصمین نے تلواریں سونت سونت کر بلند کیں۔ دھوپ میں شعاعیں پڑنے سے تلواریں بجلی کی طرح چمکیں انسانی لاشیں سمندر میں تیریں کچھ صاف وشفاف اور کچھ خون آلودہ ہو کر ابھریں۔ شور وغل بلند ہونا شروع ہو گیا۔ آلات حرب کی جھنکار قومی نعروں کی آواز۔ زخمیوں کی چیخ وپکار سے سارا میدان گونج اٹھا۔ شور وغل کی آواز میلوں تک پہنچی سرفروش بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ سر اور دھڑ گھوڑوں کے پاؤں میں روندے جانے لگے۔ اعضائے انسانی کٹ کٹ کر گرنے لگے اور سبزہ زار میدان خون کے چھینٹے پڑنے سے لالہ زار بن گیا۔

ایرانی جوش وغضب میں بھرے ہوتے تھے وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ مسلمان سر جھکاتے کمال استقلال بڑے جوش نہایت جرات سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ ہر اس ایرانی کو قتل کر ڈالتے تھے جو ان کی تلوار کی زد میں آجاتا تھا جنگ نہایت زور وشور سے ہو رہی تھی۔ ہر فریق دوسرے کو کچل ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا ایرانی سردار سواروں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہے تھے۔

زہرہ ایک ہاتھ میں اسلامی علم لیتے دوسرے ہاتھ میں تلوار سونتے نہایت جوش وخروش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کی جانب دوڑ دوڑ کر

حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلوار کی گردش ان کی دوڑ دھوپ نے ایرانیوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

مسلمان کم تھے ایرانی زیادہ تھے۔ ایرانیوں کو اطمینان کہ وہ مسلمانوں کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اس لئے اگرچہ وہ قتل ہو رہے تھے مر رہے تھے لیکن نہایت جوش سے لڑ رہے تھے جس قدر جس محاذ پر قتل ہوتے تھے اس سے زیادہ اس محاذ پہ تازہ دم ایرانی پہنچ جاتے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ ان دو گھنٹوں میں سینکڑوں سرفروش تلوار کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اکثر افسر مارے گئے ہزاروں زخمی ہو گئے۔ اب آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا۔ آفتاب میں حدت آگئی تھی۔ لڑائی کی سرگرمی اس پر مستزاد تھی۔ جانباز پسینہ میں ڈوب رہے تھے۔ اس وقت ایرانیوں نے محاذ پر سنبھلکر حملہ کیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے اس حملہ کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر وہ ایرانیوں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ کئی قدم بیتے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ ٹھیک اس وقت جبکہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی۔ ایرانیوں اور مسلمانوں دونوں نے ابھر ابھر کر نعرہ لگانے والوں کو دیکھا۔

ان کو اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ مسلمان گھوڑے دوڑاتے تیزی سے اُڑے چلے آرہے تھے۔ یہ خالد بن عرطفہ اور ان کے ہمراہی تھے وہ آتے ہی ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے ایسے جوش اور ایسے غضب آگرد ہو کر ٹوٹے کہ ایرانیوں کو گھیرے کھکھڑی کی طرح کاٹ ڈالا۔ کشتوں کے پشتے لگادیئے۔ خون کا دریا بہا دیا۔ ایرانی گھبرا گئے۔ سہم گئے ان کا قلب پسپا ہوا میمنہ اور میسرہ والوں نے قلب کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو وہ بھی پیچھے ہٹے۔ ان کے پیچھے ہٹنے سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے دل قوی ہو گئے۔ انہوں نے سنبھلکر پوری قوت پورے جوش سے حملہ کیا۔

ہر محاذ پر ایرانیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ ہاتھوں پیروں۔ سروں اور دھڑوں کے انبار لگا دیئے۔ ایرانی بدحواس ہو گئے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ پیچھے پھر کر بھاگے۔ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ دونوں آگے

پیچھے بھاگ کر کوثیٰ کے قلعہ میں پہنچے۔ ایرانی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ ایرانیوں کے پیچھے پیچھے لگے ہوتے مسلمان قلعہ میں داخل ہوتے ایرانی قلعہ میں داخل ہو کر کے۔ سنبھلے لوٹے اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان پہلے ہی سے تیار تھے۔ وہ بھی ایرانیوں پر جھک پڑے۔ قلعہ کے اندر خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ چونکہ اب صفوں کی ترتیب قائم نہ رہی تھی۔ اس لئے جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی مسلمانوں میں مسلمان ایرانیوں میں گھس گئے تھے جو جہاں تھا۔ وہیں لڑ رہا تھا۔ شور و غل سے تمام قلعہ گونج رہا تھا بلکہ قلعہ سے باہر دُور دُور تک آواز جا رہی تھی۔

ایرانی قلعہ کی ایک ایک انچ زمین کے لئے سرفروشی کر رہے تھے بڑی بہادری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کو قلعہ سے باہر دھکیلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مسلمان نہایت صبر بڑے استقلال کمال جوش سے لڑ رہے تھے۔ وہ ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔

نہایت خون آشام جنگ ہو رہی تھی ہر طرف تلواریں بلند ہو ہو کر جانبازوں کے سروتن کے فیصلے کر رہی تھیں سر گیندوں کی طرح اچھل رہے تھے۔ خون پانی کی طرح بہ رہا تھا۔

ایرانیوں نے سنبھل کر۔ جوش میں بھر کر غصہ میں آ کر ایک زبردست حملہ کیا مسلمان حملہ کی رَو میں کئی قدم پیچھے ہٹ گئے مگر وہ سنبھلے اور جم کر لڑنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں! اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا ایرانیوں اور مسلمانوں نے قلعہ کے دروازہ کی طرف دیکھا مسلمان باہر سے دروازہ میں داخل ہوتے نظر آتے۔ یہ شرجیل اور ان کے ہمراہی تھے۔ دروازہ کو عبور کرتے ہی وہ ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے ایرانی ان تازہ دم مسلمانوں کو دیکھ کر ایسے خائف ہوتے کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور دوسرے دروازہ سے قلعہ سے باہر نکل گئے۔

مسلمان سارے قلعہ میں پھیل گئے۔ تھوڑے عرصہ مسلمانوں کا قلعہ پر قبضہ ہو گیا اسلامی علم قلعہ کے اُوپر لہرا دیا گیا۔ اس طرح بابل کے بعد کوثیٰ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

---

# مغموم بادشاہ

یزدگرد نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جو عظیم الشان لشکر روانہ کیا تھا اُسے اس کی کامیابی پر پورا اطمینان تھا وہ سمجھے ہوئے تھا کہ ایرانی مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں گے اُسے روزانہ لشکر کی نقل وحرکت کی خبریں ملتی رہتی تھیں اس کی آنکھیں اس لشکر کی کامیابی کی طرف لگی ہوئی تھیں نہ صرف اس کی بلکہ تمام ایران کی خصوصاً سارے مدائن والوں کی۔ مدائن کے بہادر اور ایران کے مایہ ناز سپوت اسی مہم پر گئے تھے۔ لوگ بیچینی سے نتیجہ جنگ کا انتظار کر رہے تھے۔ روزانہ صبح سویرے ہی سے دفتر جنگ کے سامنے ایسے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے تھے۔ جو جنگ کی خبریں معلوم کرنے کے لئے آتے۔ دفتر جنگ میں جو خبریں آتی تھیں وہ ان کو بتا دی جاتی تھیں۔ آخر ایک دن یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں نے بابل فتح کر لیا ہے ایرانیوں کو زبردست ہزیمت ہوئی ہے بڑے بڑے سردار مارے گئے لشکر کا زیادہ حصہ کام آیا۔ اس وحشت ناک خبر نے مدائن والوں پر غم کا پہاڑ گرا دیا۔ سارے شہر پر غم وحسرت کی گھٹا چھا گئی۔ گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ کوچہ کوچہ سے نالہ وشیون کی آوازیں آنے لگیں۔ اس جنگ میں مدائن سے ہر طبقہ اور ہر خاندان ہر محلہ سے رضا کار بھرتی ہو کر گئے تھے۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ان میں سے کون زندہ رہا۔ کون مارا گیا۔ سب کو اپنے عزیزوں۔ دوستوں اور یگانوں کا فکر تھا۔ سب سرفروشوں کو یاد کر کے رونے لگے تھے اس جنگ سے پہلے تو یزدگرد ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ فخر وغرور کا مجسمہ تھا۔ فتح وکامرانی کے خواب دیکھ رہا تھا مگر اس شکست

نے اس کے غرور و تمکنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ زعم باطل مٹ گیا تھا۔ تباہی کے آثار نظر
آنے لگے تھے وہ دل شکستہ ہو گیا تھا۔ اُسے زوالِ سلطنت کا یقین ہو گیا تھا۔ لیکن جس طرح
ایک بگڑا ہُوا رئیس اپنی مالی حالت کو کمزور دیکھ کر سیدھا کرنے کی بجائے عیش و عشرت
میں ڈوب کر اپنی حالت کو خراب سے خراب تر کر لیتا ہے اس طرح سے یزدگرد بھی عشرت
کے گڑھے میں گر گیا۔ اور رنگ رلیوں میں مشغول ہو گیا اس کی دلبستگی کے لئے اس کے قصر
میں سینکڑوں سیم تن لڑکیاں تھیں۔ ابیلا اس کے پاس موجود تھی وہ نہ صرف اس کی ہمراز
تھی بلکہ اس کے جذبات عشرت کو بھڑکا کر اسے عیش کے بحر ناپائیدار میں غوطے دے رہی
تھی۔ جس سیم تن پریچہرہ پر اس کا قابو چلتا اسے بہلا پھسلا کر قصر میں لاتی اور یزدگرد کے سپرد
کر دیتی بادشاہ کی اس نازیبا حرکت سے اس کے ندیم۔ مشیر بہی خواہ سب اس سے فرنٹ
ہو گئے تھے۔ ایک روز رات کے وقت یزدگرد اپنے کمرۂ خاص میں بیٹھا تھا۔ ابیلا اس کے
سامنے کھڑی تھی۔ پرستاریں پیچھے برا باندھے کھڑی تھیں ایک مہ جبین لڑکی اس کے
برابر بیٹھی تھی۔

سامنے چھوٹی سی چاندی کی میز تھی۔ میز پر کنٹر تھے۔ سونے کا پیالہ تھا۔ کنٹروں میں
شراب تھی۔ تمام کمرہ روشنی سے بقعۂ نور بنا ہُوا تھا فانوسوں سے تڑپ تڑپ کر نکلنے والی
روشنی مہ جبیں پرستاروں۔ حور طلعت لڑکیوں کے چاند سے چہروں پر جلوہ ریز ہو کر ان
کی صورتوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھیں۔ یزدگرد نے برابر بیٹھنے والی مہ جبیں کو اشارہ کیا
وہ ہزار ناز و انداز سے بل کھاتی۔ اٹھلاتی اٹھی۔ کنٹر میں سے شراب پیالہ میں انڈیلی اور
مسکراتے ہوتے پیالہ یزدگرد کے سامنے کیا۔ یزدگرد نے پیالہ لے کر لبوں سے لگایا اور ایک
سانس میں خالی کر کے خوبصورت لڑکی کی طرف بڑھایا۔ لڑکی نے پیالہ لے کر میز پر رکھدیا
لڑکی نے ابیلا کی طرف دیکھا۔ ابیلا ہاتھ باندھے کھڑی تھی نیچی نظروں سے بادشاہ کو دیکھ
رہی تھی یزدگرد نے کہا ابیلا ذرا اس وقت لیلٰے کو تو لا۔ ابیلا اظہار اطاعت کے لئے
جھک گئی وہ سیدھے قدموں چلکر کمرہ سے باہر نکل گئی۔ یزدگرد نے اس لڑکی سے جو اس
کے پاس بیٹھی تھی خطاب کرتے ہوتے کہا۔ زرینہ لیلٰی کی یاد میرے تمام عیش کو متعفن کر دیتی

ہے کم بخت ایسی ضدی لڑکی ہے کہ کسی طرح نہیں مانتی۔ پری چہرہ لڑکی کا منور چہرہ یہ بات سُن کر کسی قدر افسردہ ہو گیا۔ آنکھوں سے علامات حسد ظاہر ہونے لگیں۔ یزدگرد پر مدہوشی طاری تھی۔ وہ اس پری زاد کی حسود نظروں سے اس کے جذبات کو معلوم نہ کر سکا تھوڑی دیر کے بعد ابیلا گھبرائی ہوتی آئی اس نے آتے ہی کہا۔ عالیجاہ! لیلٰے اور آسیہ دونوں! غائب ہو گئیں!!

یہ سن کر یزدگرد کا تمام نشہ ہرن ہو گیا۔ اس نے تحیرانہ انداز سے ابیلا کو دیکھ کر استعجاب بھرے لہجہ میں دریافت کیا غائب ہو گئیں؟ اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟۔

ابیلا نے جواب دیا۔ ذرہ نواز! تالا بدستور جنگلہ میں لگا ہوا ہے لیکن آسیہ اور لیلٰے موجود نہیں!

یزدگرد نے بے اعتمادی کی نظروں سے ابیلا کو دیکھ کر کہا۔ ناممکن ہے بالکل غیر امکان؟۔ ابیلا تو نے فریب دیا ہے!! ابیلا کانپ گئی جانتی تھی کہ یزدگرد مغلوب الغضب ہے زُود رنج ہے اور غصہ میں آکر سخت سے سخت سزا دیتا ہے اس نے کہا غریب پرور مجھ جیسی نمک حلال سے دغا ناممکن ہے۔ یزدگرد نے کسی قدر غصہ میں آکر کہا۔ دغا ممکن ہے تو لیلٰے اور آسیہ کس طرح فرار ہو گئیں:۔

ابیلا۔ یزدان ہی جانتا ہے۔

یزدگرد نے طیش میں آکر کہا۔ یزدان! دغا باز کیا جنگلہ کی چابی تیرے پاس نہ رہتی تھی۔ ابیلا نے نہایت عاجزی سے کہا۔ بلاشبہ چابی میرے پاس تھی۔ میرے ہی پاس رہی اور میرے ہی پاس اب بھی ہے لیکن!

یزدگرد نے غضبناک ہو کر قطع کلام کر کے کہا۔ لیکن تجھے لیلٰے پر رحم آ گیا۔ تو نے اس خوبصورت چڑیا کو اڑا دیا۔

ابیلا۔ شاہ عالم نہیں!

یزدگرد۔ پھر کس نے اسے رہا کیا؟

ابیلا۔ یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی!!

یزدگرد۔ اب آجاتے گی چل تو مجھے جنگلہ دکھا۔

فوراً یزدگرد بڑھا۔ ابیلا اس کے پیچھے چلی۔ یزدگرد نے چلتے چلتے کنیزوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی پیچھے روانہ ہوئیں۔ ابیلا نے کہا حضرت زرتشت کی قسم! مجھے خبر نہیں؛۔

یزدگرد سخت غضبناک ہُوا۔ اس نے کڑک کر کہا بے وقوف بچی ہے چابی تیرے پاس تھی پھر دوسرا کون ان کو رہا کر سکتا ہے!! ابیلا نے انتہائی عاجزی سے کہا حضور والا مجھے بالکل خبر نہیں میں خود سخت حیران ہوں میرا اس میں ذرہ برابر بھی قصور نہیں؛۔

یزدگرد نے غیظ بھری نظروں سے ابیلا کو دیکھ کر کہا اچھا نہ بتا!

یہ کہہ کر وہ کنیزوں کی طرف مخاطب ہُوا۔ اس نے درشت لہجہ میں ان سے کہا۔ فوراً ایک زنجیر لاؤ!!

دو کنیزیں دوڑتی ہوئی روانہ ہوئیں وہ بہت جلد ایک زنجیر لے آئیں یزدگرد نے زنجیر اُن سے لے کر ابیلا سے خطاب کر کے کہا۔ ابیلا اب بھی صحیح صحیح بتا دو۔ ابیلا کو معلوم ہی کیا تھا۔ جو وہ بتاتی اس نے پھر کہا۔ یزدان کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے!!

یزدگرد نے غیظ و غضب آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا تو ہرگز نہ بتائے گی اچھا ہاتھ بڑھا نمک حرام دغاباز!!

چارہ ہی بجز اُس کے اور کیا تھا۔ ابیلا نے ہاتھ بڑھا دیئے۔ یزدگرد نے اس کے ہاتھوں میں زنجیر ڈال دی۔ ابیلا سخت مغموم اور خوفزدہ ہوگئی۔ اس نے پھر کہا۔ عالیجاہ! میں بے قصور ہوں!!

یزدگرد نے کچھ نہ سنا اس نے جنگلہ کا تالا کھول کر ابیلا کو جنگلہ میں دھکیل کر تالا لگا دیا۔ اور کنیزوں کو ساتھ لے کر کمرہ سے باہر چلا گیا۔ آج ابیلا کو معلوم ہوا کہ بڑے آدمی کس قدر زود رنج ہوتے ہیں ان کا قرب کس قدر خطرناک ہوتا ہے جب وہ خوش ہوتے ہیں تو کچھ انعام دے دیتے ہیں اور جب بگڑتے ہیں تو جان لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ وہ خاموش بیٹھ کر اپنی حالت کا اندازہ کرنے لگی؛۔

یزدگرد اپنے کمرہ میں آکر بیٹھ گیا اِس وقت وہ سخت پریشان اور متفکر تھا. دل غم و افکار کے طوفان میں ہچکولے لینے لگا تھا کنیزیں ادب سے سر جھکاتے پرا باندھے سامنے کھڑی تھیں زرینہ اس کے برابر بیٹھی اس کے بشرہ کے مدّ و جزر کو دیکھ رہی تھی. کمرہ میں خاموشی طاری تھی. بادشاہ چپ تھا. مغموم تھا. سب چپ تھے گویا اس سے ہمدردی کر رہے تھے. تھوڑی دیر کے بعد زرینہ نے شہنشاہ ایران کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا شہنشاہ عالم پریشانی. فکر و غم انسان کے بدترین دشمن ہیں اِن سے عمر گھٹتی ہے آپ ان: : : : : : : : : : : : :

یزدگرد نے قطع کلام کر کے کہا. زرینہ تو نہیں چاہتی کہ اِس وقت مجھے کس قدر قلق ہے میری رُوح رواں. میرے دل کی دیوی فرار ہو گئی یا بھگا لی گئی ہے میرے لشکر کو شکست ہوئی تو مجھے رنج نہ ہوا. کوثی پر عربوں کا قبضہ ہو گیا مجھے فکر نہ ہوا. میرے بہادر اور آزمودہ کار سپہ سالار مارے گئے. مجھے پریشانی نہ ہوئی. میرا خزانہ جو رستم لے گیا تھا عربوں نے لوٹ لیا. مجھے ملال نہ ہوا لیکن زرینہ جسے میں چاہتا تھا. ہزار جان سے چاہتا تھا. جس کی صوُرت دیکھ کر جیتا تھا وہ غائب کر دی گئی. آہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے میں اس کی جدائی میں کیسے زندہ رہوں گا:.

زرینہ نے لگاوٹ آمیز ادا سے اپنے پھُول سے رُخسار یزدگرد کے منہ کے سامنے کر کے کہا. فکر کریں. آپ کے دشمن قصر شاہی میں ایک سے ایک گلعذار. ایک سے ایک ماہ طلعت ایک سے ایک پری رُخسار موجود ہے ان زہرہ جبینوں سے دل بہلایئے شراب ناب کے جام اڑایئے:.

اگر یزدگرد اِس وقت پریشان نہ ہوتا تو حور وش زرینہ کے پھُول سے زیادہ شاداب گالوں کو چوم لیتا. مگر وہ مغموم تھا اس کا دل پریشان تھا اس نے زرینہ کو پیچھے ہٹا دیا:.

زرینہ اپنی جگہ بیٹھ گئی ٹھیک اسی وقت ایک کنیز آئی اس نے دونوں ہاتھ اپنے اُبھرے ہوئے سینہ پر رکھ کر اولتے جاناتے جھک کر سلام کیا بادشاہ نے سر کے اشارہ

سے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا گیا ہے؟

کنیز نے کہا۔ عالیجاہ مہران باریاب ہونا چاہتا ہے!!

مہران کا نام سن کر بادشاہ قدرے مسرور ہوا۔ اس نے کہا۔ فوراً بلاؤ کنیز چلی گئی تھوڑی دیر میں مہران آیا۔ اس نے زمین بوس ہو کر بادشاہ کو سلام کیا۔ مہران کچھ نحیف ہو رہا تھا اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھیں غم کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ بادشاہ نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔ مہران تم آ گئے؟۔

مہران نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ غریب پرور آ گیا۔ ندامت کا بوجھ سر پہ لادے ہوتے آ گیا:۔

یزدگرد۔ تم بھی شکست کھا گئے!۔

مہران۔ جی ہاں! ایک مار آستین کی وجہ سے شکست ہوئی کاش میں اس کا سر پہلے ہی کچل ڈالتا!!

یزدگرد۔ وہ کون بدبخت تھا۔

مہران۔ جوشماہ۔

یزدگرد نے حیرت بھری نظروں سے مہران کو دیکھ کر استعجاب بھرے لہجہ میں کہا۔ میرا وفادار خادم جوشماہ!۔

مہران۔ حضور!۔

یزدگرد۔ اس نے کیا کیا؟

مہران۔ دشمنوں سے ساز باز کر کے بابل پر ان کا قبضہ کرا دیا۔

یزدگرد۔ تم نے اسے فوراً ہی کیوں قتل نہ کر ڈالا!!

مہران۔ میں نے اس قدر نہ سمجھا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے ساز باز کیا۔ عبید اور عاصم کو اپنے ساتھ لے گیا۔ عربوں سے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے معاہدہ کیا۔ رات کو بابل کا دروازہ کھول کر دشمنوں کو چڑھا لایا۔ سوتے ہوتے ایرانیوں کو قتل کرا دیا:۔

یزدگرد۔ مگر تم نے کوثی پر مسلمانوں کا کیوں مقابلہ نہ کیا؟

مہران۔ مجھے ایرانیوں پر اعتماد نہ رہا۔ جب جوشماہ جیسا وفادار غدار بن سکتا ہے تو اور کا ذکر ہی کیا ہے!!

یزدگرد۔ ایک اور غضب ہو گیا!!

مہران۔ غالباً حضور رملیلے اور آسیہ کی فراری کا ذکر فرما رہے ہیں۔

یزدگرد کو حیرت ہوئی۔ حیرت اسبات پر ہوئی کہ ان دونوں سیم تن پریزاد لڑکیوں کی فراری حال خود بادشاہ کو بھی ابھی معلوم ہوا اس نے حیرت بھری نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ تم کو ان کی فراری کا حال معلوم ہو گیا:۔

مہران نے کہا۔ عالیجاہ! میں نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

یزدگرد کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا! کہاں اور کب دیکھا؟

مہران نے کہا۔ آج ہی مدائن کے باہر۔

یزدگرد۔ کیا وہ تنہا تھیں؟

مہران۔ نہیں ان کے ساتھ پچاس ساٹھ نقاب پوش تھے!!

یزدگرد۔ تم نے ان کو گرفتار کیوں نہ کر لیا؟

مہران۔ میرے ساتھ صرف پانچ آدمی تھے اگر میں ان کو گرفتار کرنے کی سعی کرتا تو نقاب پوش یقیناً مجھے مار ڈالتے!!

یزدگرد۔ اچھا تو چلو اب ان کا تعاقب کریں!

مہران۔ بیکار ہے وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور تیزی سے بھیرہ شیرہ کی طرف دوڑے جا رہے تھے وہ یقیناً اسلامی لشکر میں مل گئے ہوں گے:۔

یزدگرد نے کمال حیرت بھری نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ اسلامی لشکر میں؟::::

مہران نے قطع کلام کر کے کہا۔ حضور والا اسلامی لشکر میں؟ اسلامی لشکر نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کر لیا ہے جنگل کا شہنشاہ حضور کا وفادار دولت اسد بھیرہ مارا گیا:۔

یزدگرد کو یہ سن کر کمال افسوس ہوا اس نے کہا۔ میرے شیر کو کس نے مارا۔

مہران نے کہا۔ مسلمانوں کے ایک افسر نے:۔

یزدگرد غمزدہ ہو گیا اور اس نے کہا۔ افسوس جو خبر سنتا ہوں۔ پریشان کرنے والی اور غم انگیز ہوتی ہے یہ کمبخت مسلمان فتح کرتے کرتے مدائن کے دروازہ پر ہی آ گئے۔ اب کیا ہو گا مہران ؟

مہران۔ مجھے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ یہ مسلمان نہایت جوش وخروش سے فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے بڑھے چلے آ رہے ہیں میرے خیال میں بہرہ شیر بھی عنقریب فتح ہو جائے گا تب مدائن ان کے رحم وکرم پر ہو گا۔

یزدگرد نے غم آلود نظروں سے مہران کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا مدائن بھی فتح ہو جائیگا۔

مہران نے جواب دیا آثار تو یہی کہتے ہیں اب مدائن میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں اوّل تو نقاب پوش مار آستین ہیں ضرور مسلمانوں سے ساز باز کر کے بغاوت کریں گے دوسرے مسلمان جس جوش وخروش سے بڑھے چلے آ رہے ہیں اُسے دیکھتے ہوئے خیال ہوتا ہے کہ مدائن ان کے سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

یزدگرد۔ آہ ساسانی خاندان کا چراغ گل ہو جائے گا کیا کیانی یادگار مٹ جائے گی۔ کیا تمام ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا ؟

مہران نے دل رہی کے لہجہ میں کہا۔ میرے حضور یہ نہ ہو گا۔ مسلمانوں کا جوش ہانڈی کا اُبال ہے مدائن تک ان کا سیلاب آ کر رک جائے گا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم شاہی کو فی الحال حلوان بھیج دیا جائے اگر ہم نے مسلمانوں کو شکست دی تو حرم اور خاندان شاہی کو یہاں بلوا لیا جائے گا اور اگر ہم کو ہزیمت ہوتی تو ہم بھی حلوان چلے جائینگے۔

یزدگرد۔ رائے تو تمہاری معقول ہے اچھا کل اس کا انتظام کیا جائے گا۔

مہران۔ حضور ایک ایک لمحہ قیمتی ہے کوئی بات کل پر نہ اٹھا رکھئے ممکن ہے کہ کل ہی مسلمان مدائن کے سامنے آ جائیں اور پھر خاندان شاہی کو یہاں سے نکلنے کا موقعہ نہ مل سکے اس لئے جو کچھ کرنا ہے آج ہی کیجئے !!

یزدگرد کو مہران کی بات پسند آئی اس نے کہا مناسب ہے کہ اس وقت انتظام کر دو۔ یزدگرد اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مہران کو ساتھ لے کر ایک وسیع کمرہ میں پہنچا یہ کمرہ اس قدر وسیع

تھا کہ وُہ باری بال معلوم ہوتا تھا۔ خوب سجا ہُوا تھا۔ کافی روشنی ہو رہی تھی۔ یزدگرد نے اس کمرہ میں تمام شاہی خاندان کے افراد کو طلب کیا۔ عورتیں، مرد بچے جوق در جوق آنے لگے تھوڑی ہی دیر میں اچھا خاصا مجمع ہو گیا۔ اس مجمع میں مرد کم تھے بچے اور عورتیں زیادہ تھیں سب کے سب نفیس اور بیش قیمت لباس سے ملبوس تھے!!

عورتیں سونے چاندی، ہیرے، جواہرات کے زیورات سے لدی ہوتی تھیں۔ سب کے سب ماہ طلعت زہرہ جبین رشک حُور چاندسی صُورت والیاں تھیں ان کے شاداب چہرے روشنی میں چمک رہے تھے۔ ان کے حُسن نے کمرہ کو جگمگا دیا تھا۔ کمرہ نگار خانہ چین بن گیا تھا۔ یزدگرد ان سب کو لے کر قصر سے باہر آیا۔ باہر گاڑیاں اور گھوڑے کھڑے ہوتے تھے۔ یزدگرد نے سب کو سوار کرایا افسردہ دلی سے ان کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ وہ چلے افسردہ دلی سے آزردہ ہو کر دپے آخری مرتبہ مدائن کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے چلے اور رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔ یزدگرد انہیں وداع کر کے مغموم و محزون قصر میں داخل ہُوا۔ مہران اس کے ساتھ تھا دونوں کمرہ خاص میں جا کر بیٹھے بادشاہ کو پریشان اور غمزدہ دیکھ کر مہران نے تسلی دہ گفتگو شروع کی:-

# معزول ملکہ

حور وش لیلٰے اور پری جمال آسیہ نقاب پوش کے ساتھ چور دروازہ میں داخل ہو کر تیرہ و تار زینہ میں پہنچیں۔ یہاں اس بلا کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ غور کرنے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی نقاب پوش نے بتا دیا کہ وہ اس وقت زینہ میں سنبھلکر سیڑھیاں طے کریں دونوں حور طلعت لڑکیاں آہستہ آہستہ سنبھل سنبھلکر زینہ طے کرنے لگیں زینہ طے کر کے سب ایک خاص کمرہ میں پہنچیں یہ کمرہ ظلمات سے زیادہ تاریک اور قبر سے زیادہ خاموش تھا۔ ان تینوں کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور سانس لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔ نقاب پوش نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا آسیہ میرے پیچھے چلی آؤ۔ چپ چاپ بولنا بالکل نہیں آہستہ بولنے سے بھی یہ کمرہ اس قدر گونج اٹھتا ہے کہ اس کے اوپر کمرہ میں بیٹھنے والے صاف طور پر آواز سن لیتے ہیں نہ بولو نہ زور سے قدم رکھو خاموشی اور آہستگی سے چلی آؤ!!

دونوں رشک قمر لڑکیاں چپ چاپ تھیں۔ انتہائی آہستگی سے نقاب پوش کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ متعدد کمرے طے کرنے کے بعد وہ پھر زینہ پر چڑھنے لگے ہر سیڑھی پر نقاب پوش ان کو ہوشیاری سے سنبھل سنبھلکر قدم رکھنے کی ہدایت کرتا جا رہا تھا۔ ناز آفرین دوشیزہ لڑکیاں نہایت احتیاط سے زینہ طے کر رہی تھیں۔ زینہ کے اختتام پر نقاب پوش نے کوئی چیز پکڑ کر کھینچی۔ فوراً دروازہ نمودار ہوا۔ تینوں دروازہ عبور کر کے

باہر نکلیں یہاں تازہ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے مشامِ جان کو تازگی بخشنے لگے :۔

نقاب پوش نے خفیہ طریقہ پر دروازہ بند کر دیا ۔ ماہ پیکر لڑکیوں نے اپنی خوبصورت آنکھیں اُوپر اٹھا اٹھا کر دیکھا ۔ سیاہ آسمان ۔ آسمان پر ستارے چمکتے نظر آتے ۔ فرطِ مُسرت سے ان کے دل لبریز ہو گئے ۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی ۔ فوراً لیلےٰ نے بیٹھ کر سجدۂ شکر ادا کیا ۔

نقاب پوش نے حیرت سے لیلےٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ۔ اس نے دریافت کیا ۔ ماہ پیکر وہ شیزہ تمہارے سامنے نہ انوارِ الٰہی ( آگ ) نہ کوئی تصویر یہ ہے تم نے سجدہ کسے کیا ؟

لیلےٰ نے سرو قد کھڑی ہو کر جواب دیا اس خدا کو جو ہر جگہ موجود ہے ۔

نقاب پوش :۔ عجیب بات ہے جو چیز نظر نہیں آتی اسے سجدہ کرنا بھی کوئی دانائی ہے ؟

لیلےٰ :۔ خدا جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے جو ہر ذی رُوح کو رزق پہنچاتا ہے وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ہر وقت ہر جگہ موجود رہتا ہے وہ ہماری نظروں سے اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح خوشبو ! پھول نظر آتے ہیں مگر خوشبو نظر نہیں آتی :۔

نقاب پوش :۔ یہ اپنی اپنی سمجھ ہے دیکھو نصف سے زیادہ رات گذر چکی ہے ۔ آؤ جلدی چلیں !!

آسیہ نے کہا چلیئے !!

دونوں نقاب پوش کے پیچھے روانہ ہوئیں ۔ رات اندھیری اور خاموش تھی ستارے خاموش کائنات کو حیرت سے تک رہے تھے البتہ ایک خفیف گڑگڑاہٹ کی آواز آرہی تھی ۔ جو خاموش فضا میں ترنم سا پیدا کر رہی تھی ۔

آسیہ نے نقاب پوش سے دریافت کیا ۔ یہ آواز کیسی ہے ؟

نقاب پوش نے جواب دیا ۔ دریائے دجلہ مدھم شور کے ساتھ بہہ رہا ہے !!

نقاب پوش قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا ۔ دونوں حور طلعت ۔ نازآفرین لڑکیاں اس کے پیچھے چل رہی تھیں کتنی گلیوں اور کوچوں کو طے کر کے یہ تینوں اس مکان میں داخل ہوتے

جس میں خسرو ۔ مراجل ۔ سودابہ اور وزیہ کو لے گیا تھا۔

اس وقت مکان کے اندر بھی سکوت تھا۔ اس کے مکین خواب میں مدہوش پڑے خراٹے بھر رہے تھے۔ نقاب پوش ان ماہ پیکر لڑکیوں کو ہمراہ لے کر ایک کمرہ میں پہنچا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ کمرہ کے وسط میں ایک کوئچ پڑی تھی :۔

نقاب پوش نے شمع روشن کی۔ روشنی میں ناز آفرین لڑکیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ رات بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے تمہاری آنکھیں نیند کے باعث بوجھل ہو رہی ہیں اس کمرہ میں آرام و اطمینان سے سو جاؤ :۔

آسیہ نے کہا۔ میں اور بہن لیلٰے آپ کی بے حد مشکور ہیں۔ ہم آپ کا نام دریافت کرنے کی جرأت کر سکتی ہوں !!

نقاب پوش نے آہستہ سے نقاب اُتار کر آسیہ کی طرف دیکھتے ہوتے کہا۔ بھولی آسیہ میرا نام دریافت کر کے کیا کرو گی !!

آسیہ نے نقاب پوش کو دیکھا۔ اس نے پہلی ہی نظر میں اسے شناخت کر لیا۔ وہ خسرو تھا۔ آسیہ نے کچھ حیرت اور کچھ مسرت بھرے انداز سے کہا آہاہا! بزرگ خسرو! :::

خسرو نے پھر نقاب اپنے چہرہ پر ڈال لیا۔ اس نے کہا۔ ہاں عمزدہ خسرو آسیہ! اب میں صبح تک کے لئے رخصت پاتا ہوں تم دونوں اس کوئچ پر پڑ جاؤ یہاں کوئی تمہارے آرام میں خلل انداز نہ ہو گا۔

یہ کہتے ہی خسرو چلا گیا۔ لیلٰے نے موسیقی نوانہ آواز سے کہا۔ آسیہ بزرگ خسرو بڑے نیک ہیں۔ انہوں نے ہم دونوں ستم زدوں پر مہربانی کر کے ہم کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ آسیہ نے کہا لیلٰے! خسرو انقلابی گروہ کے سرغنہ ہیں وہ یزدگرد اور اس کی حکومت سے سخت ناخوش ہیں۔ بادشاہ کو معزول کر کے موجودہ حکومت کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یزدگرد خود اپنے ملک اور اپنی حکومت کو تباہ کر رہا ہے :۔

لیلٰے نے کہا۔ یزدگرد بے قصور ہے اس کی نوعمری اس کی نادانی پر دلالت کرتی ہے قصور اس کے مشیروں کا ہے :۔

ایک آواز آئی۔ بے شک قصور میرا ہی کا ہے لیکن یہ دگر دا اس قدر بچہ نہیں رہا ہے کہ نیک و بد کو قطعاً نہ سمجھ سکے!!

دونوں ماہ پیکر لڑکیاں کچھ خوفزدہ اور کچھ حیران ہوئیں۔ انہوں نے اپنی ہوشربا آنکھیں اٹھا اٹھا کر گھبرائی ہوئی نظروں سے اس طرف دیکھا۔ جس طرف سے آواز آئی تھی:۔

ایک سیاہ پوش سایہ ان دونوں کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ دونوں نازنین لڑکیاں سائے کو دیکھ کر سہم گئیں۔ انہیں خوف و حیرت اس وجہ سے تھی کہ کمرہ کے تمام دروازے بند تھے۔ کسی دروازہ کے کھلنے کی آواز نہ آئی تھی۔ بغیر دروازہ کھلے کوئی شخص کیسے کمرہ گھس آیا۔ سایہ آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھنے لگا۔ فرط خوف و دہشت سے دونوں پری پیکر لڑکیوں کے چاند سے زیادہ روشن چہرے عرق آگیں ہو گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ سایہ بالکل ان کے قریب پہنچ گیا:۔

یہ سایہ نہ تھا بلکہ سیاہ لبادہ لپیٹ کر کوئی آیا تھا۔ لڑکیوں کے قریب پہنچ کر لبادہ والے نے کہا۔ معصوم لڑکیو! کیا تم مجھے دیکھ کر ڈر گئیں!!

قبل اس کے کہ لڑکیاں کچھ جواب دیں لبادہ پوش نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا۔ آسیہ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا وہ ملکہ پوران دخت تھی۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ آنکھیں روشن ہو رہی تھیں۔ آسیہ بڑھ کر اس کے سامنے دو زانو ہو گئی اس نے کہا۔ آہ ملکہ عالم:::۔

ملکہ عالم نے قطع کلام کر کے کہا ملکہ نہیں ہاں کبھی ملکہ تھی اب ...... اب بیکسوں کی حامی مظلوموں کی ممد و معاون ایک معمولی عورت ہوں!!

آسیہ نے کہا۔ آہ تمہارا زمانہ کہاں گیا۔ جب شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ جب ظلم و ستم کا نام بھی نہ تھا۔ وہ وقت کیا ہوا؟

ملکہ قدرے مغموم ہو گئی اس نے کہا زمانہ بدلتا رہتا ہے ہمیشہ وقت یکساں نہیں رہتا۔ اگر وہ زمانہ نہیں رہا تو یہ بھی نہ رہے گا۔ معصوم لڑکیو ظلم کی کشتی بھر کر ڈوبتی ہے اب ظلم انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ سنگدلی کی حد ہو گئی ہے۔ آثار و قرائن کہہ رہے ہیں کہ

حکومت ایران کا چراغ ٹمٹمانے لگا ہے۔

ایرانیوں کے کندھوں پر غیروں کی حکومت کا جوا رکھا جانے والا ہے آہ! ایرانی غلام بننے والے ہیں۔ یونانیوں کی طرح عربوں کے غلام بنیں گے۔

پوران دخت یہ کہتے ہی کہتے غمگین و بے قرار ہو گئی۔ آسیہ نے کہا ملکہ عالم آپ یزدگرد کو سمجھاتیے۔ آنے والے خطرات سے خبردار کیجئے"۔

ملکہ۔ سمجھانے کا وقت گذر گیا۔ سمجھانے والوں نے بہت کچھ سمجھایا۔ تمام خطرات سے آگاہ کر دیا۔ مگر بدبختی شامل حال تھی۔ اس نے ناصحوں کو اپنا دشمن سمجھا۔ ان کو انقلاب پسندوں کا خطاب دیا اور ان کے درپے آزار ہو گیا۔۔۔۔ آسیہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ کیا انقلاب پسند ملک و قوم کے بہی خواہ ہیں"۔

ملکہ۔ بیشک نقاب پوش انقلابی ملک و قوم کے خیر طلب ہیں بزرگ خسرو اس گروہ کے سرغنہ ہیں۔ مگر یزدگرد کی بدقسمتی دیکھو کہ خیر اندیشوں اور بہی خواہوں کو اپنا دشمن سمجھے ہوتے ہے آسیہ جس بات کا مجھے اندیشہ تھا وہی سامنے آگئی۔ یزدگرد کی کوتاہ اندیشی نے ملک و قوم کے بہی خواہوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے ایران میں انقلاب ہو گا اور زبردست انقلاب ہو گا"۔

یہ کہتے ہی کہتے ملکہ کچھ اس قدر رنجیدہ ہو گئی کہ بات پوری نہ کر سکی کچھ توقف کے بعد اُس نے لمبی آہ کھینچتے ہوتے کہا۔ آسیہ! تم سے میری یہ ملاقات شاید آخری ہے میں پھر نہ مل سکوں گی۔ میں نے تم کو اور لیلے کو رہا کرانے کے لئے بزرگ خسرو کو بھیجا تھا۔ تم دونوں رہا ہو گئیں اب میں تم سے نہیں لیلے سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

آسیہ اور لیلے دونوں کو پوران دخت کی گفتگو سُن کر حیرت ہوئی ابتک وہ سمجھے ہوتے تھیں کہ بزرگ خسرو نے ان کو از خود رہا کرایا ہے لیکن ملکہ کی گفتگو نے ان کو حیرت میں ڈال دیا۔ خصوصاً لیلے کو اُسے نہایت متعجب ہوا کہ ایران کی معزول ملکہ اس سے کیا کہنا چاہتی ہے۔ وہ پوران دخت کے خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنے لگی"۔

آسیہ نے دریافت کیا۔ کیا حضورؐ نے ہی ہم پر یہ عنایت کی ہے۔

ملکہ نے کہا۔ ہاں میں نے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں لیلے مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ عنقریب مسلمان مدائن پر قبضہ کریں گے۔ ایرانی ان کے غلام بنیں گے۔ اقرار کرو کہ تم مسلمانوں کو اس امر کی ترغیب دو گی کہ وہ کسی ایرانی کو تکلیف نہ پہنچائیں:۔

لیلے نے سریلی آواز سے کہا۔ ملکۂ عالم میں اگرچہ قید خانہ سے آزاد ہو گئی ہوں لیکن ابھی تک ایرانیوں کے قبضہ میں ہوں مسلمانوں تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اگر میں مسلمانوں میں پہنچ گئی تو اقرار کرتی ہوں کہ مسلمانوں کو مجبور کروں گی کہ وہ کسی ایرانی کو ذرہ برابر آزار نہ پہنچائیں:!

ملکہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ شاباش نیک لڑکی شاباش مجھے تجھ سے ایسی ہی توقع تھی۔ سنو تم کل مدائن سے رخصت کر دی جاؤ گی۔ بزرگ خسرو تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اب ایرانیوں کو بچانا تمہارے اقرار پر موقوف ہے:۔

لیلے۔ انشاء اللہ اپنا اقرار پورا کروں گی!۔

ملکہ۔ اچھا اب تم آرام کرو۔ کل شام کو تمہیں رخصت کر دیا جائے گا۔

یہ کہہ کر ملکہ چلی گئی۔ دونوں لڑکیاں مسہری پر پڑ گئیں۔ چونکہ رات زیادہ آ گئی تھی اس لئے تھوڑی ہی دیر کے بعد دونوں کو نیند آ گئی:!

# آزادی

دوسری صبح جب دونوں حُور طلعت لڑکیاں بیدار ہوئیں تو آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ اس کی رنگ برنگی کرنیں دریچوں کے راستہ سے آ آ کر کمرہ میں بائیسکوپ کا سا پرتو ڈال رہی تھیں۔ دونوں جلدی سے اٹھیں ضروریات سے فراغت کر کے پھر کمرہ میں آبیٹھیں ابھی انہیں آتے ہوتے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مراجل آگئی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ آہا۔ آسیہ تم رہا ہو گئیں یزدان نے بڑی مہربانی کی۔ آسیہ نے حیرت سے مراجل کو دیکھا۔ اس نے کہا کیا تم حسن کے ڈاکو کے پنجہ سے نکل آئیں؟

مراجل نے کہا۔ ہاں میں اسی روز نکل آئی تھی۔ بزرگ خسرو! مجھے بچا لاتے تھے غالباً وہی تم کو بھی لاتے ہیں:۔

آسیہ۔ ہاں وہی لاتے ہیں مگر تم اس مکان میں کیسے ہو؟ اپنے قصر میں کیوں نہ گئیں؟۔

مراجل۔ یزدگرد کے خوف کی وجہ سے وہ میرا۔ میرے باپ کا میرے خاندان کا دشمن ہو گیا ہے:۔

اب مراجل آسیہ کے پاس جا بیٹھی اس نے لیلےٰ کو دیکھ کر دریافت کیا، کیا یہ وہی عربی دوشیزہ ہے جس پر کوتاہ اندیش یزدگرد ہزار جان سے فریفتہ ہے۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ ہاں یہ وہی غارتگر صبر و شکیب ہے کیا یہ خوبصورت نہیں؟

مراجل نے کہا۔ خوبصورت ہے.... حسن کا آفتاب ہے اس کے چہرہ میں اس قدر دلکشی ہے کہ مرد تو مرد میرا دل بھی کھنچ گیا ہے۔

آسیہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔ گویا تم بھی لیلے کو چاہنے لگی ہو!!

مراجل نے مسکرا کر کہا۔ چاند کسے پیار نہیں لگتا۔ کیا تم اس حور کو پیار نہیں کرتی ہو۔ آسیہ اس نے کن انکھیوں سے لیلے کو دیکھ کر مسکراتے ہوتے کہا۔ مجھ پر تو اس خوبصورت ساحرہ نے جادو کر دیا ہے مراجل میں اس پر ہزار جان سے والہ و شیدا ہوں۔ آفتاب کی کرنوں میں چاند کی گہرائیوں میں کائنات کے ذرہ ذرہ میں اس کے رخ پر نور کا پرتو ہے میں نے اس سے کہا ہے بار بار کہا ہے اور اب پھر کہتی ہوں : ؎

پرتو جو ترا روتے پُر انوار نہ ڈالے!

بے نور ہو خورشید سیہ خانہ جہاں ہو

مراجل نے کہا۔ بیشک یہی بات ہے میں نے ایسی پیاری۔ ایسی دلکش ایسی روشن جبین کسی کی نہیں دیکھی!!

لیلے اپنی تعریف سن کر شرم وحیا سے دبی جا رہی تھیں۔ اس کی موٹی موٹی سرمگیں آنکھیں بار حیا سے زمین کی طرف جھک گئی تھیں وہ شرم و حیا کی تصویر بن گئی تھی۔ مراجل اُسے پیار بھری نظروں سے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مراجل نے لیلے سے خطاب کرتے ہوتے کہا۔ اے حُسن کے چاند اس قدر کیوں شرما رہی ہو۔ نظریں اٹھاؤ آنکھیں ملاؤ۔ اور کچھ باتیں کرو۔ رشک حور لیلے کے مسیحا صفت لبوں پر روح پرور تبسم نمودار ہوا اُس نے بجلیاں گرانے والی صبر و شکیب چھین لینے والی آنکھیں اٹھا کر مراجل کو دیکھا اور فردوسی حوروں جیسے لہجہ میں کہا۔

میں کیا کہوں مراجل بے دست و پا ہوں قید ہوں۔ وطن اور عزیزوں سے دور دیار غیر میں پڑی ہوں۔ رنج و غم۔ فکر و پریشانی میرے دمساز ہیں کیا کہوں : :

لیلے یہ کہتے کہتے افسردہ ہو گئی آسیہ اور مراجل دونوں پر اس کی افسردگی کا اثر ہوا مراجل نے دلدہی کے لہجہ میں کہا لیلے اب غم نہ کرو۔ غم والم کا دور ختم ہونے والا ہے بزرگ

خسرو کہتے تھے کہ آج رات کو تم اسلامی لشکر کی طرف روانہ کر دی جاؤ گی۔ لیلےٰ نے کہا ہیں آسیہ کی بے حد مشکور ہوں اس کی وجہ سے لیل و نہار کٹنے لگے تھے اسی کی بدولت بزرگ خسرو نے رہائی دلائی۔"

مراجل۔ مگر اب افسردگی کی کیا وجہ ہے۔

لیلےٰ۔ آسیہ کی مفارقت جس سے میرا دل مانوس ہوا ہے وہ مجھ سے چھوٹنے والی ہے۔

مراجل۔ جب یہ بات ہے تو تم کیوں مسلمانوں میں جاتی ہو؟ یہیں رہو نہ۔

لیلےٰ۔ نہ میں خود آتی نہ خود جاتی ہوں۔ گردش تقدیر لاتی ہے خوبی قسمت لئے جاتی ہے۔ اس میں میرے بس کی کیا بات ہے۔

مراجل۔ تو تم آسیہ کو بھی اپنے ہمراہ لے جانا چاہتی ہو؟

لیلےٰ۔ ہاں آرزو تو یہی ہے لیکن میرا اختیار کیا۔

آسیہ نے لیلےٰ کو اپنی آغوش میں لے کر بھینچتے ہوئے کہا۔ میری حور غلط دنیا تیرے حسن کے آفتاب۔ نور و جمال کی دیوی میں تیری پرستار ہوں تیرے ساتھ رہوں گی جہاں جائے گی۔ ساتھ ہی جاؤں گی!!

لیلےٰ آہستہ آہستہ آسیہ کی آغوش سے نکلی اس کی مست و سرشار آنکھوں سے تشکر و امتنان کے آثار ہویدا ہوتے۔ اس نے کہا آسیہ تمہارا شکریہ ہزار بار شکریہ! تم نے میرے ساتھ چلنے کا وعدہ کر کے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔

مراجل نے متعجبانہ نظروں سے آسیہ کو دیکھ کر کہا۔ تم لیلےٰ کے ساتھ جاؤ گی مسلمانوں میں حیرت ہے کہ ایسی کیا بات ہو گئی ہے آسیہ؟

آسیہ نے کہا۔ مراجل! میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ مسلمان مسلمانوں میں ہی رہ کر خوش ہو سکتا ہے۔

مراجل کو کمال حیرت ہوئی۔ اس نے انتہائی استعجاب بھری نظروں سے آسیہ کو دیکھ کر کہا۔ مسلمان ہو گئی ہے کیا ایک پارسی لڑکی مسلمان ہو سکتی ہے تجلی الٰہی کو چھوڑ

کر خیالی خدا کی آغوش میں جا سکتی ہے۔

آسیہ۔ خدا آنکھوں سے مستور ہے آگ انوار الٰہی نہیں۔ جو چیز دوست اور دشمن کو جلا ڈالے وہ پرستش کے قابل نہیں ہو سکتی!!

مراجل تعجب ہے جس مقدس آتش کو تونے۔ تیرے باپ دادا نے پوجا۔ آج تو اس سے منحرف ہو گئی آسیہ تجھے کیا ہو گیا!!

آسیہ۔ میں نے اس خدا کو پالیا۔ جو کائنات کا خالق ہے۔ ذرہ ذرہ پر جس کی نظر ہے۔ مراجل سوچو۔ آگ کیا ہے کیا خدا کا نور ہے ہرگز نہیں خدا کا نور آگ سے زیادہ لطیف ہے اس کو دیکھنے کی طاقت انسان میں نہیں ہے آگ گرمی کا شعلہ ہے انسانی ضروریات کی ایک چیز ہے دوست دشمن سب کے کام آتی ہے اس کی پرستش کرنا جہالت ہے ایرانی ستارہ پرست تھے۔ بزرگ زرتشت نے ستارہ پرستی کو آتش پرستی سے بدل دیا۔ بادشاہ وقت نے اس مذہب کو قبول کر لیا سارے ایران میں آتش پرستی رائج ہو گئی۔ مراجل حیرت سے خاموش آسیہ کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا تجھے یہ باتیں کس نے بتائیں آسیہ؟

آسیہ نے کہا۔ لیلےٰ اس مست شباب نے مجھ پر احسان کیا ہے میری آنکھوں سے ضلالت کا پردہ اٹھا کر ایمان کی روشنی کا نقاب ڈال دیا خدا کو کس نے دیکھا ہے مراجل!!

مراجل نے کہا۔ آسیہ! تیری گفتگو نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے لیلےٰ ضرور ساحرہ ہے۔ خوبصورت ساحرہ اس نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ بزرگ خسرو کہتے تھے کہ لیلےٰ ساحرہ ہے۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ لیلےٰ کا حسن سحر خیز ہے جو اس رشک قمر کو دیکھ لیتا ہے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ خود ساحرہ نہیں ہے خدا کی پرستش کی تلقین جادو نہیں کہلاتی۔

مراجل کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خسرو آ گیا۔ اس وقت وہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے

ہوتے نہیں تھا۔ وہ آکر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس نے کہا بیٹی لیلے تم نے ملکہ عالم سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو گی :۔

لیلے نے کہا۔ بزرگ محسن ضرور پورا کرونگی۔ ایک مسلمان جو وعدہ کر لیتا ہے زندگی کے آخری سانس تک اُسے پورا کرتا ہے !!

خسرو۔ میں نے یہی تعریف مسلمانوں کی سنی ہے سچائی وعدہ وفائی ایمان کا جز ہے۔ مسلمانوں میں یہ دونوں موجود ہیں۔ تمام ایرانیوں کا یہ خیال ہے کہ مدائن پر مسلمانوں کا ضرور قبضہ ہو جائے گا۔ اس وقت اسے رشک قمر دوشیزہ تو ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے ایرانیوں کو بچا سکے گی :۔

لیلے۔ مَیں بچاؤنگی اپنی زندگی میں کسی ایرانی پر آنچ نہ آنے دونگی۔

خسرو۔ تجھ سے یہی توقع ہے آج دن چھپنے کے بعد تجھے میدان سے رخصت کر دینگے :۔

مراجل نے کہا لیلے کے ساتھ آسیہ بھی جانے کو تیار ہے۔ خسرو نے حیرت سے آسیہ کی طرف دیکھ کر دریافت کیا کیا آسیہ تو بھی جا رہی ہے !!

آسیہ نے جواب دیا مجھے لیلے سے محبت ہے میں اسے کیسے چھوڑ سکتی ہوں :۔

خسرو۔ کیا تو اپنے عزیزوں کو چھوڑ جائے گی !!

آسیہ نے افسردگی سے کہا عزیزوں کو !! میرا ایک بھائی ہے وہی میرا عزیز تھا۔ لیکن اب میرا دشمن ہے۔ اُس نے ہی مجھے گرفتار کرایا۔ اس نے ہی مجھے آہنی زنجیروں سے مار مار کر زخمی کیا۔ اگر لیلے کو رحم آیا اور اس نے مدد کرنی چاہی تو اُسے بھی جھٹکا دیا۔ اور علیحدہ کیا ایسے بھائی کو کیا کروں۔

خسرو۔ مَیں نے سنا ہے کہ تو مسلمان ہو گئی ہے۔

آسیہ۔ ہاں میں مسلمان ہو گئی ہوں اب مسلمانوں ہی میں رہنا چاہتی ہوں

خسرو۔ تجھے اختیار ہے۔ جہاں تیرا دل چاہے رہ لیلے تیرے کپڑے خراب ہو گئے ہیں مَیں تیرے لئے کپڑے لاتا ہوں اتنے مَیں تو غسل کر لے !!

مراجل نے کہا۔ آپ کپڑے کہاں سے لاوینگے میرے کئی کپڑے جوڑے موجود

ہیں میں ایک جوڑا لا دیتی ہوں! یہ کہتے ہی مراجل چلی۔ خسرو اسے روک کر کہا۔ آسیہ کے کپڑے بھی بالکل پھٹ گئے ہیں ایک جوڑا اس کے لئے بھی لیتی آنا۔ بہت اچھا کہہ کر مراجل چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد خسرو بھی چلا گیا۔ اب آسیہ نے کہا لیلےٰ آؤ غسل کر آئیں!

لیلےٰ نے کہا۔ پہلے کپڑے آئینے دو غسل کر کے میلے کپڑے نہ پہننا چاہیئے۔ آسیہ مسکرا کر کہا۔ لیلےٰ اگرچہ تم میلے کپڑے پہنے ہو۔ عرصۃ تک غسل بھی نہیں کیا ہے۔ زلف شبگوں میں شانہ بھی نہیں کیا ہے۔ غم و فکر نے گھلا رکھا ہے۔ ان وجوہات سے تمہارا حُسن پھیکا پڑ جانا چاہیئے تھا مگر تعجب ہے حُسن کی بہار میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی ہے۔ چہرہ کی آب و تاب شادابی و رعنائی بدستور ہے دراصل حُسن تم پر خود فریفتہ ہے:۔

لیلےٰ مسکرائی اداتے حورانِ بہشتی کی شان سے مسکرائی۔ اس نے مسکرا کر کہا اور آسیہ تم! تمہارے کپڑے پھٹ گئے اور پھٹے ہوئے سوراخوں سے تمہارا بدن اس طرح سے جھلملا رہا ہے۔ جس طرح چاند بادلوں کے ٹکڑے میں جھلملایا کرتا ہے تمہارا حسن عالم سوز ہے آسیہ؟

آسیہ نے کھلکر مسکراتے ہوئے کہا۔ شکر ہے میرے حُسن کی بھی ایک ثناخواں پیدا ہوئی۔ اب تک تو میں خود کو ایک معمولی لڑکی سمجھتی تھی مگر آج سے:

لیلےٰ نے مسکراتے ہوئے قطع کلام کر کے کہا۔ اپنے آپ کو حسینوں میں شمار کرنا تم بہترین حسینہ ہو آسیہ؟

ایک آواز آئی آسیہ! تم سے کم خوبرو ہے وہ ستارہ حُسن ہے اور تو ماہتاب حُسن دونوں نے دروازہ کی طرف دیکھا۔ مراجل کپڑے لئے مسکراتی ہوئی آ رہی تھی ان دونوں کے قریب آ کر اس نے کپڑے دیئے دونوں جوڑے ریشمیں تھے۔ دوپٹوں کے پلوؤں پر موتیوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں لیلیٰ اور آسیہ کپڑے لے کر غسل کرنے چلی گئیں مراجل وہیں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں دونوں غسل کر کے کپڑے بدل کر آ گئیں۔ ریشمیں کپڑوں نے دونوں کے حسن کو نکھار دیا۔ موتیوں کی سفید جھالروں نے ان کے خوبصورت چہروں کو اس قدر جگمگا دیا تھا کہ ان کو نظر بھر کر دیکھنا دشوار ہو گیا۔ خصوصاً لیلےٰ کا چہرہ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے اس کے پیارے چہرہ میں بجلی بھر دی گئی ہو۔ رخسار سے آ ور گال

گلاب کے پھول سے بڑھکر شاداب اور گلابی تھے۔ موہنی آنکھوں سے سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ مراجل نے حیرت سے لیلے کو دیکھا۔ وہ اٹھکر بے ساختہ اس سے بغلگیر ہو گئی اس نے خوروشی لیلے کے دونوں رُخسار چوم لئے۔ لیلے شرما گئی۔ مراجل نے کہا۔

اے آفتاب حسن۔ یزدان کی قسم تیرا حسن ساری دُنیا کو مسخر کر سکتا ہے عورت۔ مرد۔ بچے بوڑھے۔ سب تیرے گرویدہ ہو سکتے ہیں۔ یزدگرد بے قصور ہے۔ وہ نوجوان ہے اس کے پہلو میں ارمان بھرا دل ہے تجھے دیکھ کر وہ کیسے صبر کر سکتا تھا۔ لیلے خاموش تھی۔ وہ شرما رہی تھی۔ چپکے چپکے مسکرا رہی تھی مراجل نے پھر کہا لیلے بالوں کو سکھالو۔ یہاں مشاطہ نہیں ہے۔ آج تمہارے بالوں میں شانہ کروں گی۔ رشک قمر لیلے نے دوپٹہ اتار کر مسہری پر رکھدیا اور اپنے سر کے گھنگھریالے سنہری مائل سیاہ لمبے بالوں کو اپنے دوش پر بکھیر دیا۔ سیاہ بالوں میں اس کا روشن چہرہ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسا کالے بادلوں میں چاند معلوم ہُوا کرتا ہے۔ آسیہ نے بھی دوپٹہ اتار کر رکھدیا۔ اس نے بھی بال کھولکر بکھیر دیئے اس کے بال بھی ملائم سیاہ چمکدار تھے۔ اس کا چہرہ بھی چمکنے لگا۔ چونکہ کمرہ میں آفتاب کی شعاعیں آرہی تھیں۔ اس لئے بال جلدی ہی خشک ہو گئے مراجل دوڑ کر خوشبودار تیل اور کنگھی لے آئی۔ اس نے پہلے لیلے کے سر میں شانہ کر کے عربی عورتوں کی طرح چوٹی گوندھ دی اور پھر آسیہ کے سر میں تیل لگا کر شانہ کر کے ایرانی وضع پر بال بنا دیئے۔ کنگھی چوٹی سے فراغت کر کے دونوں نے ہاتھ مُنہ دھوتے اور دوپٹے اوڑھ اوڑھ کر بیٹھ گئیں۔ دونوں خوبصورت تھیں لیے اچھے کپڑے پہن لئے تھے۔ جن کی ملکہ معلوم ہونے لگیں :۔

اب دوپہر ہو گیا تھا۔ تینوں نے اسی کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور قیلولہ کرنے کے لئے ایک ہی مسہری پر لیٹ گئیں۔ تینوں خوبصورت تھیں کمال خوبصورت تھیں۔ ایسی معلوم ہونے لگیں۔ جیسے تین چاند برابر برابر ایک ہی جگہ جمع ہو گئے ہیں آفتاب ڈھلنے پر لیلے اور آسیہ اٹھیں۔ وضو کیا اور نماز پڑھنے لگیں۔ مراجل حیرت سے انہیں نماز پڑھتے دیکھنے لگی۔ نماز سے فراغت کر کے وہ پھر مسہری پر آ بیٹھیں۔ مراجل گویا لیلے پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ وہ اسے چھیڑتی۔ اس کے گدگدیاں کرتی۔ اسے آغوش میں کھینچکر بھینچتی

کبھی باتیں کرنے لگتی۔ اس طرح سے چھیڑ چھاڑ اور باتیں کرتے عصر کا وقت ہوا۔

آسیہ اور لیلے نے عصر کی نماز پڑھی۔ عصر کے بعد مغرب کا وقت ہوا دن چھپ گیا۔ دونوں نے مغرب کی نماز پڑھ کر مراجل کو ساتھ لیا اور باہر صحن میں نکل آئیں۔ اب رات آگئی۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ اور چاندنی تمام صحن میں پھیل رہی تھی۔ مراجل نے پہلے چاند کو اور پھر لیلے کو دیکھا اس نے کہا لیلے۔ آسمان کے چاند سے زمین کا چاند بہت زیادہ خوبصورت ہے دیکھو آسمان کا چاند زمین کے چاند کو تک رہا ہے۔ لیلے نے مسکرا کر دریافت کیا۔ زمین کا چاند کہاں ہے مراجل؟:۔

مراجل نے لیلے کو سینے سے لگا کر کہا۔ زمین کا چاند تو ہے لیلے!!

ٹھیک اسی وقت خسرو آگیا۔ مراجل لیلے سے الگ ہوگئی۔ خسرو نے قریب آکر کہا لیلے تیار ہوجاؤ۔ میں نے تمہاری روانگی کا سب انتظام کرلیا ہے لیلے نے کہا۔ میں تیار ہوں مجھے تیاری کرنی ہے:۔

خسرو۔ اچھا تم کھانا کھالو!!

تینوں ماہ طلعت لڑکیاں خسرو کے ساتھ پھر کمرہ میں واپس آگئیں اس وقت کمرہ میں روشنی کردیگئی تھی۔ چاروں نے بیٹھکر کھانا کھایا۔ کھانا کھاکر لیلے اور آسیہ نے عشاء کی نماز پڑھکر تیار ہوگئیں۔ خسرو نے کہا اب چلو دیر کرنا اچھا نہیں:۔

تینوں لڑکیوں اٹھیں۔ مراجل۔ آسیہ اور لیلے بغلگیر ہو کر ملی۔ وہ انہیں رخصت کرتے وقت آبدیدہ ہوگئی۔ لیلے نے اسے افسردہ خاطر دیکھکر کہا۔ مراجل ہم انشاءاللہ پھر جلدی ملیں گے۔ آزردہ کیوں ہوتی ہو!!

مراجل نے کہا۔ لیلے مجھے بھول نہ جانا۔ تمہاری یاد مجھے بے قرار کرتی رہ گئی۔ اب لیلے خود مراجل سے لپٹ گئی۔ اس نے کہا۔ میں تم کو ہرگز نہ بھولوں گی۔ تمہاری یاد اپنے ساتھ لے جارہی ہوں۔ یہ امانت میرے دل میں رہے گی۔ مراجل نے دونوں کو رخصت کیا۔ رخصت کرتے وقت اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ خسرو دونوں سیم تن لڑکیوں کو ہمراہ لے کر قصر سے باہر آیا۔ یہاں پچاس سوار کھڑے تھے۔ دو کوتل گھوڑے بھی تھے۔ خسرو نے دونوں لڑکیوں کو گھوڑوں پر سوار کرا کر ایک سوار کو ایک کاغذ کا پرزہ دیتے ہوتے کہا۔ لو

یہ مدائن سے باہر نکلنے کا اجازت نامہ ہے۔

ان دونوں لڑکیوں کی حفاظت اپنی زندگی کے آخری سانس تک کرنا انہیں اسلامی لشکر میں پہنچاکر واپس چلے آنا۔ سوار نے کاغذ لیتے ہوئے کہا۔ اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوگی۔

اب یہ آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ گلیوں اور کوچوں کو طے کر کے کھلی ہوئی سڑک پر آئے۔ ساری سڑک پر سفید سفید چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک پر آکر یہ لوگ تیزی سے چلنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ چل کر شہر پناہ کے پھاٹک پر پہنچے۔ پھاٹک پر پہرہ تھا۔ سوار نے پروانہ راہداری پیش کیا۔ پہرہ والوں نے غور سے پروانہ کو دیکھکر ان کو باہر جانے کی اجازت دی۔ یہ لوگ پھاٹک سے نکل کر سیدھے اس سڑک پر ہو لئے۔ جو بھیرہ شہر کو گئی تھی۔

چاندنی رات میں ہوائے لطیف اور جنگل کا منظر اچھا معلوم ہو رہا تھا ابھی یہ لوگ مدائن سے دو تین ہی فرلانگ گئے تھے کہ بھیرہ شیر سے چند سوار آتے نظر آئے۔ قریب آنے پر انہوں نے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ مہران اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ آرہا ہے۔

مہران ان لوگوں کے قریب آکر رکا۔ اس نے ان لوگوں کو دیکھا۔ اس کی نظر آسیہ اور لیلٰے پر پڑی۔ اس نے ان کو پہچان لیا۔ اسے کمال حیرت ہوئی اس نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔ کون آسیہ اور لیلٰے!!

آسیہ نے کہا ہاں مہران ہم ہیں ہمیں انقلاب پسندوں نے شاہی قید خانہ سے نکال لیا ہے یزدگرد سے کہہ دینا کہ اس کی تباہی میں اب کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔ چونکہ مہران کے ہمراہی کم تھے اس لئے اُسے کچھ کہنے کی جرأت ہوئی۔

وہ چپ چاپ مدائن کی طرف چل پڑا۔ یہ لوگ نہایت اطمینان سے آہستہ آہستہ بھیرہ شیر کی طرف چلتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دریائے دجلہ کے پل پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اس طرح عرصہ دراز کے بعد لیلٰے کو ان مصائب و آلام سے چھٹکارہ ملا۔ اس نے آزادی کی فضا میں سانس لیا۔

---

# رازِ نیاز

تمام اسلامی لشکر کوثی میں جمع ہو گیا۔ چونکہ یہ تاریخی مقام تھا۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ بت پرستی۔ ستارہ پرستی چاند پرستی آفتاب پرستی کے خلاف جہاد شروع کیا۔ تو کفار میں غیظ و غضب کے آثار پیدا ہوتے۔ ان کی قوم ان کے اہلِ وطن حتیٰ کہ بادشاہ ان کے دشمن ہو گئے ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیں لالچ دیا۔ حق پرستی کو چھوڑ کر بت پرستی کی ترغیب دی۔ لیکن اس حق و صداقت کے شیدائی نے ایک نہ مانی برابر سختیاں جھیلتا رہا اور بت پرستی کے خلاف تقریریں کرتا رہا۔ اس کا باپ آذر بت تراش تھا۔ وہ پتھر کے بت بناتا۔ اس کے تراشے ہوتے بتوں کی لوگ پرستش کرتے۔ حضرت ابراہیم نے انہیں سمجھایا۔ بت تراشی سے منع کیا باپ نے بیٹے کی بات نہ مانی۔ رفتہ رفتہ لوگوں پر حضرت ابراہیم کے وعظ کا اثر ہوا۔ وہ بت پرستی چھوڑ چھوڑ کر مسلمان ہونے لگے۔ اس زمانہ میں نمرود بادشاہ تھا۔ نمرود کو یہ بات ناگوار گذری چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم کو کوثی میں قید کر دیا۔ جس جگہ حضرت ابراہیم قید رہے تھے وہ اس وقت تک بدستور باقی تھی۔ تمام مسلمان اس جگہ کی زیارت کو گئے۔ خود حضرت سعدؓ نے بھی اس مقام کی زیارت کی۔ آج ابن سعود نے اماکن مقدسہ کے متبرک مزارات کو اس لئے منہدم کرا دیا ہے کہ لوگ قبہ پرستی کرتے تھے۔ اس کا یہ فعل کیسے مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ مسلمانوں کے بزرگوں نے ان مقامات کی زیارت کی ہے جو کسی پیغمبر یا

اولیاء کی وجہ سے مشہور تھے۔ اگرچہ قبہ پرستی کا اندیشہ تھا۔ تو مزارات پر پہرے لگا دیتے جاتے لیکن انہیں منہدم کرانا مناسب نہ تھا۔ افسوس ابن سعود نے بہت سے تاریخی مقامات کو تباہ و برباد کر لیا کاش! وہ اتنی عجلت کی بجائے مآل اندیشی سے کام لیتا:۔

کئی روز تک اسلامی لشکر کوثی میں مقیم رہا۔ مجاہدین۔ مناظر قدرت کی سیر کرتے رہے مینو سواد گلزار۔ دلفریب آبشار و سبزہ زار پہاڑ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ عراق کی بہشت تھی مسلمانوں نے اس جگہ کو بے حد پسند کیا۔ عاصم اس جگہ کو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ اس لئے یہ جگہ محبوب تر تھی:۔

حور وش پروین کو بھی یہ جگہ بہت زیادہ محبوب تھی۔ اسی جگہ اس نے عاصم کو دیکھا تھا۔ اس عاصم کو جس پر پری رخساروں کی طبیعتیں مائل ہو جاتی تھیں۔ اس جگہ وہ عاصم کے خدنگ نظر سے زخمی ہوئی تھی۔ اسی جگہ اس نے اپنا دل عاصم کو نظر کر کے سوائے محبت خریدا تھا۔ دراصل یہ جگہ عاصم و پروین کی محبت کی یادگار تھی۔ ایک روز ایران کی حسینہ۔ حور وش دوشیزہ۔ قمر طلعت پروین خیزران سے چھپ کر تنہا اسی مقام پر آئی تھی۔ جہاں پہلی مرتبہ وہ اور عاصم ملے تھے۔

ڈھلوان میدان میں۔ سرو کے درختوں کو پیچھے چھوڑتی نشیب کی طرف چلی اس وقت چار گھڑی دن باقی رہا تھا۔ آفتاب مغرب کی طرف ڈھل گیا تھا۔ دھوپ کی سفید رنگت سنہری مائل ہو گئی تھی۔ چونکہ اس ڈھلوان میدان کے کناروں پر کثرت سے درخت کھڑے تھے۔ اس لئے دھوپ سمٹ کر مشرقی کنارہ پر پہنچ گئی تھی۔ یہ تمام میدان سبزہ زار تھا۔ سایہ میں گہرا سبز رنگ نہایت ہی دلفریب معلوم ہو رہا تھا۔ حسن و خوبصورتی کی تصویر ماہ پیکر پروین خراماں خراماں اس مسطح ٹیلے کی طرف آ رہی تھی جو میدان کے وسط میں واقع تھا۔ چلتے چلتے خدا جانے اسے کیا خیال آیا کہ وہ گھوم کر اس طرف چلی جس طرف پھولوں کا کنج تھا۔

مسطح ٹیلے سے آگے بڑھ کر وہ چمن زار میں داخل ہوئی۔ یہ چمن نہایت خوش سواد تھا۔ چھوٹے چھوٹے پودے رنگ برنگ کے پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ روح پرور خوشبو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اپنے دامنوں میں لئے چل رہے تھے۔ یہ جگہ خوشبو سے معطر تھی۔ حور اد پروین

پھولوں کے تختہ میں گھس گئی ایک نہ معلوم جذبہ ایک سرشارانہ کشش سے اس طرف کھینچے چلی رہی تھی۔

ابھی وہ چند ہی قدم چلی تھی کہ اس نے قریب ہی سامنے عاصم کو سبز سبز گھاس پر بیٹھے دیکھا۔ وہ اسے دیکھکر ٹھٹھک گئی۔ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ محبت کی نظروں سے گھورنے لگی:۔

عاصم خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھا۔ اس نے نہ پروین کو دیکھا نہ اس کے آنے کی چاپ محسوس کی۔ پروین کچھ دیر کھڑی رہ کر دلربایانہ شان سے بڑھی۔ عاصم کی طرف دیکھتی ہوئی نہیں بلکہ خوشرنگ پھولوں کو دیکھتے ہوئے جس سے اسے دیکھنے والا یہ خیال نہ کرے کہ وہ عاصم کو دیکھکر بڑھی ہے بلکہ یہی سمجھے کہ پھولوں کو دیکھتی ہوئی بڑھ رہی ہے:۔

جب وہ قریب پہنچ گئی تو عاصم نے اس کے نازک قدموں کی چاپ سُنی اُس نے خیالات کی گہرائیوں سے نکلکر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس حسن مجسم۔ اس پیکر نور۔ رعنائی و دلربائی کی بے نظیر تصویر کو دیکھکر پہلے حیران ہُوا۔ پھر جلدی سے اُٹھا۔ گویا وہ حسن کی ملکہ کے استقبال کے لئے کھڑا ہے۔ مگر ایران کی حسینہ دوسری طرف متوجہ تھی۔ پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔ عاصم کو رشک ہُوا کہ وہ کوئی پھول کیوں نہ ہُوا تاکہ پروین اور پھولوں کی طرح اسے بھی دیکھتی !!

پروین کی نظر پھولوں سے گذرتی ہوئی عاصم پر پڑی جس طرح اتفاقیہ اور اچانک خلاف اُمید کسی چیز کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے اسی طرح سے کافرادا پروین کو حیرت ہوئی۔ حالانکہ یہ اس کی حیرت مصنوعی تھی وہ پہلے ہی عاصم کو دیکھ چکی تھی۔ عاصم نے اس بُت طناز کے قریب آکر کہا۔ آج یہ چاند کدھر سے نکلا۔ تم یہاں کیسے آگئیں۔ کہیں میرا جذب دل تو نہیں کھینچ لایا۔ پروین مسکرائی۔ فردوسی حُور کی طرح نغمہ۔ وادئی کے لہجہ میں بولی۔ میں تو ادھر اتفاقیہ چلی آئی۔ مگر تم کیسے آگئے کیا ہر روز آیا کرتے ہو یہاں ؟۔

عاصم نے محبت بھری نظروں سے اس حور جمال کو دیکھکر بے ساختگی سے کہا۔ ہر روز ہی

آیا کرتا ہوں. مجھے اس جگہ سے محبت ہے:..

پروین کے پیارے چہرہ سے رشک کی ناگوار علامات نمودار ہوئیں اس نے کہا. ہر روز ہی آتے ہو؟ کسے دیکھنے کے لئے؟

عاصم نے محبت کی رَو میں کہا. تم کو دیکھنے کے لئے!!

پروین نے کچھ تعجب کچھ بے اعتبارانہ انداز سے عاصم کو دیکھکر کہا. مجھے؟ کاش یہ صحیح ہوتا:..؟

عاصم نے اُس کے گلابی رخساروں پر نظریں جما کر کہا کیا تم کو اس میں شبہ ہے پروین؟

پروین نے اندازِ معشوقانہ سے بگڑ کر کہا. شک کرنے کا مجھے حق ہی کب ہے؟.

عاصم نے اس بُتِ خوش جمال کا دستِ نازک اپنے ہاتھ میں لے کر کہا. یقین کرو پروین میں تم کو دیکھنے کے لئے ہر روز یہاں آتا ہوں اس جگہ کا میرے دل میں احترام ہے. میری محبت کا افسانہ اسی جگہ سے شروع ہوا ہے یہ جگہ بہت زیادہ محبوب ہے مجھے!

عاصم رُکا. پروین کی بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اگرچہ میں جانتا ہوں پروین! کہ تم میری نہیں ہو سکتیں تم نے صاف صاف کہدیا ہے کہ جب تک میں تمہارا مذہب اختیار نہ کروں. تمہیں نہیں پا سکتا. میں نے سوچا ہے گھنٹوں بیٹھ کر سوچا ہے اور سوچنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں کسی طرح بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا!!

آہ! تم میری نہیں ہو سکتیں میں جب تک زندہ رہوں گا. سوزِ فرقت میں چلتا رہوں گا. میں نے بہت چاہا کہ تمہاری محبت کو دل سے نکال دوں بہت کوشش کی. مگر ناکامی ہوئی. کاش میں تم کو نہ دیکھتا مجھے موت بھی نہیں آجاتی. پروین میں میدان کارزار میں اس لئے نڈر ہو کر لڑا کہ شہید ہو جاؤں. مگر جو موت کی خواہش کرتے ہیں. موت اُن سے بھاگتی ہے اوروں کو موت آئی اور شہید ہوتے مگر مجھے موت نہ آئی. میں شہید نہ ہوا. تم ہی دعا کرو پروین کہ خدا مجھے موت دے:..

یہ کہتے ہی عاصم کچھ ایسا بے قرار ہوا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے وہ حسرت و افسوس بھری نظروں سے پروین کو دیکھنے لگا. پروین پر اس کی حسرت آمیز گفتگو اور

بھری نظروں کا گہرا اثر ہوا !! اس نے کپکپاتی ہوئی آواز سے کہا۔ عاصم تمہاری اس گفتگو نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جس طرح تم زندگی سے تنگ ہو۔ اسی طرح میں بھی ہوں تمہاری ضد نے دو جانوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے کیوں نہیں اپنی ضد چھوڑ دیتے اور کیوں زرتشتی نہیں بنجاتے :۔

عاصم نے کہا۔ ایک مسلمان سب کچھ کر سکتا ہے لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے ہر امر پہ قادر ہے وہی پرستش کے لائق ہے۔ آگ پانی۔ ہوا۔ سورج۔ چاند ستارے سب اسی کے پیدا کئے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی پوجنے کے لائق نہیں اس عقیدہ کو چھوڑ کر کوئی مسلمان کیسے کسی چیز کی پرستش کر سکتا ہے :۔

پروین۔ لیکن مقدس آتش بھی تو پر تو جمال آلہٰی ہے اس کے پوجنے میں کیا ہرج ہے

عاصم۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں خدا کا نور مستور ہے وہ دنیا و جہاں کے چپہ چپہ پر موجود ہے چونکہ ہر چیز میں پر تو جمال آلہٰی ہے اس لئے تمہارے عقیدہ کے مطابق ہر چیز قابل پرستش ہے مگر یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔

پروین مسکرائی اور اس نے کہا۔ تم اپنا عقیدہ نہ بدلو۔ تم اپنا مذہب نہ چھوڑو تمہارے لئے میں اپنا مذہب چھوڑوں گی !!

عاصم نے کمال حیرت سے اس رشک قمر کو دیکھا۔ پروین اب مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا تم حیران کیوں ہو رہے ہو کیا میں تمہارا مذہب اختیار نہیں کر سکتی ؟ اب عاصم کی حیرت قدرے کم ہوئی۔ اس نے کہا اسلام ایسا مذہب ہے جس کو ہر شخص ہر وقت اختیار کر سکتا ہے ! مگر تم کیسے مسلمان ہو سکتی ہو۔ جوشنماہ کیسے تم کو مسلمان ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ ؟ پروین نے کہا۔ میں نے اپنے والد کو بھی مسلمان ہو جانے پر آمادہ کر لیا ہے۔ اب عاصم کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اسے سخت تعجب ہوا۔ اس نے تحیر آمیز نظروں سے پروین کو دیکھکر استعجاب بھرے لہجہ میں کہا۔ کیا جوشنماہ بھی مسلمان ہونے پر آمادہ ہیں ؟۔

پروین نے سنجیدگی کے لہجہ میں متین صورت بنا کر کہا، ہاں وہ آمادہ ہو گئے ہیں ان کے ساتھ تمام شاہی رسالہ بھی مسلمان ہونے پر تیار ہے :۔

سیم تن پروین کے ہر فقرہ پر عاصم کی حیرت۔ حیرت کے ساتھ ہی مسرت بڑھتی جاتی تھی۔ اُس نے مسرت سے مغلوب ہو کر خوشی کے لہجہ میں کہا۔ اوہ پروین یہ کس قدر رُوح پرور خوشخبری ہے لیکن کیسے تم۔ تمہارے والد۔ شاہی رسالہ کے سردار مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے :۔

پروین۔ کچھ تو مسلمانوں کی ہم نشینی نے آمادہ کیا۔ کچھ اسلام کی جاذبیت نے اپنی طرف کھینچا۔ ہر شخص اسبات کا قائل ہو گیا ہے کہ اسلام کے اصول سادہ اور زرین ہیں۔ اور نہایت سادگی سے خدا کی توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کی راستبازی باہمی اخوت۔ اور مذہب کی پختگی نے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا ہے :۔

عاصم۔ یہ لوگ کب مسلمان ہو جائیں گے!!

پروین۔ آج ہی غالباً اس وقت سب کے سب سپہ سالار اعظم کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں گے :۔

عاصم۔ آؤ تو ہم بھی چلیں پروین کیسی دلخوش کرنے والی خبر ہے!!

پروین۔ ٹھہرو عاصم ایک اقرار کرو!

عاصم نے حیرت سے پروین کو دیکھ کر کہا۔ تم میرے ہو۔ میرے ہی رہو گے۔ کبھی کسی دوسری لڑکی سے محبت نہ کرو گے :۔ عاصم کے ہاتھوں میں ابتک نازآفرین پروین کا دست ناز تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سینہ پر دل کے پاس رکھ کر کہا :۔

پروین یہ دل تیرا ہے نہیں میرا تھا اب تیرا ہو گیا ہے میں بھی تیرا ہوں۔ دل سے اقرار کرتا ہوں تیرا ہی رہوں گا۔ بخدا! اگر جنت الفردوس کی حور بھی آجلتے تو کبھی نگاہ بھر کر نہ دیکھوں اے بُت ہوشربا میں تجھے دیکھ کر دُنیا وجہاں کے حسینوں سے بے گانہ ہو گیا ہوں!!

ع
تُو نہ پہ آنکھ نہ ڈالے شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست تمنا تیرا

ایک سریلی آواز آئی۔ اللہ اللہ!! اس قدر فریفتگی! خوب اقرار کرایا پروین نے۔

زبانی اب اقرار سارے ہوتے
تم ان کی ہوتیں وہ تمہارے ہوتے

پروین اور عاصم نے حیرت سے اس طرف دیکھا۔ جس طرف سے آواز آئی تھی۔ خیزران مسکراتی ہوئی اسی طرف بڑھی چلی آرہی تھی۔ پروین شرم سے پسینہ پسینہ ہوگئی اس کا چہرہ عرقِ آگیں ہوکر نکھر آیا وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور دلربا معلوم ہونے لگی!!

خیزران پروین کے پاس آکر کھڑی ہوئی اس نے کہا اقرار کیا۔ اب تو یقین آگیا۔ ہائیں تم تو شرما رہی ہو پروین سر اٹھاؤ۔ آنکھیں ملاؤ شرم کی گڑیا نہ بنو۔ جب تم ننھی منی گڑیا تھیں وہ زمانہ تو گذر چکا!!

پروین نے شرمیلی نظروں سے شوخ و شریر خیزران کو دیکھ کر شرم و حیا کی شان سے مسکراتے ہوئے کہا:۔

تم خلاف توقع اس وقت کیسے آگئیں؟ خیزران!! خیزران نے شوخی آمیز نظروں سے پروین کو دیکھکر کہا۔ میں نے تم کو تلاش کیا ہر جگہ دیکھا کہیں نہ ملیں۔ ڈھونڈتی ڈھونڈتی اس طرف آنکلی:۔

پروین۔ کوئی کام ہی ہوگا جو تم ڈھونڈتی پھر رہی ہو؟

خیزران۔ کام تو کچھ نہ تھا۔ تم کو دیکھے دیر ہوگئی تھی۔ دل بے قرار تھا۔ صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر تم تو غیر کی ہوچکی ہو پروین۔ عاصم نے تم کو موہ لیا ہے۔ اب تم میری کیوں پرواہ کرنے لگیں۔ کیوں پروین درست ہے نا!

پروین حیا آلود نظروں سے خیزران کو دیکھکر مسکرا رہی تھی اس نے کہا۔ اس قدر از خود رفتہ نہ بنو میں جعفر نہیں ہوں!!

کسی نے کہا۔ جعفر غریب کو کون پوچھتا ہے!!

یہ آواز جعفر کی تھی۔ وہ قدم بڑھاتے چلا آرہا تھا۔ خیزران جعفر کو دیکھ کر شرما گئی۔ پروین کی پڑھ بنی۔ اس نے ونزدیدہ نظروں سے خیزران کو دیکھ کر کہا۔ تم بھولتے ہو۔ جعفر خیزران تم کو تلاش کرتی ہوئی ادھر آئیں ہیں :۔

جعفر نے محبت پاش نظروں سے خیزران کے چاند سے چہرہ پر نظریں جما کر کہا: مجھے میری ایسی قسمت کہاں۔

پروین نے کہا۔ ان سے پوچھ ہی نہ لو تم !!

جعفر ایک قدم خیزران کی طرف بڑھا۔ اس نے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ سچ ہے ؟!

خیزران نے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ کبھی پروین نے سچ بولا بھی ہے۔

جعفر نے کسی قدر افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ یہی میں بھی کہتا ہوں کہ میری ایسی قسمت کہاں !!

پروین نے کہا اب یہ سب کے سامنے اقرار کیسے کریں انہیں علیحدہ لے جا کر دریافت کرو :۔

خیزران شرم سے دبی جارہی تھی۔ جعفر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عبید آگیا اس نے کہا آپ سب یہاں ہیں وہاں آپ کی ڈھونڈیا پڑ رہی ہے۔

عاصم نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے ہم کو کون ڈھونڈھ رہا ہے !!

عبید۔ سالار اعظم۔ جوشنماہ معہ شاہی رسالہ کے سواروں کے تمام مسلمان ہونا چاہتے ہیں !!

عاصم۔ جب تو چلو خدا کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے خدا کو پہچانا !

اب یہ سب لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوتے اسلامی کیمپ قریب ہی تھا۔ بہت جلد یہ سب کیمپ میں پہنچ گئے انہوں نے دیکھا کہ تمام مجاہدین ایک وسیع میدان میں سرسبز گھاس پر صف در صف بیٹھے ہیں۔

مغرب کی طرف حضرت سعدؓ بھی سبزہ زار پر بیٹھے تھے ان کے قریب ہی جوشنماہ برزان اور شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار چپ چاپ بیٹھے تھے۔ یہ سب بھی حضرت سعدؓ

کے پاس پہنچے۔ سعدؓ نے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ تم کہاں چلے گئے تھے۔ دیر سے تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے۔ عاصم نے جواب دیا۔ میں چہل قدمی کرتا ڈھلوان میدان کی طرف چلا گیا تھا:۔

سعدؓ۔ آؤ بیٹھو!۔

یہ سب سعدؓ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت سعدؓ نے جوشنماہ سے کہا۔ میں خوش ہوں کہ آپ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ آپ مسلمان ہو جائیں لیکن میں نے اپنی اس خواہش کو آپ پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ خدا سے دعا ضرور کرتا رہا:۔

جوشنماہ نے قطع کلام کرتے ہوتے کہا۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی۔ ہم سب مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے۔

سعدؓ۔ لیکن یہ بتایئے کہ کسی نے آپ پر مسلمان ہونے کے لئے دباؤ تو نہیں دیا۔

جوشنماہ۔ نہیں!!

سعدؓ۔ آپ کسی سے ڈر کر تو مسلمان نہیں ہو رہے ہیں؟

جوشنماہ۔ نہیں!!

سعدؓ۔ کوئی لالچ تو آپ کو مسلمان ہونے کی ترغیب نہیں دے رہا!

جوشنماہ۔ نہیں لالچ۔ ڈر ترغیب ان باتوں سے مذہب نہیں چھوٹا کرتا۔ ہم نے مسلمانوں میں رہ کر اسلام کی حقانیت کو سمجھ لیا ہے اسلام کو اچھا مذہب سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔

سعدؓ۔ جزاک اللہ! اچھا تم کلمہ پڑھو!!

سعدؓ نے کلمہ کی تلقین کی جوشنماہ نے کلمہ پڑھا۔ دم کے دم میں وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد سعدؓ نے ہزاروں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا وہ اٹھے اور ایرانیوں کے پاس جا جا کر انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام ایرانی خیز ران۔ ہرمزان اور پرویز

وغیرہ سب مسلمان ہو گئے :۔

ان کے مسلمان ہونے سے تمام مسلمانوں کو کمال مسرت ہوئی سب نے خوش ہو ہو کر اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ تمام میدان نعرہ کی آواز سے گونج گیا۔ شجر و حجر کنکر و پتھر سب نے نعرہ کی تکرار کی۔

مسلمانوں کا خوش ہونا حق بجانب تھا۔ چار ہزار شاہی رسالہ[1] کے سوار۔ جوشناہ جلولا کا رتیں۔ اس کی حور جمال بیٹی پروین۔ ملاق کا با اثر شخص ہرمزان اس کی پریجمال ہمشیرہ خیزران وغیرہ سب مسلمان ہو گئے تھے اس وقت تمام لشکر میں مسرت و شادمانی کا دریا موجزن تھا گویا ہر شخص خوش تھا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں موذن نے مغرب کی اذان کہی !!

اذان کی آواز سنتے ہی تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے :۔

---

[1] : شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

# ایک اور فتح

چار ہزار شاہی رسالہ کے سوار۔ جوشنماہ اور اس کے ہمراہیوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے عام مسلمانوں کو بے حد مسرت تھی ساری رات تمام لشکر میں ان کا ہی ذکر خیر ہوتا رہا۔ اگرچہ جب سے مسلمان حدودِ عراق میں داخل ہوتے تھے بہت سے ایرانی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ مگر ایک دم چار ہزار تو کیا ایک ہزار بھی کبھی مسلمان نہ ہوتے تھے۔ اس قدر ایرانیوں کا ایک دم مسلمان ہونا عجوبہ روزگار بات تھی اسی وجہ سے مسلمانوں کو دلی مسرت تھی۔ وہ ان کی مدارات میں ان کے سامنے بچھے جاتے تھے۔ ایرانیوں پر مسلمانوں کی مدارات۔ اخوت۔ مسرت کا خاص اثر ہو رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہے تھے۔ کہ جو وقعت ان کی آج ہو گئی تھی وہ آج سے پہلے نہ تھی اس لئے وہ بھی مسلمانوں کی مسرت میں برابر کے حصہ دار تھے۔ یہ رات نہایت مسرت اور چہل پہل میں بسر ہوئی صبح نماز پڑھتے ہی سعدؓ نے لشکر کو بھیرہ شیر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ زہرہ پانچ ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد خالد بن عرطفہ پانچ ہزار لشکر لے کر چلے۔ خالد کے بعد شرجیل چار ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے سعدؓ تمام لشکر لے کر چل پڑے

جوشنماہ زہرہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار جو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے حضرت سعدؓ کے ہمراہ تھے۔ ہرمزان اس کی ہمشیرہ خیزران اور پری جمال۔

پروین سب جو شنماہ کے ساتھ تھے۔

چونکہ ایرانی دار السلطنت (مدائن) بہت قریب رہ گیا تھا۔ بھیرہ شیر جو مدائن کے پاس دریائے دجلہ کے اس کنارہ پر آباد تھا۔ ایرانی مفرورین کا پناہ گاہ بنا ہوا تھا۔ چاروں طرف سے ایرانی دوڑ دوڑ کر بھیرہ شیر میں پہنچ رہے تھے۔ تمام راستے ایرانیوں سے بھرے ہوتے تھے اس لئے مسلمانوں کو قدم قدم پر خطرہ تھا۔

کبھی کبھی ایرانیوں اور مسلمانوں کا مقابلہ بھی ہو جاتا تھا لیکن اب تک لڑائی کی نوبت نہ آئی تھی۔ ایرانی مسلمانوں کو دیکھتے ہی راستہ کاٹ کر بھاگ جاتے تھے۔ اسلامی بہادر نہایت ہوشیاری۔ استقلال اور عزم صمیم کے ساتھ کوچ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی پیش قدمی کا غلغلہ تمام ایران میں پھیل گیا تھا۔ متواتر اسلامی فتوحات اور ایرانیوں کی پے در پے شکستوں نے ایرانیوں پر مسلمانوں کی دھاک بٹھادی تھی۔

ہر ایرانی خوف وہراس سے ترساں نظر آنے لگا تھا۔ خصوصاً وہ ایرانی جو مدائن اور کوثی کے درمیان آباد تھے۔ سخت پریشان اور خائف ہو گئے تھے۔ رات کو مسلمانوں کا تمام لشکر ایک ہی جگہ مل کر قیام کرتا اور صبح ہوتے ہی حسب ترتیب متذکرہ روانہ ہو جاتا۔

ایک روز جب کہ آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ سفید سفید دھوپ چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ سامنے بھیرہ شیر کی طرف عین راستہ میں دور غبار اڑتا نظر آیا۔ اسلامی جاسوسوں کی زبانی زہرہ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ایرانی نہایت زور وشور سے تیاریاں کر رہے ہیں اور صبح وشام میں مسلمانوں پر حملہ کرنے والے ہیں۔

زہرہ نے سمجھ لیا کہ ایرانی لشکر مسلمانوں کو روکنے یا ان کا مقابلہ کرنے کے لئے آرہا ہے انہوں نے قیام مجاہدین کو ہوشیار اور مستعد رہنے کی تاکید کردی۔ مسلمان مستعد ہو گئے ہتھیاروں کی دیکھ بھال کرنے لگے تلواریں نکال نکال کر تولنے لگے۔ صاف وصیقل شدہ تلواریں آفتاب کی شعاعوں میں بجلی کی طرح چمکنے لگیں۔

ادھر سے مجاہدین بڑھ رہے تھے۔ ادھر سے غبار بڑھتا آرہا تھا ہر قدم پر فاصلہ

کم رہتا جاتا تھا۔ آخر رفتہ رفتہ غبار بالکل قریب آگیا غبار کا دامن چاک ہُوا۔ ایرانی سوار نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ آتے نظر آتے۔ یہ سوار دو سو کے قریب تھے۔ سب ریشمین کپڑے پہنے ہوتے تھے۔ اور چاندی کے بازو بند بازوؤں پر باندھے ہوتے تھے خود کے اوپر کلغی لگاتے تھے۔ ان کے کپڑے زیورات۔ ہتھیار۔ کلغیاں سب ہی دھوپ میں چمک رہی تھیں۔

ان سواروں کے درمیان ایک جوان العمر سوار تھا۔ نہایت بیش قیمت کپڑے۔ مرصع زیوارات پہنے تھا۔ سر پر سونے کا تاج درخشاں تھا کاٹھی میں بجاتے لوہے کے چاندی لگی ہوتی تھی۔ چاندی کی رکابیں تھیں۔ چاندی کا لگام تھا۔ وہ کوئی تاجدار معلوم ہو رہا تھا۔ اِس کے سر پر ایرانی علم لہرا رہا تھا:۔

انہیں دیکھکر مسلمانوں کو تعجب ہُوا کہ اِس قدر تھوڑے آدمی کس لئے آتے ہیں جب آنے والے ایرانی بالکل قریب آگئے تو دونوں لشکر رک گئے۔ ایک فریق دوسرے کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک ایرانی بڑھکر اسلامی لشکر کے سامنے آیا:۔ اور اِس نے فارسی زبان میں بلند آواز سے کہا عربو! میں تمہارے سردار سے کچھ کہنا چاہتا ہوں:۔

ہاشم بن مرقال سب سے اگلی صف میں تھے نہایت بہادر اور جوشیلے مجاہد تھے فارسی خوب جانتے تھے۔ انہوں نے فارسی ہی زبان میں دریافت کیا۔ تم کہاں سے آتے ہو ہمارے سردار سے کیا کہنا چاہتے ہو۔

ایرانی نے جواب دیا۔ ہم ساباط سے آتے ہیں۔ اور ایک خاص بات تمہارے سردار سے کہنا چاہتے ہیں:۔

ساباط۔ کوثی اور بہرہ شیر کے درمیان ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس ریاست کا حکمران آزاد اور مختار تھا:۔

ہاشم نے کہا۔ آؤ میں تم کو اپنے سردار کے پاس لے چلوں:!

ایرانی نے کہا چلئے اور ہاشم کے ساتھ ہو لیا۔ ہاشم صفوں کو چیرتا ہوا زہرہ کے پاس پہنچا۔ زہرہ نے مترجم کے ذریعہ سے دریافت کیا۔ تم کیا کہنے آتے ہو؟

ایرانی نے کہا۔ ساباط کا تاجدار مسلمانوں سے مصالحت کرنے کے لئے آیا ہے۔ وہ

نہایت رحم دل نیک اور خدا ترس ہے خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ کیا آپ مصالحت کا ہاتھ بڑھائیں گے!!؟

زہرہ نے کہا۔ کیوں نہیں ہم بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتے جو صلح کرنے کے لئے ہماری طرف جھکتا ہے ہم اس کی طرف جھکتے ہیں اور جو ہم سے لڑنا چاہتا ہے ہم اس سے لڑتے ہیں تم ساباط کے تاجدار سے کہو کہ وہ بے خوف وخطر چلا آئے اور ہم سے مصالحت کرلے۔

ایرانی نے کہا۔ ایسا تو نہ ہوگا کہ ہمارا بادشاہ مصالحت کرنے کے لئے آئے اور آپ اُسے گرفتار کرلیں!!۔

زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم نے اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو اس وقت امان دی جب تک کہ مصالحت نہ جائے یا تمہارا تاجدار ساباط میں واپس نہ پہنچ جائے:۔

ایرانی نے مشکورانہ نظروں سے زہرہ کو دیکھ کر کہا۔ تمہارا شکریہ یہ مسلمان صادق القول ہوتے ہیں تمام ایران میں تمہاری۔ تمہاری قوم کی سچائی اور ایمانداری کی دھوم ہے تم جو وعدہ کرتے ہو اُسے نبھاتے ہو میں تاجدار کو لے کر حاضر ہوتا ہوں:۔

زہرہ۔ تمہارے تاجدار کا کیا نام ہے؟

ایرانی۔ سرزاد۔ نہایت شریف اور بے حد خلیق ہے!

زہرہ۔ تم سردار سے کہنا کہ اسلامی لشکر کے ہراول کے سردار زہرہ نے تم کو سلام کہا ہے اور پیام دیا ہے کہ تم ایک دوست کی طرح آؤ جن شرائط پر کہو گے مصالحت کر لی جائے گی!!

بہت خوب ایرانی نے کہا اور جھک کر سلام کر کے واپس چلا گیا۔

زہرہ نے ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ساباط کے تاجدار سے مصالحت ہو جانے پر بھیرہ شیر کا راستہ صاف ہو جائے گا۔ اس وقت عساکر اسلامیہ کو رسد کی اشد ضرورت ہے ممکن ہے کہ سرزاد رسد کا انتظام کر سکے۔

ہاشم نے کہا۔ ضرور کر سکے گا۔ رسد کا انتظام کرنے میں تو اسے یا اس کی قوم کو ہی فائدہ

ہو گا ہم مناسب قیمت پر چیزیں لیں گے:۔

زہرہ۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم جس قدر سامان خرید نا چاہتے ہیں وہ فراہم بھی کر سکتے ہیں یا نہیں!!

ہاشم۔ چونکہ جنگ کا زمانہ ہے اس لئے اہل ساباط نے ضرور ذخیرہ فراہم کیا ہو گا یقین ہے کہ رسد خاطر خواہ مل جائے گی:۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ ساباط کا تاجدار سرزاد معہ دس سواروں کے سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ جب وہ قریب آ گیا تو زہرہ اس کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اُتر پڑے ان کے گھوڑے سے اترتے ہی تمام مسلمان گھوڑوں سے نیچے اتر آئے سرزاد یہ دیکھکر کمال مسرور ہوا وہ اور اس کے ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ ہی زہرہ کی طرف بڑھے۔ ادھر سے زہرہ بھی استقبال کے لئے بڑھے۔ سرزاد اور زہرہ کو بڑھتے ہوئے دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو دوست بغلگیر ہونے کے لئے بڑھ رہے ہوں:۔

جب دونوں مل گئے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔ زہرہ نے کہا آپ کا مصالحت کی طرف اقدام کرنا نہایت مبارک فعل ہے۔ میں آپ کے اس فعل سے کمال متاثر ہوا ہوں جن شرائط پر آپ چاہیں مصالحت کر لیں:۔

سرزاد نے مسکرا کر کہا۔ میں آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں مصالحت کے لئے آیا ہوں جن شرائط پر بھی ہو۔ مجھے آپ کی کسی شرط میں ترمیم نہیں کرنی ہے"۔

زہرہ۔ لیکن میں اپنی طرف سے شرط پیش کرنی نہیں چاہتا آپ جن شرائط پر چاہیں مصالحت کر لیں"

سرزاد۔ میں فی الحال آپ کو اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے لاکھ دینار دوں گا۔ ایک سال تک آپ اس کے علاوہ ایک حبہ بھی نہ لے سکیں گے۔ میں اور میری رعایا آپ کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں گے لیکن آپ کی بھی کوئی امداد نہ کریں گے:۔

زہرہ۔ اگرچہ اسطرح دب کر صلح کرنا ایک فاتح قوم کے اغراض کے منافی ہے۔ لیکن آپ کسی تحریک کے زیر اثر مصالحت کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ہم ان شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ البتہ چند باتیں دریافت کرنا ضروری ہیں:"

سرزاد ۔ وہ کیا ؟

زہرہ ۔ آپ ہمارے مخالفوں کو تو پناہ نہ دیں گے !!

سرزاد ۔ ہرگز نہیں !

زہرہ ۔ نہ ہماری خبریں یزدگرد تک پہنچائیں گے !

سرزاد ۔ بالکل نہیں !!

زہرہ ۔ بس تو مصالحت ہے !

سرزاد ۔ آپ کا شکریہ !

زہرہ ۔ کیا آپ کی رعایا ہمارے ساتھ تجارت کرنا پسند کرے گی ؟

سرزاد ۔ نہایت خوشی سے ساباط پہنچ کر میں آپ کے لشکر میں بازار لگوادوں گا۔

زہرہ ۔ بہتر ہے ہم کو سردست رسد کی ضرورت ہے !

سرزاد ۔ ہمارے پاس رسد کا کافی ذخیرہ موجود ہے ہم بخوشی آپ کے ہاتھ فروخت کردیں گے !!

زہرہ ۔ ہم آپ کے مشکور ہونگے یقین ہے کہ ہمارے دوستانہ تعلقات ہمیشہ قائم رہیں گے !!

سرزاد ۔ یقیناً قائم رہیں گے !!

اس طرح زبانی ہی معاہدہ پر مصالحت ہوگئی دونوں فریق اس مصالحت پر بہت مسرور ہوئے ۔ ان کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور سارے ایرانی بھی سوار ہوگئے اور آہستہ آہستہ ساباط کی طرف روانہ ہوئے ۔

ساباط یہاں سے قریب تھا ایک میل چلکر شہر کی فلک رفعت عمارات دھوپ میں چمکتی نظر آنے لگیں مگر اب بھی شہر گئی میل دور تھا ۔ چونکہ میدان صاف تھا راستہ میں درخت وغیرہ نہ تھے اس لیے فاصلہ زیادہ ہونے پر بھی شہر نظر آنے لگا تھا ۔

مسلمان نہایت اطمینان ۔ پورے سکوت اور نہایت استقلال سے بڑھے چلے جا رہے تھے جب شہر دو میل کے فاصلے پر رہ گیا تو ایک ایرانی شہر کی طرف سے گھبرایا ہوا

آتا ملا:۔

یہ ایرانی گھوڑے پہ سوار تھا۔ گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے چلا آرہا تھا۔ مسلمان اُسے بدحواس بھاگ کر آتے ہوتے دیکھکر حیران ہوتے مسلمانوں کے قریب آکر ایرانی رُکا۔ وہ اسلامی صفوں کو چیرتا ہُوا زہرہ کے سامنے پہنچا۔ زہرہ نے اُسے پہچان لیا۔ وہ مسلمانوں کا جاسوس تھا جو ایرانیوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا:۔

زہرہ نے اس سے دریافت کیا۔ تم اِس قدر بدحواس کیوں ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو ایرانی اس وقت کیا کر رہے ہیں؟۔ جاسوس نے جواب دیا۔ میں بری خبریں لایا ہوں۔ ایرانی اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ بھیرہ شیر ایرانی جانباز سپاہیوں سے لبریز ہو گیا ہے۔ مدائن میں بے شمار لشکر فراہم ہو چکا ہے۔ یزدگرد پوری شان۔ پورے دبدبے اور پوری جمعیت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے۔ جاسوس خاموش ہو گیا۔ زہرہ نے کہا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ ترجمہ: ہم کو قوت و توانائی نہیں ہے مگر بتوفیق پروردگار عالم کے خدا ہی پہ بھروسہ ہے وہی ہماری امداد کرے گا:۔ ان باتوں کا ہمارے دل پر اثر نہیں پڑتا اور کوئی بات؟

جاسوس۔ ایک بات اور ہے جو زیادہ خطرناک ہے فیروز نہایت بہادر اور پختہ کار سپہ سالار ہے۔ اس کی بہادری کی تمام ایران میں دھوم ہے۔ ساری قوم اس کی دلیری کا لوہا مانے ہوتے ہے وہ پندرہ ہزار خاصے کی فوج لے کر آ رہا ہے یہ فوج کسریٰ کی خاص فوج کہلاتی ہے۔ کسریٰ کو اس فوج پر بڑا اعتماد ہے مشکل کے وقت سخت مہم پر اس لشکر سے کام لیا جاتا ہے۔ تمہارے ساتھ لشکر کم اور عام سپاہی ہیں۔ فیروز کے ساتھ زیادہ لشکر اور چیدہ سوار ہیں وہ آپ سے لڑنے کے لئے آرہا ہے:۔

زہرہ۔ خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو اسبات کا کیا خوف ہے۔ فیروز کا لشکر کہاں تک آچکا ہے؟

جاسوس۔ میں نے ساباط میں چھوڑا تھا اسی طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے:۔

زہرہ ۔ خدا حافظ و ناصر ہے تم سالارِ اعظم سے اس کی اطلاع کر دو !!

جاسوس ۔ بہتر ہے ۔

جاسوس چلا گیا ۔ زہرہ اور ان کا لشکر روانہ ہوتے ۔ سرزاد نے کہا فیروز غضب کا آدمی ہے ۔ بڑا نڈر ۔ بڑا جری ۔ بڑا شہسوار ۔ بڑا تجربہ کار اور بڑا لڑنے والا ہے آج تک اس نے کبھی شکست نہیں کھائی " !!

زہرہ نے کہا ۔ فیروز رستم سے زیادہ بہادر تو نہ ہوگا ۔ آپ نے رستم کا انجام سن لیا ۔ آج فیروز کا آنکھوں سے دیکھ لینا !!

سرزاد ۔ میرا بھی یہ پختہ یقین ہے کہ فیروز کو شکست ہوگی کچھ میں یہ منہ دیکھے کی خوشامد نہیں کر رہا ہوں بلکہ آپ کے اور آپ کے لشکر کے تیور دیکھ کر کہہ رہا ہوں :۔

زہرہ کچھ کہنے والے تھے کہ سامنے سے ایرانی لشکر نمودار ہوا ۔ جو درختوں کے جھنڈ میں سے نکل رہا تھا ۔ رنگا رنگ پھریریاں ہوا میں لہرا اور دھوپ میں چمک رہی تھیں ۔ سواروں کی وردیاں ہتھیار ۔ گھوڑے سب دھوپ میں جگمگا رہے تھے :۔ چونکہ فاصلہ کم رہ گیا تھا ۔ اس لئے زہرہ نے اپنا لشکر روک کر نہایت پھرتی سے صف بستہ کر دیا ۔ ایرانی لشکر بھی مقابلہ میں آ کر پرا باندھ کر کھڑا ہو گیا ۔ یہ لشکر فیروز کی سرکردگی میں تھا ۔ فیروز وسط لشکر میں کھڑا تھا ۔ ایرانی علم اس کے سر پر لہرا رہا تھا :۔

دونوں لشکروں کے صف بستہ ہوتے ہی فیروز بڑھ کر میدان میں آیا ۔

وہ تنومند نوجوان تھا ۔ چہرہ بارعب ۔ جسم گٹھیلہ ۔ لباس شاہانہ اور سر پر سونے کا تاج ۔ بازوؤں پر طلائی بازو بند تھے ۔ کلائیوں میں سونے کے کڑے ۔ گلے میں آبدار موتیوں کا ہار پہنے تھا ۔ کانوں میں دو گوشوارے پڑے تھے ۔ گوشواروں میں چھوٹے چھوٹے دو لعل تراشیدہ لٹک رہے تھے ۔

اس نے تلوار ہاتھ میں نکال رکھی تھی وہ پختہ کاروں کی طرح تلوار کو چرخ دے رہا تھا آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے تلوار بجلی کی طرح کوند رہی تھی ۔ وہ شاہان اور بہادروں کی پوری آن بان کے ساتھ گھوڑے پر تنہا بیٹھا تھا ۔ اس نے فخر و مباہات کے لہجہ میں مغرورانہ

انداز سے کہا:۔" اے قوم عرب شما خونشین را بہ طمع زدید و بجز یکہ دسترس شما بنا تھا۔"
عزم آوردید و بدست گمان شما باطل است زعم شما کہ شما مالک ملک عراق
شوید و آں را از دست کسراتیاں عجم درگیرید و زینہا ہیچوں نہ تواند شد۔ چہ ما ہمہ
جیش کسراتم کہ صاحبان بطش و شدت وذی قوت و ہیبت ایم۔ ما را پیش
گاہ شان پائے گاہ و تقرب ہست و بحضور آنہا خوش عزتی داریم و فراتر
یاری یابیم:۔"

ترجمہ:۔ اے قوم عرب تمہارا یہ خیال خام ہے کہ تم عراق کے مالک ہو جاؤ گے۔
اس ملک کو ملوک عجم سے چھین لوگے ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم کسریٰ
کے سپاہی ہیں۔ بڑے سخت گیر اور زور آور ہیں ہمارا رعب غالب ہے شاہوں
کے روبرو ہماری بڑی قدر و منزلت ہے اور ان سے ہم کو بہت قربت اور
خصوصیت ہے۔"

اپنے سردار کو مجھ سے لڑنے کے لئے بھیجو!"
ابھی اس کے یہ الفاظ فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ ہاشم بن مرقال گھوڑا بڑھا
کر لشکر اسلام سے نکلے اور نیزہ کو چرخ دیتے ہوتے فیروز کے قریب پہنچے۔ ہاشم کچھ
زیادہ تنومند نہ تھے۔ فیروز ان سے کہیں زیادہ عظیم الجثہ تھا۔ اس نے ہاشم کو حقارت کی
نظروں سے دیکھا فوراً تلوار میان میں کر کے نیزہ نکالا اور ہاشم پر حملہ کیا۔ ہاشم نے نہایت
ہوشیاری سے اس کا وار روکا۔ فیروز اس کی ہوشیاری دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس کا مقابل بھی کچھ
کم تجربہ کار نہیں ہے۔ اس نے سنبھلکر دوسرا حملہ کیا ہاشم نے گھوڑے کو کاوہ دیکر یہ حملہ بھی
روکا۔ اب فیروز کو غصہ آگیا اس کی آنکھیں از دیاد غیظ و غضب سے جلنے لگیں۔ بدن تھر
کر سرخ ہو گیا اس نے گھوڑا پیچھے لوٹایا اور نہایت تیزی سے ہاشم کی طرف دوڑایا اور نیزہ
ہاشم کے سینہ پر مارا۔ ہاشم نے بھی ایسا ہی کیا اس نے بھی اپنا نیزہ فیروز پر جھونک دیا اور
اپنی نظر فیروز کے نیزہ پر جماتے رکھتی۔"
جب فیروز نے اس کے سینے پر نیزہ مارا تو ہاشم نے ڈھال سامنے کر دی،

اور ساتھ ہی اس کے سینہ پر نیزہ تاک کر مارا فیروز کا نیزہ ہاشم کی ڈھال پر پڑا۔ اور ہاشم
کا نیزہ فیروز کے سینے میں ترازو ہو کر اُس کی پشت کے پار نکل گیا۔ فیروز نے ایک جگر سوز چیخ
ماری۔ اس کے چہرہ پر مردنی چھا گئی۔ بدن کانپنے لگا۔ ہاشم نے زور کر کے نیزہ نکالنا چاہا لیکن
نہ نکل سکا۔ فیروز نیزہ کے ساتھ ہی لٹک گیا۔ ہاشم نے اُسے زمین سے پٹخ دیا۔ مسلمانوں
نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام میدان میں اس ہولناک نعرہ کی آواز سے گونج
پیدا ہو گئی۔ ہاشم جلدی سے گھوڑے سے کود کر فیروز کی چھاتی پر چڑھے اور خنجر نکال کر اس
کے سینے میں گھونپ دیا۔ فیروز اچھلا۔ تڑپا۔ خون کا فوارہ ابلا۔ اور اس کی آنکھیں
پتھرا گئیں۔ جسم اکڑنے لگا۔ روح پرواز کر گئی۔ بدن سرد ہو گیا۔ پیشانی پر سرد پسینہ کے قطرے
نمودار ہو گئے۔

ہاشم نے جلدی جلدی اس کے زیورات اور تاج اتار لئے اور اس گھوڑے پر سوار
ہو گئے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اسلامی لشکر کی طرف لوٹے۔ جب کہ ہاشم
اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ رہے تھے۔

خالد بن عرطفہ شرجیل اور حضرت سعدؓ معہ تمام لشکر کے آکر زہرہ کے لشکر میں شامل
ہو گئے تھے۔ سعدؓ نے ہاشم کو بلا کر اس کی پیشانی چومی اور یہ آیت پڑھی "کیا تم نے پہلے
قسم نہ کھائی تھی کہ تمہارے لئے زوال نہیں ہے"۔

ایرانیوں نے اس اسلامی لشکر کو دیکھا جو ابھی آیا تھا ایک تو اُن کا وہ سردار مارا گیا
تھا جس پر ان کو ناز تھا۔ جس کی بہادری کا شہرہ تھا۔ دوسرے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی
تھی۔ ان پر خوف طاری ہوا وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے گھوڑوں کو لوٹا کر واپس ہو گئے
اور بھاگے۔ سعدؓ نے فوراً اُن کے تعاقب کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر کو حرکت ہوئی۔ وہ
تیزی سے تعاقب میں روانہ ہو گئے ساباط بائیں ہاتھ پر رہ گیا۔ ایرانی آگے اور مسلمان اُن
کے پیچھے دوڑتے چلے گئے حتیٰ کہ ساباط پیچھے رہ گیا۔ دو گھنٹوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بہرہ شیر
کے فلک نما مکانات نظر آنے لگے۔ ایرانی جان بچانے کے لئے بے تحاشہ دوڑے جا رہے
تھے۔ مسلمان بھی پیچھے ہی لگے ہوئے تھے۔ سب سے آگے ہاشم تھے۔ ہاشم کے پیچھے زہرہ کے

تمام لشکر اڑا چلا جا رہا تھا:۔

بھاگتے بھاگتے ایرانی بھیرہ شیر میں پہنچے اور جس طرح خوفزدہ گیدڑ اپنے بھٹ میں جان بچانے کے لئے داخل ہوتے ہیں اسی طرح ایرانی بھاگ کر قلعہ میں داخل ہونے لگے ہاشم قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی بہت سے ایرانیوں کو مار ڈالا جس وقت کہ ہاشم ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ قلعہ کے دروازہ میں سے ایک شیر دہاڑتا ہوا نکلا بھیرہ شیر میں یزدگرد نے ایک شیر پال رکھا تھا وہ نہایت خونخوار تھا۔ اسی شیر کی وجہ سے اس شہر کا نام بھیرہ شیر پڑ گیا تھا۔

ہاشم نے شیر کے نکلتے ہی اس پر حملہ کیا۔ شیر اچھل کر ہاشم پر گرا اس نے غصہ میں آ کر پنجہ مارا۔ مسلمانوں کو جو قریب آ گئے تھے اندیشہ ہو گیا کہ شیر ہاشم کو مار ڈالے گا۔ وہ اس کی طرف لپکے:۔ ہاشم نے ایک ہاتھ سے ڈھال سامنے کر دی۔ شیر ڈھال پر گرا۔ دوسرے ہاتھ سے ہاشم نے تلوار کا وار کیا۔ تلوار کا وار کاری پڑا۔ شیر دو ٹکڑے ہو گیا۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔ ایرانی اس نعرہ کو سن کر لرز گئے انہوں نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ مسلمانوں نے بہت کوشش کی کہ دروازہ ٹوٹ جائے مگر ناکام رہے۔ پھاٹک نہایت مضبوط تھا۔ کواڑوں پر لوہے کی موٹی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ ایرانی فصیل پر جا چڑھے انہوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ مجبوراً مسلمان پیچھے ہٹے۔ چونکہ اب آفتاب غروب ہونے لگا تھا۔ اس لئے انہوں نے پیچھے ہٹ کر خیمے نصب کرنے شروع کر دیئے:۔

# بچھڑوں کا ملاپ

مسلمانوں نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر مدائن کی طرف انہوں نے دستہ معین نہ کیا تھا اس طرف سے برابر ایرانی قلعہ میں آتے رہتے تھے جس وقت مسلمانوں نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کیا۔ مہران قلعہ کے اندر موجود تھا۔ اُسے جاسوسوں کی زبانی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جوشنماہ بھی اس لشکر کے ساتھ ہے لیکن اس کے مسلمان ہونے کی خبر نہ سنی تھی اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ جوشنماہ عام ایرانیوں کے نہیں خود اس کے سخت مخالف ہے! جس شان سے مسلمان فتوحات حاصل کرتے بڑھے چلے آ رہے تھے اُس نے مہران کے دل میں یہ بات بھی ڈال دی تھی کہ بھیرہ شیر کو بھی مسلمان فتح کر لیں گے۔

بھیرہ شیر کے فتح ہونے پر اس کا ہنگامہ کار زار میں مارا جانا یا گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑ جانا یقینی تھا۔ دونوں حالتوں میں اُسے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ وہ گنہگار تھا۔ بدکار تھا۔ اوباش تھا۔ گنہگار موت سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی ڈرتا تھا۔

چنانچہ اس نے مزید کمک لانے کا وعدہ کر کے مدائن کی راہ لی۔ راستہ میں دارالسلطنت کے قریب اسے لیلے اور آسیہ ملیں مگر ان کے ساتھ انقلاب پسندوں کی جمعیت زیادہ تھی اس لئے ان سے اُسے کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ مدائن میں داخل ہو کر یزدگرد کے حضور میں پہنچا۔ یہ اور اس کے بعد کے تمام واقعات قارئین کرام باب ہائے ماسبق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ایرانی مدائن سے برابر آ

آگر قلعہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے دو دستے ایک دستہ ہمارے ناول کے ہیرو عاصم کی اور دوسرا زہرہ کی سرکردگی میں اس طرف بھی متعین کر دیتے۔

عاصم کے ہمراہ اس کا دوست عبید۔ جعفر۔ جو شماہ خیرزلن پرویز اور شاہی رسالہ کے چار ہزار بھی تھے۔ اب چاروں طرف سے نگرانی شروع کر دی گئی تھی کہ پرندہ بھی قلعہ پر پر نہ مار سکتا تھا۔

ایرانی محاصرہ سے عاجز آ گئے تھے لیکن قلعہ سے باہر نکل کر شیرانِ اسلام کا مقابلہ کرتے ڈرتے تھے۔ یہ خوف کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ ایرانیوں کی تعداد کم تھی نہیں ایرانی مسلمانوں سے چہار گناہ تھے بلکہ خوف مسلمانوں کی دلیری اور بہادری کا تھا۔

وہ دیکھ اور سن چکے تھے کہ جب اور جہاں مسلمانوں نے حملہ کیا۔ کامیاب ہوتے۔ اب تک ایک جگہ بھی ایرانیوں کو مسلمانوں پر فتح نہ ہو سکتی تھی۔ چونکہ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ اونچا تھا۔ سنگی دیواروں کا تھا اس لئے بہت کچھ کوشش کرنے پر بھی فتح نہ ہوا تھا!

ایرانی قلعہ کی دیوار سے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے صبح سے شام تک تیر اور پتھر برستے رہتے۔ چونکہ مسلمان نیچے تھے اس لئے ان کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ روزانہ مسلمان زخمی ہو جاتے۔

سعدؓ نے ہرچند کوشش کی کہ ایرانی قلعہ کی فصیل سے پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی۔ ایک روز انہوں نے سرزاد والئ ساباط کو جوانؓ کے ساتھ تھا۔ اور جو شماہ کو طلب کیا۔ ان دونوں سے دریافت کیا کہ کوئی ایسی تدبیر ہے جس سے ایرانی فصیل سے ذرا ہٹ جائیں انہوں نے منجانیق کے بنانے کا مشورہ دیا۔ اس زمانہ میں منجانیق[1] بنانے کا رواج ہو گیا تھا۔

---

[1]: منجنیقوں کی ایجاد گیارھویں صدی عیسوی میں بہت کچھ ترقی کر گئی تھی سلطان صلاح الدین نے عیسائیوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی منجنیقیں بنائی تھیں منجنیقوں کی جنگ کا مفصل حال ہمارے ناول مشرق کی حور ۲ میں ملاحظہ کرو۔ صادق صدیقی سردھنوی۔

منجنیق چھوٹا سا ایک چوبی قلعہ ہوتا تھا جو پہیوں پر بنایا جاتا تھا جسے جس وقت اور جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ مسلمان منجنیق بنانا جانتے تھے جو شماہ اور سرزاد نے نقشہ کھینچ کر سمجھایا۔ مسلمانوں نے سمجھ کر منجنیق بنانا شروع کی۔ وہ قوم جو لڑنے کے سوا تے لوہار۔ وبڑھئی کے کام سے ناواقف تھی۔ منجنیق بنانے میں مصروف ہو گئی۔ دو ہی دن میں ایک بڑی منجنیق بنا کر کھڑی کر دی :۔

منجنیق ایسی اچھی بنائی کہ مسلمان تو مسلمان ایرانی بھی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سعدؓ نے اس کی ساتھ کی اور منجنیقیں بنانے کا حکم دیا۔ مسلمان لپٹ گئے۔ انہوں نے تین ہی روز میں بیس منجنیقیں تیار کر لیں اور قلعہ کے چاروں طرف پانچ منجنیقیں تقسیم کر لیں یہ تقسیم رات کے وقت کی گئی۔ صبح جب آفتاب طلوع ہوا اور ایرانی قلعہ کی فصیل پر آئے تو انہوں نے منجنیقوں کو دیکھا۔ ان کو مسلمانوں کی چابکدستی اور صنعت پر کمال حیرت ہوئی۔ منجنیقوں کے اندر مسلمان بیٹھ گئے۔ فلاخن کے آلات نصب کر دیئے گئے۔ پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں نے ان کو قلعہ کی طرف دھکیلنا شروع کیا!!

ایرانیوں نے ہر طرف سے ان پر پتھروں کی بارش شروع کر کے انہیں منہدم کرنا چاہا لیکن وہ اس مضبوطی سے بنائی گئی تھیں کہ پتھروں کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا جب منجنیقیں دھکیل کر فصیل کے قریب کر دی گئیں تو مسلمانوں نے آلات فلاخن کو حرکت دی۔ بڑے بڑے پتھر فلاخن کے ذریعہ سے فصیل پر پھینکنے شروع کئے۔ ایرانی ہر طرف فصیل پر لا رہے تھے۔ پتھروں نے اُن کے سروں کو توڑنا۔ آنکھوں کو پھوڑنا۔ ہاتھوں اور پیروں کو مجروح کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر تک تو وہ نہایت استقلال سے کھڑے ترکی بترکی جواب دیتے رہے لیکن جب انہوں نے زیادہ نقصان ہوتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے :۔

اسلامی لشکر قلعہ کے چاروں طرف مسلح کھڑا تھا۔ ایرانیوں کے فصیل سے پیچھے ہٹتے ہی وہ بڑھا۔ نہایت جوش میں آکر بڑھا۔ اللہ اکبر کا دل ہلا دینے والا نعرہ لگا کر بڑھا ایرانیوں نے چھپ کر ابھر ابھر کر دیکھا۔ مسلمانوں کو بڑھتے ہوتے دیکھ کر ان پر خوف طاری ہو گیا۔ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ بڑھتے بڑھتے مسلمان قلعہ کی فصیل کے قریب

جا پہنچے۔ منجنیقیں پیچھے رہ گیئں لیکن وہ بدستور فلاخنوں کے ذریعہ سے فصیل پر سنگباری کر رہی تھیں۔

اس شدت سے پتھر برسا رہی تھیں کہ ایرانیوں کو فصیل پر آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ مسلمانوں نے صبح ہی سے پیش قدمی شروع کر دی تھی مگر تین بجے سے پہلے وہ فصیل کے قریب نہ پہنچ سکے جب آفتاب ڈھل گیا۔ اور فصیل کے قریب پہنچے تو انہوں نے قلعہ کے نیچے کھڑے ہو کر فصیل پر پہنچنے کے لئے غور کرنا شروع کیا:

قلعہ کی دیواریں نہایت مضبوط اور اونچی تھیں۔ کوئی سبیل فصیل تک پہنچنے یا اُسے کھود ڈالنے کی نظر نہ آئی۔ حالانکہ ہر پہلو پر غور کر لیا گیا اسی غور و فکر میں شام ہو گئی۔ آفتاب ڈھلتے ڈھلتے حجلۂ مغرب میں پہنچ کر روپوش ہو گیا۔ مغرب کی طرف سے سیاہی بڑھ کر کرۂ ارض پر پھیلنے لگی ستارے نکلکر آنکھ مچولی کھیلنے لگے:۔

اسلامی لشکر واپس لوٹا۔ جنگ بند کر دیگئی۔ مسلمانوں نے واپس جاتے ہی سب سے پہلے نماز پڑھی اور پھر آگ روشن کر کے کھانا پکانے کا انتظام کرنے لگے۔ اتنے میں کہ کھانا تیار ہو عشاء کا وقت ہو گیا۔ سب نے عشاء کی نماز پڑھکر کھانا کھایا۔ اگر مسلمان تمام دن کمربستہ رہے تھے۔ میدان کارزار میں لڑنے کے لئے نکلے تھے۔ تھک گئے تھے۔ گو وہ آج کل کے مسلمانوں کی طرح موم کے نہ تھے نہ عیش و عشرت کے خوگر تھے کہ تھک کر یا تھکنے کا بہانہ کر کے سویرے بستروں پر چلے جاتے اور نیند آتی یا نہ آتی سونے کی کوشش کرتے۔ وہ جفاکش مسلمان تھے۔ انہیں ایک ایسی قوم کی تعمیر کرنی تھی جس کے کارنامے دنیا ابد تک یاد کرتی رہے اس سے زیادہ تر تو قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے اور کچھ ہتھیار صیقل کرنے لگے۔ کچھ گذشتہ جنگ کے واقعات سنانے لگے۔ یہ سلسلہ گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اس وقت تک لشکر میں خوب چہل پہل رہی اس کے بعد لوگ سونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ خاموشی بڑھنے لگی۔ بارہ بجے تک سب سو گئے۔ کامل سکون طاری ہو گیا۔ صرف محافظ دستہ طلایہ گردی میں مشغول رہا:۔

آج عاصم۔ عبید۔ ہرمزان بھی محافظ دستہ کے ہمراہ تھے وہ قلعہ کی طرف گشت کر

چکے تھے۔ اب دوسری طرف گشت کر رہے تھے اُس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ چاندنی سفید چادر کی طرح ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ہر وہ چیز جس پر چاند اپنا پرتو ڈال رہا تھا چمک رہی تھی اس کی ہر چیز صاف اور دُور کی کس قدر دھندلی نظر آرہی تھی۔ عاصم اور ہرمزان کی نظر مدائن کی جانب تھی۔ مدائن کی صاف سڑک دُور تک نظر آرہی تھی سامنے افق میں انہیں چند سائے حرکت کرتے معلوم ہوتے۔ عاصم نے ہرمزان اور ہرمزان نے عاصم کو ان متحرک سایوں کو دکھایا۔ دونوں کھڑے ہو کر غور سے دیکھنے لگے۔! عاصم نے غور کرنے کے بعد کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ سوار آرہے ہیں:۔

ہرمزان۔ یہی میرا بھی خیال ہے!!

عاصم۔ غور کیجئے اس وقت آدھی رات کو کون لوگ آسکتے ہیں۔

ہرمزان۔ ظاہر ہے کہ وہ مدائن سے آرہے ہیں ایرانی ہوں گے۔

عاصم۔ شائد قلعہ والوں کے لئے کوئی پیغام لا رہے ہوں!!۔

ہرمزان۔ یہی میرا خیال ہے!

عاصم۔ آؤ تو چھپ جائیں اور جب یہ قریب آئیں تو ان کو گرفتار کریں:۔

ہرمزان۔ مناسب ہے۔

جلدی سے یہ لوگ چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے سائے بدستور بڑھتے چلے آرہے تھے جب بڑھتے بڑھتے بالکل قریب آگئے تو عاصم نے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ وہ ایرانی تھے۔ ایرانی لباس پہنے ہوئے تھے۔ سب گھوڑوں پر سوار تھے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ اور قریب آنے پر ان کے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں کوئی کہہ رہا تھا کیا اسی وقت لشکر کے اندر چلن چاہیئے!!

دوسرے نے کہا۔ کیوں نہیں! اندیشہ کیا ہے!!

پہلا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی محافظ ہم پر اچانک حملہ کر دے!!

دُوسرا۔ یہ وہم فضول ہے مسلمان کبھی ہوشیار کئے بغیر حملہ نہیں کیا کرتا:۔

اس گفتگو کو سن کر عاصم اور اس کے ہمراہیوں کو سخت حیرت ہوئی وہ سمجھ رہے

تھے کہ یہ لوگ قلعہ والوں کے لئے بادشاہ کا پیغام لارہے ہیں مگر ان کی گفتگو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ عربوں کے پاس آتے ہیں۔

ابھی وہ حیرت میں ہی تھے کہ کسی نے سُریلی آواز سے کہا۔ کوئی اندیشہ مت کرو۔ بے خوفی سے چلو میں سب سمجھ لوں گی!!

عاصم کو یہ آواز کان آشنا معلوم ہوئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔ آہ! یہ آواز میری ہمشیرہ لیلےٰ سے مشابہ ہے۔ خدایا کیا لیلےٰ آگئی۔ کیا میں ایسا خوش قسمت ہوسکتا ہوں الہٰ العالمین تجھے سب کچھ قدرت ہے تو مردہ کو زندہ کرسکتا ہے بچھڑے ہوؤں کو مِلا دُنیا تو کوئی بڑی بات نہیں!!

یہ کہتے ہی وہ کمینگاہ سے نکل آیا۔ بے اختیار ہوکر آنے والوں کی طرف بڑھا عبید بھی بے تاب ہوکر اس کے پیچھے چلا۔ ہرمزان بھی ساتھ ہولیا مدائن کی جانب سے آنے والے عاصم عبید اور ہرمزان کو اپنی طرف آتے ہوتے دیکھکر ٹھٹھکے خوفزدہ ہوتے گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر کھڑے ہوگئے۔

عاصم ان کے قریب پہنچا۔ اس نے پُراشتیاق لہجہ میں دریافت کیا لیلےٰ کیا واقعی تم آگئیں یا میرے کانوں نے دھوکا کھایا؟

ایک حور طلعت لڑکی عاصم کی طرف بڑھی اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ بھائی جان میں آگئی میں تمہاری ہمشیرہ لیلےٰ ہوں:۔

عاصم نے غور سے دیکھا۔ ایک ماہ پیکر لڑکی ایرانی لباس پہنے اس کے سامنے آ گئی پہلی نظر میں تو اُس نے اُسے نہ پہچانا۔ ایرانی لباس نے اسے دھوکا دیا۔ اس نے کہا:۔

لیلےٰ نہیں!! مگر دوسری نگاہ پڑتے ہی اُس نے شناخت کرلیا وہ لیلےٰ ہی تھی۔ وہ گھوڑے سے کُود پڑا۔ لیلےٰ بھی کودی۔ عاصم آغوش کشادہ اس کی طرف بڑھا۔ اس نے کہا۔ میری عزیزہ میری ہمشیرہ!!

لیلےٰ بھی بڑھکر اُس سے لپٹ گئی اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب

جاری ہو گیا۔ اس نے سسکیاں بھرتے ہوتے کہا:۔

میرا بھائی خداوندا تیرا ہزار ہزار شکر ہے۔ دونوں بغلگیر ہوتے لیلے رو رہی تھی۔ عاصم کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب تک دو عزیز جدا رہتے ہیں۔ جدائی کے غم سے روتے ہیں اور جب ملتے ہیں تو خوشی کے آنسو رونے لگتے ہیں مگر لیلے کا رونا خوشی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہ ان مصائب کو یاد کر کے رونے لگی تھی جو اس نے اٹھاتے تھے۔ عاصم نے آہستہ آہستہ اس حور جمال کو علیحدہ کیا۔ اس کے نازک سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے تسلی وہ لہجہ میں کہا

لیلے نہ روؤ۔ اب نہ رو تجھے کیا خبر کہ میں تجھے یاد کر کر کے کس قدر رو چکا ہوں اب ہمیں خوش ہونا چاہیئے خدا کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

لیلے نے ریشمیں دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے۔ علید ایک طرف غم و حسرت کا مجسمہ بنا کھڑا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ دوڑ کر شیریں ادا ماہ پیکر دوشیزہ کو اپنی آغوش میں لیلے۔ لیکن تمدن و معاشرت کی زنجیریں اسے جکڑے ہوتے تھیں وہ اپنے دل کی آرزو پوری نہ کر سکتا تھا۔ اُسے حور ادا لیلے کے رونے سے تکلیف ہو رہی تھی۔ اور اس کے آجانے سے مسرت تھی۔ ان متضاد باتوں نے اس کی عجیب کیفیت کر رکھی تھی:۔

عاصم نے لیلے سے کہا۔ پیاری ہمشیرہ! تم ساری رات چلتی رہے۔

لیلے نے شیریں لہجہ میں جواب دیا جی ہاں ساری رات ایرانیوں کے تعاقب کے خوف نے ذرا دیر بھی آرام نہ کرنے دیا!!

عاصم۔ اچھا تو اب چل کر آرام کرو۔ صبح سنانا کہ تم کیسے رہا ہوتی۔

لیلے۔ میرے ساتھ آسیہ بھی ہے وہ آسیہ جس کی بدولت میں نے رہائی پائی ہے!

عاصم:۔ وہ محسنہ کہاں ہے۔

لیلے نے ادھر اُدھر دیکھا۔ آسیہ قریب ہی کھڑی تھی لیلے نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ خلق و مہربانی کی تصویر۔ ہمدردی اور نیکی کا پیکر یہ ہے:۔

عاصم نے آسیہ کو دیکھا۔ وہ اس طرف بڑھا جب قریب پہنچا تو پہچان کر بولا آہا ہا

یہ وہ آسیہ ہے جس نے مجھے رہائی دلانے کے لئے کوشش کی تھی اور جو لیلے تجھے آزاد کرانے کے لئے مداق گئی تھی ؟ آسیہ میں تمہارا بے حد شکور ہوں۔ تمہارے احسانات کا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا :۔

آسیہ کے مسیحا صفت لبوں پر ہلکا سا تبسم کھیل رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ مَیں نے کوئی ایسا نہیں کیا ہے عاصم! انسان کا فرض ہے کہ مصیبت زدہ کی مدد کرے مَیں نے اپنا فرض ادا کیا ہے :۔

عاصم۔ میں تمہارے اِس احسان سے کبھی سبکدوش نہ ہو سکوں گا آؤ اب صبح ہونے والی ہے کچھ دیر آرام کرنا۔

عاصم اور لیلے گھوڑوں پر سوار ہوتے سب چلے لشکر میں گھس کر عاصم کے خیمہ کی طرف روانہ ہوتے :۔

---

# بھیرہ شیر کی فتح

نُورِ جمال لیلے۔ پُری پیکر آسیہ ان کے ساتھ آنے والے پچاس ایرانی سب کے سب عاصم کے خیمے پر پہنچے۔ دونوں لڑکیاں خیمہ کے اَندر چلی گیئں اور ایرانیوں کے لئے باہر فرش کر دیا گیا۔ سب پڑ رہے چونکہ رات بھر چلتے رہے تھے جاگا کئے تھے۔ اس لئے پڑتے ہی سو گئے۔ عاصم عابد ہرمزان بھی ایرانیوں کے پاس ہی فرش پر سو گئے۔ صبح سویرے بیدار ہوئے۔ لڑکیوں نے خیمہ کے اُندر مردوں نے خیمہ کے باہر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھتے ہی لشکر مسلح ہو کر قلعہ کے سامنے جا پہنچا۔ لیکن آج ایرانی فصیل پر نہ آئے۔ کچھ دیر انتظار کر کے مسلمان بھی لوٹ گئے۔ جنگ ملتوی ہو گئی:۔

لیلے اور آسیہ عاصم کے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہرمزان نے جو شماہ خیزران اور پروین سے لیلے اور آسیہ کے آنے کی خبر جا سنائی دونوں پُر جمال لڑکیاں لیلے اور آسیہ سے ملنے کے لئے دوڑی آئیں!!

جب وہ عاصم کے خیمہ کے اندر پہنچیں جب وہ عاصم کے خیمہ کے اُندر پہنچیں تو ان دونوں کی نظریں سب سے پہلے آفتابِ حُسن لیلے کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ پر پڑیں۔ دونوں اُسے اس کے بڑھے ہوئے عدیم النظیر حُسن کو دیکھ کر حیران رہ گیئں!!

لیلے نے اٹھ کر دونوں سیم تن مہوشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ آسیہ بھی اُٹھی چاروں بغلگیر ہو کر ملیں ایسے جوش اور مسرت سے ملیں۔ گویا چاروں بہنیں ہیں!!

آسیہ نے لیلےٰ سے پروین اور خیزران کا تعارف کرایا۔ معانقہ کرنے کے بعد چاروں فرش پر بیٹھ گئیں۔ پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیلےٰ! میں حیران تھی کہ یزدگرد کیوں تم پر اس قدر فریفتہ ہے کہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔ ہر وقت تمہارے خیال میں مستغرق رہتا ہے۔ آج تم کو دیکھکر حیرت دُور ہو گئی تم اس زمانہ کی بہترین حسینہ ہو۔ حسن وکمال کی ملکہ ہو۔ ساری دُنیا پر حکومت کرنے کے قابل ہو۔ تم کو دیکھکر کوئی محض اپنے دل پر قابو ہی نہیں رکھ سکتا:۔

لیلےٰ مسکرا رہی تھی۔ بر قباشس نظروں سے پروین کو دیکھ دیکھکر مسکرا رہی تھی۔ اس کا تبسم بجلیاں گرا رہا تھا۔ دوشیزگی کی حیا نے رعنائی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ گلاب کے پھولوں کی رنگت کو مات کر دینے والے رخسار سے شہابی رنگ میں ڈوب گئے تھے:۔

اس کا چہرہ نہایت دلفریب۔ نہایت دلکش نہایت پیارا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ پروین میں تمہاری مشکور ہوں۔ مجھے آسیہ نے سب کچھ بتا دیا ہے میری اور میرے بھائی جان کی رہائی کے لئے تمہاری کوششیں قابل صد ہزار تحسین ہیں۔ میں تم کو دیکھنے کے لئے بیقرار تھی۔ اپنے بھائی کی منظورِ نظر کو دیکھنے کے لئے کیوں بے چین نہ ہوتی۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں کسی معمولی حسینہ کو میرے بھائی پیار نہ کرنے لگے ہوں۔ لیکن اب تمہیں دیکھکر میری آنکھیں کھل گئیں۔

بھائی جان کا انتخاب نہایت اچھا ہے تم پیکرِ حسن ہو۔ نورِ مجسم ہو رعنائی اور دلربائی کا پیکر ہو۔ خوبصورت ساحرہ ہو۔ تمہاری آنکھ میں جادو ہے۔ نازک لبوں پر مسیحائی ہے رخساروں پر طلسم ہوشربا جسے نظر بھر کر دیکھ لو بندۂ بے دام بن جاتا ہے:۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ تم سچ کہتی ہو لیلیٰ! ان پر ایک دو نہیں سینکڑوں فریفتہ ہیں:

پروین نے مسکرا کر پوچھا اور تم ہو؟

آسیہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ مجھ پر کوئی بھی فریفتہ نہیں۔

خیزران نے کہا۔ اے رشک گل تر۔ تجھ پر تو میرا غمزدہ بھائی ہزار جان سے شیدا ہے کل ہی تمہارا ذکر کر رہے تھے کہتے تھے بڑی نیک ہے۔ جب میں نے دریافت کیا۔ کہیں

تم اُسے اپنا دل تو نہیں دے بیٹھے تو مسکرا کر چپ ہو گئے
آسیہ نے ہنستے ہوتے کہا۔ خدا کا شکر ہے یہ ابھی کوئی پرستار ہو گیا۔ لیکن یقین نہیں آتا۔

خیزران مسکرا رہی تھی۔ اس نے شوخی سے ہنس کر کہا۔ جب وہ تم سے ملیں گے۔ اظہار محبت کریں گے تب یقین آجاتے گا!

آسیہ نے کہا۔ تب تو ہم ہی ایک ایسی رہ گیئں جس کا کوئی شیدائی نہیں ہے۔ پروین نے کن انکھیوں سے خیزران کو دیکھکر مسکراتے ہوتے کہا۔ ان پر بھی ایک دل جلے عنایت کرنے لگے ہیں!!

آسیہ نے کہا۔ وہ کون ہیں۔

پروین نے جواب دیا لیلٰے کے بھائی جان کے ایک دوست جعفر ہیں۔
خیزران نے شوخی کی نظروں سے پروین کو دیکھکر مسکراتے ہوتے کہا شیدا ہو گئی ہیں :۔

خیزران نے نازک اندام پروین کے ہلکے انداز سے چٹکی لے کر کہا۔ ان کا کلیجہ!!

پروین اچھل پڑی۔ اس نے کہا۔ جعفر کا نام سنتے ہی کس قدر طاقت آجاتی ہے اس زور سے چٹکی لی ہے کہ بدن نیلا پڑ گیا۔

خیزران نے ہنس کر کہا۔ اللہ رے نزاکت۔ ذرا بدن کو ہاتھ لگایا تھا کہ اچھل پڑیں ............

ابھی خیزران کا فقرا ختم نہ ہوا تھا کہ عاصم آگیا۔ عاصم کو دیکھ کر ان پریوشوں کی چھیڑ چھاڑ بند ہو گئی!!

خیزران نے کہا۔ بھائی عاصم مبارک ہو۔ بہن پہلے آگیئں۔ عاصم نے پہلے آسیہ اور پھر پروین کو دیکھ کر کہا۔ میں آسیہ اور پروین دونوں کا بے حد مشکور ہوں۔ ان دونوں کی مہربانی نے آج مجھے بھی خوشی کا دن دکھایا۔

خیزران نے شوخی بھرے لہجے میں کہا۔ آسیہ غریب کا کیوں نام لیتے ہو۔ بس تم پروین

ہی کا شکریہ ادا کرو:۔

عاصم اس نوخیز دوشیزہ کی شرارت آمیز گفتگو کو نہ سمجھا اس نے کہا۔ نہیں خیزران آسیہ نے سب سے زیادہ مہربانی کی ہے!!

خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ مگر ممنون و مشکور تو تم پروین کے ہو۔ اچھا کہدو کہ تم ان کے مشکور و ممنون نہیں ہو!!

اب عاصم سمجھا۔ اس نے مسکرا کر کہا تم بڑی شوخ ہو! عاصم کے ہاتھ میں کپڑے تھے۔ اس نے لیلےٰ کو کپڑے دیتے ہوئے کہا لیلےٰ یہ لو کپڑے بدل لو:

خیزران۔ جو کپڑے یہ پہنے ہوتے ہیں وہ خراب تو نہیں ہوتے پھر کپڑے بدلنے کو کیوں کہتے ہو!!

عاصم۔ ہر قوم کو اپنا ہی لباس پہننا چاہیئے دوسری قوم کا لباس پہننے سے اسی قوم کا خو بو آجاتی ہے۔ مسلمان سوائے اپنے قومی لباس کے کسی دوسری قوم کا لباس نہیں پہن سکتا:۔

خیزران۔ بیشک قومیت کی تعمیر کے لئے یہ اصول بھی ضروری ہے۔

عاصم چلا گیا۔ جب وہ خیمہ سے باہر نکلا تو عبید اسے ملا عبید نے بغیر کسی جھجک کے دریافت کیا کیئے لڑکیاں بیدار ہوگیئں۔

عاصم۔ عرصہ ہوا وہ تو صبح کی نماز کے وقت ہی بیدار ہو گئی تھیں۔ اس وقت خیمہ کے اندر پریاں جمع ہیں سارا خیمہ پرستان بنا ہوا ہے آیئے آپ بھی آسیہ کا شکریہ ادا کر لیجئے حقیقت میں اس نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر لیلےٰ کو رہا کر دیا ہے:۔

عبید۔ بے شک نہایت بہادر اور نڈر لڑکی ہے اس نے ہم پر ایسا زبردست احسان کیا ہے کہ ہم اسے اس کا کوئی معاوضہ نہیں دے سکتے۔

عاصم۔ سچ کہتے ہو۔ آؤ عبید اس کا شکریہ ادا کرنا!

عاصم چلا۔ عبید اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر اس وقت عبید کے دل کی عجب کیفیت تھی کسی کا نظارہ کرنے کے لئے مچل رہا تھا!!

دونوں خیمہ میں داخل ہوتے۔ عبید کی نظر سب سے پہلے رشک قمر لیلے کے پھولوں سے بڑھ کر گلابی اور شاداب رخساروں پر پڑی لیلے نے سیاہ اور نشیلی آنکھوں کو اٹھا کر عبید کو دیکھا۔ آنکھیں چار ہوتے ہی جیسے عبید کے دل پر ہزاروں تیر پڑ گئے۔ وہ گھبرا گیا لڑکھڑا گیا۔ لیلے کی تیر افگن آنکھوں سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ لیلے کو دیکھ کر عبید بدمست و بے خود ہو گیا۔ بھول گیا کہ وہ کس لئے خیمہ میں آیا۔ اسے کیا کرنا چاہیئے وہ ایسا ساکت و صامت کھڑا رہ گیا جیسے کسی جادوگر نے جادو کا پتلہ بنا کر کھڑا کر دیا ہو!!

عاصم نے کہا۔ عبید! یہ ہے وہ محسنہ جس نے احسان نے ہم کو دبا لیا ہے۔ عبید چونکا سنبھلا۔ اور اس نے کہا بہن آسیہ زبان میں طاقت نہیں کہ تمہارا تشکریہ ادا سکے۔ ہم عمر بھر کے لئے تمہارے زیر بار احسان ہو گئے۔

آسیہ نے کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں نے تکلیفیں اٹھائیں جان پر بن گئی۔ زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ لیکن میں خوش ہوں کہ جس کام کے کرنے کا میں نے عزم کیا تھا خدا نے اسے پورا کر دیا! عاصم نے کہا۔ تم نے واقعات تو سناتے نہیں۔ آسیہ سارا حال سناؤ۔

یہ کہتے ہی عاصم بیٹھ گیا۔ اس کے پاس ہی عبید بھی بیٹھ گیا۔ شوخ اور شریر خیزران نے مسکراتے ہوتے کہا۔ ذرا بھائی جان کو بلا لیتے ان کا حال سننے کے لئے سب سے زیادہ بے قرار یہی تھے!!

آسیہ نے گھور کر خیزران کو دیکھا۔ خیزران نے کہا۔ گھور کر کیا ڈراتی ہے میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آسیہ جب میں آئی تو کہتے تھے کہ کسی طرح آسیہ سے اس کی سرگزشت سنواؤ۔

آسیہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باہر سے ہرمزان نے دریافت کیا۔ کیا میں آ سکتا ہوں۔ پروین نے نغمہ ریز لہجہ میں کہا۔ آجایئے بھائی جان اس وقت آپ ہی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

ہرمزان پردہ اٹھا کر خیمہ میں آ گیا۔ اس نے دریافت کیا۔ میرا ذکر کون کر رہا تھا خیزران نے کہا۔ آسیہ؟"

یہ کہتے ہی وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ ہرمزان بھی عاصم کے پاس بیٹھ گیا۔ عاصم نے کہا۔ آسیہ لو اب کہو۔ اب تو ہرمزان بھی آگئے!!

آسیہ نے سنجیدگی سے کہا گویا میں ہرمزان کا انتظار کر رہی تھی۔

پروین نے مسکراتے ہوئے اس میں کچھ شبہ نہیں۔ تمہاری تقریر کسے ڈھونڈھ رہی تھیں آسیہ؟

ہرمزان نے کسی قدر آزردگی سے کہا۔ مجھ بے چارہ کا کون تذکرہ کرتا ہے۔ رہنے دو پروین!

آسیہ کے دل پر ہرمزان کی آزردگی سے چوٹ لگی۔ اس نے کہا تذکرہ تو آپ ہی کا تھا لیکن:::

خیزران نے شرارت بھرے لہجہ میں کہا۔ میں کر رہی تھی۔ لے دو میرا نام:!

آسیہ۔ ہاں تم ہی تو کر رہی تھیں۔

ہرمزان۔ بھلا تم میرا تذکرہ کیوں کرتیں بڑی بے درد ہو آسیہ۔

خیزران نے کہا۔ بے درد نہیں سنگدل بے وفا قاتل!

پروین نے کہا۔ زیادہ نہ چھیڑو ورنہ روٹھ جاتے گی::: ہاں آسیہ تم اپنا حال سناؤ

آسیہ نے تمام واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے جب اس نے اپنے مسلمان ہونے اور زنجیروں سے پیٹے جانے کا واقعہ بیان کیا تو اور سب کو تو افسوس ہوا۔ مگر ہرمزان کو جوش آگیا۔ اس نے کہا۔

خدا قسم! مہران جس وقت میرے سامنے آئے گا قتل کر ڈالوں گا۔

سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہرمزان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ عاصم نے کہا۔ ہرمزان جوش کو کم کرو۔ مہران آسیہ کا بھائی ہے۔ آسیہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم اس کے بھائی کو بغیر اس کی مرضی کے کیسے قتل کر سکتے ہیں:۔

ہرمزان۔ بیشک تم سچ کہتے ہو مگر میں اب قسم کھا چکا ہوں:۔

عاصم۔ قسم کا کفارہ دے دینا!!

ہرمزان چپ ہو گیا۔ اب دوپہر کا وقت تھا۔ سب نے کھانا کھایا اور کھا کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے وہ بقیہ دن آرام اور اطمینان سے گذر گیا۔ دوسرے روز آفتاب طلوع ہوتے ہی قلعہ کے اندر طبل جنگ بجا۔ مسلمان ہوشیار ہو کر مسلح ہو گئے! انہوں نے میدان کارزار میں نکل کر صفیں مرتب کر لیں۔ زہرہ عاصم۔ عبید۔ جعفر ہرمزان جوشنماہ سب ایک ہی جگہ گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے۔ ایک اونچے ٹیلہ پر آسیہ۔ لیلے خیزران اور پروین بیٹھی تھیں اور میدان کارزار کی جانب دیکھ رہی تھیں:۔

زہرہ کی زرہ بوسیدہ اور کہنہ تھی۔ اس میں متعدد سوراخ ہو رہے تھے۔ عاصم نے کہا آج ایرانی قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی زرہ خراب ہو گئی ہے بہتر ہو تا کہ آپ زرہ پہن لیتے۔ زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ میں ایسا خوش قسمت کہاں ہوں کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر دشمنوں کے تیر میری طرف آئیں!!

ابھی عاصم کچھ کہنے نہ پاتے تھے کہ قلعہ کا دروازہ کھلا اور آتش پرست نہایت جوش وخروش سے نعرے لگاتے باہر نکلے۔ پرے کے پرے گروہ کے گروہ نہایت سرعت سے برآمد ہو رہے تھے۔ وہ قلعہ سے باہر نکل نکل کر پھیلنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام! میدان ان سے بھر گیا۔

ان کے سرداروں نے جلد جلد صف بندی کی۔ زور زور سے جنگ کا بگل بجایا اور تیراندازوں کو تیر افگنی کا حکم دیا۔ فوراً سواروں نے کمانیں سنبھالیں۔ تیر جوڑے اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی تیر برسانے شروع کر دیئے۔

تیروں کی آمد ورفت نے عجب سماں پیدا کر دیا۔ اس طرف مسلمان کم تھے۔ بہت ہی کم۔ ایرانی ان سے دس حصے زیادہ تھے وہ مسلمانوں کو فنا کرنے کے لئے بڑھے۔ ان کو بڑھتے ہوتے دیکھکر مسلمانوں کو بھی جوش آگیا۔ انہوں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر مل گئے ٹکرا گئے۔ تلواریں کھینچ گئیں۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ عاصم عبید۔ جعفر۔ زہرہ سب شیران ہز بہ کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جس پر ان میں سے کسی کی خارا شگاف تلوار پڑی۔ اس کو لکڑی کی طرح

کاٹ کر ڈال دیا۔

تمام محاذات پر خونریز جنگ ہونے لگی۔ ہر طرف خون کے فوارے اُبلنے لگے خون آلودہ تلواریں بلند ہونے لگیں۔ ہاتھ پیر اور دھڑ کٹ کٹ گرنے لگے۔ خون زمین پر پڑ پڑ کر لالہ کاری کرنے لگا:۔

زخمیوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آواز۔ آلات حرب کی جھنکار سے تمام میدان گونج اٹھا۔ ایرانی چاروں طرف قلعہ کی فصیل پر کھڑے سے پتھر اور تیر برسا رہے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اور اطراف کے مسلمان زہرہ اور عاصم کی امداد کے لئے نہ آسکیں۔

انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس طرف کے مٹھی بھر مسلمانوں کو قتل کر کے ہی واپس لوٹینگے:۔ سعد یا اور کسی سردار کو یہ خبر نہ تھی کہ ایرانی قلعہ سے باہر نکل کر زہرہ اور عاصم اور ان کے ہمراہیوں سے لڑ رہے ہیں جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی بسرفروش بکمال جیداری سے لڑ رہے تھے۔ جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ صفیں قائم نہ رہی تھیں۔ مسلمان ایرانیوں میں ایرانی مسلمانوں میں گھس گئے تھے اور بڑی دلیری و ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ زہرہ بڑی سرگرمی بڑے جوش اور بڑے انہماک سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف حملہ کرتے تھے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے۔ جس پر ان کی تلوار پڑتی بغیر دو ٹکڑے کئے نہ چھوڑتی۔ ایرانی اس سے ڈرنے لگے تھے۔ شہزاد ایرانیوں کا سردار بھی بڑی جرأت سے لڑ رہا تھا اس کی تلوار بھی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔ اس نے زہرہ کو اور زہرہ نے اس کو دیکھا:۔

شہزاد نے دُور ہی سے تیر کمان میں رکھکر مارا تیر سیدھا زہرہ کی طرف آیا۔ بدقسمتی سے زہرہ اس وقت ایک اور ایرانی کی طرف متوجہ تھے۔ تیر ان کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ انہوں نے ایک نہایت ہی خفیف آہ کی۔ عاصم ان کے قریب تھا۔ اُس نے آہ کی آواز سن لی اور ان کے پاس آیا۔ چاہا کہ تیر کھینچے:

زہرہ نے کہا۔ تیر مت کھینچو۔ جب تک یہ بدن میں پیوست ہے اس وقت تک میں بھی زندہ ہوں۔ عاصم نے ہاتھ روک لیا اُسے طرارہ آگیا۔ اس نے بپھرے ہوئے

شیر کی طرح ایرانیوں پر حملہ کیا جو اُس کے سامنے آیا اُسے کاٹ کر ڈال دیا۔ جس طرف ایرانیوں کا زور دیکھا اسی طرف حملہ کر کے انہیں قتل کر ڈالا یا پسپا کر دیا۔

عاصم کے ساتھ ہی زہرہ نے بھی حملہ کیا۔ پوری قوت اور پورے جوش سے حملہ کیا۔ جس پر تلوار ماری اسے کشتہ کیا۔ دم کے دم میں اس نے متعدد ایرانی مار ڈالے! کیسے بہادر لوگ تھے۔ کس قدر لڑائی کا شوق تھا اپنی تکلیف کا خیال نہ تھا۔ لڑائی کی دُھن تھی شہادت کی تمنا تھی۔ زخمی ہونے پر بھی پورے جوش سے لڑتے تھے۔ زہرہ کو تکلیف تھی سخت تکلیف تیر سینہ میں ترازو تھا۔ سانس مشکل سے لیا جاتا تھا۔ ہر لمحہ تکلیف بڑھتی جاتی تھی۔ مگر کچھ پرواہ نہ تھی اس حالت میں بھی لڑ رہے تھے جیسے وہ زخمی نہ تھے۔ عربوں میں انتقام کا مادہ بڑھا ہوا تھا۔ جب تک وہ انتقام نہ لے لیتے تھے۔ ان کو آرام نہ آتا تھا:

زہرہ زخمی ہو گئے تھے۔ شہزاد نے ان کو زخمی کیا تھا وہ اس سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ تمام ایرانیوں سے لڑتے ان کو قتل و پسپا کرتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایرانی ان سے ڈرنے لگے تھے جس طرف وہ بڑھتے ان کے سامنے سے کترا جاتے۔ دب جاتے راستہ دے دیتے:۔

وہ بڑھتے بڑھتے شہزاد کے سامنے جا پہنچے۔ شہزاد نے انہیں دیکھا۔ اس نے نیزہ سے ان پر حملہ کیا۔ زہرہ نے بھی نیزہ نکال لیا۔ اور شہزاد کا وار رد کا اور پوری قوت سے اس کے نیزہ مارا۔ شہزاد نے ڈھال سامنے کر دی۔ نیزہ ڈھال پر پڑا۔ مگر اس کا ہاتھ لرزش کھا گیا۔ ڈھال جھک گئی نیزہ کی انی زرہ توڑ کر زیر ناف پیوست ہو گئی۔

شہزاد نے ایک دل دوز چیخ ماری۔ چیخ کی آواز سُن کر ہر طرف سے ایرانی اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑے۔ سب نے زہرہ پر نرغہ کر لیا۔ زہرہ نے جلدی سے نیزہ کھینچا۔ انی کے ساتھ ہی شہزاد کی آنتیں اور انتڑیاں نکل آئیں۔ اس نے ایک لمبی آہ کی اور مردہ ہو کر گھوڑے سے گرا۔ ایرانیوں نے چاروں طرف سے زہرہ پر تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ عاصم نے دیکھا وہ ایرانیوں کو ڈپٹ کر بڑھا نہایت جوش سے حملہ آور ہوا۔

مگر زہرہ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی پہلے کئی تلواریں زہرہ پر پڑیں اور وہ شہید ہو کر گر پڑے عاصم کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اپنے اس سردار کو شہید ہوتے دیکھ کر جو ہر معرکہ میں پیش پیش رہا تھا۔ جس نے بہت سے نامور ایرانیوں کو مار ڈالا تھا۔ اس کا جوش ہیجان میں آ گیا۔ اس نے کمال جوش اور دلیری سے حملہ کیا۔ ایرانیوں کو کھیرے ککھڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔

جن ایرانیوں نے زہرہ کو شہید کیا تھا ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ چُن چُن کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔ عاصم کے پیچھے ہی عابید اور جعفر تھے۔ ان دونوں نے بھی بڑی سرفروشی بڑے جوش اور بڑی دلیری سے حملہ کیا۔ ہر اس ایرانی کو مار ڈالا۔ جو ان کی زد میں آ گیا۔

ان لوگوں کو اس جوش سے حملہ آور ہوتے دیکھکر تمام مسلمانوں نے سمٹ کر غیظ و غضب میں بھر کر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ایسا سخت تھا کہ اگر سنگی چٹانیں ہوتیں تو ریزہ ریزہ ہو جاتیں۔ لیکن ایرانیوں نے کمال جیداری۔ بکمال دلیری اور پورے استقلال سے ان کا حملہ روکا۔

وہ آہنی دیوار کی طرح ڈٹ گئے اپنے سردار کا انتقام لینے کے لئے سینہ سپر ہو گئے بڑے جوش سے لڑنے لگے۔ جنگ کی آگ پہلے سے بھی زیادہ مشتعل ہو گئی تلواریں جلد جلد بلند ہو کر سر و تن کے فیصلے کرنے لگیں۔ دلیروں کا انہماک بڑھ گیا۔ انسانی اعضاء جلد جلد کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ سر ٹھوکریں کھانے لگے۔ ہاتھ پیر اور دھڑ پامال ہونے لگے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ شور و غل اس قدر بڑھ گیا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

مسلمان کم تھے بہت کم لیکن کمال جیداری سے لڑ رہے تھے۔ جس طرح ایرانی انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم صمیم کر کے آتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے بھی ایرانیوں کو مار ڈالنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ چونکہ متخاصمین کا مطمعٔ نظر ایک ہی تھا۔ اس لئے جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی تھی۔

سعدؓ نے محاصرہ کرتے ہی ایک لشکر جس میں دو ہزار مجاہدین تھے گرد و نواح پر مقرر

کر دیا تھا۔ وہ قلعہ کے ہر طرف گرداوری کرتا تھا جس طرف مدد کی ضرورت سمجھتا۔ اسطرف مدد کرتا۔ یہ لشکر شرجیل کی سرکردگی میں تھا۔ اتفاق سے یہ لشکر گشت کرتا اس طرف آنکلا۔ جنگ ہوتے دیکھکر وہ بھی ایرانیوں پر جھپٹ پڑا۔ نہایت سختی سے حملہ کیا۔ دم کے دم میں ہزاروں ایرانیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیا:۔

ایرانی اَب بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے وہ اب بھی بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ جو مسلمان ذرا بھی غافل ہوتا اُسے لپک کر قتل کر ڈالتے دراصل ایرانی بھی بہادر تھے بہادر قوم کی یادگار تھے۔ لڑتے تھے اور خوب لڑتے تھے۔ جان دے دیتے تھے۔ سر جاتے تھے مگر پسپا نہ ہوتے تھے۔ لیکن انہیں لڑانے والے ان کے سردار عیش وعشرت میں ڈوب گئے تھے۔

وہ موت سے ڈرتے تھے ذرا سا دباؤ پڑنے پر بھاگ نکلتے تھے۔ سرداروں کے بھاگتے ہی لشکر بھی بھاگ جاتا تھا:۔

ایسا ہی اَب بھی ہوا۔ تازہ دَم مسلمانوں نے افسروں پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تو افسر جمے رہے لڑتے رہے لیکن جب مرنے لگے۔ زخمی ہونے لگے تو بھاگ کھڑے ہوتے بغیر افسر فوج کیا اور کب تک لڑتی۔ اس کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ وہ پسپا ہوتے مسلمانوں نے ہر طرف سے سمٹ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگاکر حملہ کر دیا۔ حملہ تمام سابقہ حملوں سے سخت ثابت ہوا۔

ہر مسلمان جوش میں بھر گیا تھا۔ ایرانیوں کے پسپا ہونے سے اِن کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے ہر محاذ پر ایرانیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اس قدر جدال وقتال کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کا دریا بہہ گیا۔ اَب ایرانی خوفزدہ ہو گئے۔ وہ بھاگے ایک دم پشت دے کر بھاگے۔ بڑی بے اوسانی اور بے ترتیبی سے بھاگے مسلمان اِن کے تعاقب میں چلے نہیں دوڑے۔ نہایت تیزی سے دوڑے۔ مارتے کاٹتے ایرانیوں کے پیچھے لگے چلے گئے اتنے میں کہ ایرانی قلعہ کے اندر داخل ہوں انہوں نے ان کا آدھا سے زیادہ لشکر قتل کر دیا:۔

قلعہ کی فصیل پر جو ایرانی کھڑے تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ جب انہوں نے ایرانیوں کو بھاگتے اور مسلمانوں کو تعاقب میں آتے دیکھا تو ان کے دل ڈوب گئے۔ حوصلے پست ہو گئے وہ فصیل سے پیچھے ہٹ گئے۔

ان کے ایک سردار نے قلعہ کی بلندی سے ایرانی علم اتار کر سفید امن کا جھنڈا لہرا دیا مسلمانوں نے اس جھنڈا کو دیکھا انہوں نے فوراً جنگ بند کر دی۔ تلواریں چوم چوم کر میانوں میں ڈالیں۔ اور جوش مسرت سے بے خود ہو کر اللہ اکبر کا پُر زور نعرہ لگایا۔ فوراً ایک سوار سعدؓ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ سعدؓ تمام لشکر لے کر اس طرف آئے قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسلامی لشکر فاتحانہ انداز سے قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اور قلعوں کی طرح یہ قلعہ بھی اندر سے معمولی ہو گا مگر جب قلعہ کے اندر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ نہایت شاندار قلعہ ہے۔ بہترین عالیشان عمارات بنی ہوئی تھیں جو کہ نہایت کشادہ تھیں۔

بھیر دشیر میں عمارتیں نہایت نفیس اور آبادی بڑے قرینہ سے تھی۔ بات یہ تھی کہ شاہ کسریٰ چھ ماہ مدائن میں دجلہ کے اس پار رہتا تھا۔ اور چھ ماہ بھیرہ شیر میں اس پار رہا کرتا تھا۔ بادشاہ کے رہنے کی وجہ سے قلعہ نہایت آراستہ و پیراستہ تھا۔

جب مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایرانی لشکر کا ایک سوار تک بھی کہیں نظر نہ آیا۔ شہری لوگ البتہ موجود تھے۔ جو کہ سخت خوفزدہ تھے۔ بعض اپنی بدقسمتی پر رو رہے تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تمام ایرانی لشکر خفیہ راستوں سے مدائن بھاگ گیا۔ سعدؓ رحم دل تھے انہوں نے حکم دے دیا کہ کسی ایرانی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے اور نہ کسی گھر کو لوٹا جائے!!

یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ تمدن ابتدائی حالت میں تھا۔ جب دشمنوں سے بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ فاتح قوم مفتوح قوم کے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالتی تھی چھلا چھلا لوٹ لیتی تھی۔ گھروں کو آگ لگا کر آبادی ویران کر دیتی تھی۔ آج بھی جب کہ تمدن بہت کچھ ترقی کر گیا ہے یورپ کو اپنی تہذیب پر ناز ہے فاتح قوم مفتوح قوم کو بالکل کچل ڈالتی ہے۔ تباہ برباد کر دیتی ہے سعدؓ نے قصر شاہی میں قیام کیا لشکر چھاؤنی میں مقیم ہوا۔ تین روز دم لے کر سعدؓ مدائن کو روانہ ہوئے۔

# انتباہ

یزدگرد سخت پریشان تھا۔ غمزدہ تھا۔ مسلمان قلعہ پر قلعہ شہر پر شہر فتح کرتے بڑھے چلے آرہے تھے ہر محاذ پر ایرانیوں کو شکست ہو رہی تھی جانباز افسر مارے جارہے تھے جس پر وہ ہزار جان سے شیدا تھا بھگا دیے گئے۔ شاہی خاندان کی مستورات کو حلوان بھیج دیا گیا۔ قصر شاہی کی چہل پہل جاتی رہی تھی۔ ویرانی و بربادی اپنا بھیانک چہرہ دکھانے لگی تھی۔

مہران اسے تسلی دیتا تھا۔ اس کا دل بہلانے کی کوشش کرتا تھا لیکن غمزدہ یزدگرد کا دل کسی طرح نہ بہلتا تھا۔ اب وہ پچھتاتا کہ کیوں اس نے مسلمانوں کو ستاکر سارے حجاز کو اپنا دشمن بنالیا۔ جب اس نے مسلمانوں پر دست ستم دراز کیا تھا جب مسلمانوں نے اس سے فریاد کی تھی اس وقت وہ یہ نہ سمجھا تھا کہ مسلمان دور دراز کی مسافت طے کرکے اپنے بھائیوں کی مدد کو آئیں گے اور اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیں گے اسے اپنی قوت و شوکت کا بھروسہ تھا۔ جانتا تھا ساسانی حکومت نہایت مستحکم اور زور آور ہے۔

ایرانیوں کی دھاک روئے زمین پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ہر حکومت ان سے ڈرتی ہے عربوں کی کیا مجال ہے کہ اس پر حملہ کریں اگر حملہ کریں گے تو شکست کھائیں گے۔ لشکر کی کثرت مال کی بہتات صدہا سالہ حکومت کی رعونت نے اسے یقین دلا رکھا تھا کہ وہ ہر ابر)

قوم کو بیس ڈالے گا جو اس پر حملہ کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کی سفارت آئی تو اس نے فخر و غرور میں مبصر کر سفیروں کی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تھا اور رستم کو حکم دیا کہ وہ قادسیہ میں جا کر مسلمانوں کو کچل ڈالے لیکن بہت جلد اسے اپنی غلطی معلوم ہو گئی۔ اب اسے اپنا۔ اپنی حکومت کا۔ اپنی قوم کا اپنے ملک کا انجام تاریک نظر آنے لگا تھا:

سیہ بختی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ روزانہ دلشکن خبریں سننے میں آ رہی تھی۔ وہ ابیلا کو قید کر کے اُسے بھول گیا تھا غم و پریشانی کے ہجوم نے اسے ابیلا کا خیال ہی نہ آنے دیا۔ حالانکہ اس کی بے گناہی ثابت ہو گئی تھی۔ تقریباً دو مہینے کے بعد رات کے وقت جب وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتفاقیہ اُسے ابیلا یاد آئی۔ وہ پشیمان ہو کر گھبرا کر اٹھا۔ جس کمرہ میں ابیلا قید تھی اس میں پہنچا۔ اس نے ابیلا کو دیکھا!!

ابیلا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا غم و فکر نے گھلا کر اُسے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا تھا۔ چہرہ کی رونق جاتی رہی تھی۔ رخسارے پچک گئے۔ ہڈیاں ابھر آئیں تھیں۔ آنکھیں حلقوں کے اندر گھس گئی تھیں۔ یزدگرد کو دیکھتے ہی وہ اٹھی۔ اور اس نے کہا۔ اے شہنشاہ عجم میں بے قصور ہوں بالکل بے خطا مجھ پر رحم کرو۔ یا تو مجھے رہا کر دو یا قتل کرا دو۔ جیلخانہ کی مصیبت مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ تنہائی کی قید بدترین مصیبت ہے۔ یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ افسردہ رخساروں پر آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا۔ یہ وہی ابیلا ہے جو یزدگرد کو خوش کرنے کے لئے ذلیل سے ذلیل اور کمینہ سے کمینہ کام کرتی تھی:۔

جب کہ لیلئے قید تھی۔ ابیلا اس کی نگرانی کرتی تھی یا آسیہ قید کر دی گئی اور ابیلا کو اس کی حفاظت کا کام تفویض ہوا تھا تو ابیلا کو احساس نہ ہوا تھا کہ قید میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے اب جب کہ وہ قید ہو گئی تو اُسے محسوس ہوا کہ قید و بند کی تمام تکلیفوں سے زیادہ تکلیف دہ یہی بات ہے:۔

یزدگرد نے کہا تو واقعی بے قصور ہے مجھے تحقیق ہو گیا ہے میں نے تجھ پر ظلم کیا ہے کیا تو میرے بدسلوک کو بھول جائے گی!!

ابیلا جیلخانہ سے رہا ہونا چاہتی تھی۔ اُس نے کہا۔ بھول جاؤں گی بالکل بھول جاؤں گی بلکہ بھول گئی ہوں اور حضورؐ جو خدمت میرے سپرد کریں گے میں نہایت ایمان داری سے نہایت وفاداری اور دیانت داری سے انجام دوں گی۔ میرے حضورؐ میری سرکار!! مجھے اس جیلخانہ سے نکال لیجئے!۔

یزدگرد نے چابی نکالی۔ تالا کھولا۔ جنگلہ کھینچا۔ ابیلا جلدی سے باہر نکلکر یزدگرد کے قدموں میں گر پڑی۔ یزدگرد نے کہا۔ ابیلا اٹھو! تم پھر اپنے عہدہ پر بحال کی جاتی ہو اپنے مفوضہ کام کو اسی طرح انجام دینا جس طرح پہلے دیا کرتی تھیں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ!

یزدگرد چلا۔ ابیلا پیچھے چلی۔ دونوں خواب گاہ کے کمرہ میں پہنچے یزدگرد نے کہا۔!

ابیلا! پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں کمبخت مسلمانوں نے میرا تمام عیش متغص کر دیا۔ کاش میں تمام عربوں کو دریائے دجلہ میں ڈبو سکتا۔ ابیلا کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کیا واقعات ہو گئے اور کیا ہو رہے ہیں۔ اس کی دنیا جیلخانہ تھی۔ دنیا کے واقعات تو کیا اُسے قصر کے واقعات کا بھی کچھ علم نہ تھا۔ اس نے کہا حضورؐ فکر نہ کیجئے!! آپ عربوں کو ضرور دریائے دجلہ میں ڈبو سکیں گے لیکن وہ یہاں تک آنے ہی نہ پائیں گے۔ یزدگرد نے کہا۔ ابیلا آگئے وہ بھیرہ شیر کا محاصرہ کئے ہوتے ہیں۔ ابیلا نے حیرت سے بادشاہ کو دیکھکر کہا۔ کیا عربوں کو اس قدر جرآت ہو گئی ہے ؟!۔

یزدگرد۔ ہاں ان کی جسارت ایرانیوں کی پیہم شکستوں نے بہت کچھ بڑھا دی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں بھیرہ شیر فتح نہ ہو جائے لیکن اسباب کو جانے دو۔ تم جانتی ہو میں آنے والے خطرہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ ابیلا! تجھے روزبہ کی دختر یاد ہے!۔

ابیلا۔ پیر و مرشد یاد ہے مراجل نہایت خوبصورت لڑکی ہے کیا۔ حضورؐ کو اس کا پتہ چلا ہے ؟

یزدگرد۔ اگر پتہ چلتا تو وہ آج قصر شاہی میں ہوتی۔ اگرچہ شاہی خاندان کی عورتوں کے ساتھ اسے بھی حلوان جانا پڑتا!۔

ابیلا نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ کیا شاہی خاندان حلوان چلا گیا ہے ؟!۔

یزدگرد - ہاں ابیلا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام عورتوں کو حلوان بھیج دوں جب اطمینان سے بیٹھوں گا۔ پھر بلوالوں گا لیکن مراجل؟

ابیلا نے کہا مراجل کو میں ڈھونڈ نکالوں گی میں اُسے پھر قصرِ شاہی میں لاؤں گی!!

یزدگرد۔ شاباش ابیلا اگر تم اُسے لاؤ گی تو مالا مال کر دیجاؤ گی!!

ابیلا۔ مَیں لاؤں گی اور ضرور لاؤں گی!!

کبھی نہ لاسکیں گی، ایک آواز آئی۔ دونوں حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ پہلو کے دروازہ سے ایک سفید پوش ہستی نمودار ہوئی۔ جو آہستہ آہستہ بڑھ کر یزدگرد کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اسے ابیلا اور یزدگرد نے حیرت سے دیکھا۔ اس نے اپنے چہرہ پر پڑا ہوا نقاب اُتارا دونوں نے دیکھا کہ وہ ملکہ پوران دخت تھی دونوں اسے دیکھکر حیران و ششدر رہ گئے۔ ملکہ نے کہا:-

بدقسمت بادشاہ! یہاں تک نوبت تو آچکی ہے کہ ملک کا بیشتر حصہ قبضہ سے نکل گیا۔ مسلمان دار السلطنت کے سامنے پہنچ گئے رعایا تباہ ہوگئی۔ ساسانی حکومت خطرہ میں پڑ گئی اگر یہی لیل و نہار ہیں اگر یہی عیش پرستی ہے تو سلطنت ہاتھ سے جانے میں کوئی شبہ نہیں۔

یزدگرد نے کہا۔ اگر حکومت جانے والی ہے جاکر رہے گی تباہی آنے والی ہے آکر رہے گی پھر کیوں مستقبل کے دھڑکوں میں موجودہ عیش کو منغض کروں:-

پوران دخت۔ لعنت ہے تم پر اور تمہارے ان خیالات پر۔ تم ننگ خاندان پیدا ہوتے ہو۔ ایران کی صدہا سالہ حکومت کو خاک میں ملانا چاہتے ہو۔ تم نے قوت بازو سے حکومت حاصل نہیں کی ہے اس لئے اس کی قدر نہیں کرتے یزدگرد پچھتاؤ گے"

یزدگرد کو بڑا غصہ آیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس نے طیش بھرے لہجہ میں کہا۔ ملکہ عاطم! اگر میرے دل میں تمہارا احترام نہ ہوتا۔ تو میری تلوار تیری گردن اڑا دیتی میں تم کو متنبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی گفتگو نہ کرنا:-

ملکہ:- آئندہ گفتگو کرنے کا موقعہ ہی نہ آئے گا۔ مَیں آج مدائن سے چلی جاؤں گی

صبح تم سن لو گے کہ مسلمانوں نے بھیرہ شیر فتح کر لیا اور پھر تم بھی حلوان بھاگ جاؤ گے۔ فتح وشکست مقدر سے ہے لیکن افسوس تم ایک معرکہ میں بھی شریک نہ ہوتے آنے والی نسلیں تم کو برائی سے یاد کریں گی۔ خیر جو کچھ ہوگا بھگتو گے! میں صرف یہ کہنے آئی تھی کہ مراجل کے پیچھے نہ پڑو۔ گھر میں آگ نہ لگاؤ۔ مراجل کی پشت پر تمام انقلاب پسند ہیں۔

یزدگرد نے قطع کلام کرتے ہوتے کہا۔ اور تم انقلاب پسندوں کی پشت پناہ ہو۔

ملکہ۔ نہیں میں نے کبھی اِن کی مدد نہیں کی ہمیشہ ان کو تمہارے خلاف سازش کرنے سے روکا۔ تمہارے مشیروں نے اپنی حماقت سے ان کو برانگیختہ کردیا۔ اب اِن کو نہ چھیڑو۔ مراجل کو بھول جاؤ!!

یزدگرد نے جوش میں آکر کہا۔ کبھی نہیں بھول سکتا۔ کل ہی وہ میرے قصر میں موجود ہوگی۔ کیوں ابیلا!!

ابیلا نے سرِ تسلیم خم کر کے کہا۔ بیشک!!

ملکہ نے حقارت آمیز نظروں سے یزدگرد کو دیکھ کر کہا۔ تم کبھی اسے نہ پاسکو گے۔ کوشش کرو۔ اپنی تباہی کی کوشش کرو۔ ایک ہی دو دن میں قدرِ عافیت معلوم ہو جائے گی۔

یہ کہتے ہی ملکہ چلی گئی۔ یزدگرد نے ابیلا سے کہا۔ اب جا کر آرام کرو اور کل صبح ہی سے اس کی تلاش شروع کردو۔ جس وقت وہ مل جائے فوراً اسے قصر میں لاؤ۔

ابیلا نے بہت خوب کہا اور چلی گئی۔ یزدگرد بھی مسہری پر دراز ہو گیا۔ ملکہ نے جو کچھ کہا تھا وہ اس کی بدبختی کی شرح تھی۔ تباہی کی پیشین گوئی تھی۔ اسے ہولناک خیالات نے آدبایا۔ دیر تک پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ آدھی رات کے بعد نیند نے اس پر غلبہ کیا اور وہ سو گیا۔

صبح جب وہ پیدار ہوا تو ابیلا کو موجود پایا۔ اس نے دریافت کیا! ابیلا کیا بات ہے کیا تم کچھ کہنے آئی ہو؟۔

ابیلا نے جواب دیا۔ عالیجاہ مہراِن باریاب ہونا چاہتا ہے!!

یزدگرد نے کہا۔ آج کوئی نئی بات معلوم ہوتی ہے جو مہران صبح سویرے ہی آیا ہے جاؤ اسے فوراً بھیج دو!!

ابیلا چلی گئی۔ یزدگرد سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں مہران آیا اس نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ یزدگرد نے سر کے اشارہ سے سلام لے کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھیں غم و فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے دریافت کیا مہران کیا کوئی نئی بات ہے :۔

مہران نے افسردگی سے کہا۔ عالیجاہ بہرہ شیر بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے :۔

اس خبر کے سننے سے یزدگرد پر گویا بجلی گری اس کا چہرہ فق ہو گیا آنکھیں غم و الم میں ڈوب گئیں اس نے لمبا سا سانس لے کر کہا۔ آہ بدبختی اور تباہی آکر ہی رہے گی!! مہران نے کہا ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارے پاس کافی لشکر ہے ہم دریائے دجلہ کے اس پار ہی مسلمانوں کو روک سکتے ہیں :۔

یزدگرد۔ روکو جس طرح ممکن ہو۔ ان بدبختوں کو روکو۔ مہران تمام لشکر کو مدائن سے جا کر دریا کے کنارے پر ڈال دو جس قدر دریا پر پل ہیں سب مسمار کر دو اور۔ جاؤ۔ جلدی کرو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔

مہران کو اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ واپس لوٹا اور کمرہ سے باہر نکل گیا۔ یزدگرد اٹھا۔ غسل کیا۔ شاہی لباس پہنا۔ قصر سے باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور محافظ دستہ کو ہمراہ لے کر چلا۔ مدائن سے نکلا۔ اس نے شہر کے سامنے والے وسیع میدان کو لشکر سے لبریز دیکھا۔ مدائن سے دریائے دجلہ تک انسانوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔

اس قدر لشکر دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہوتے آگے بڑھا۔ اس کے لشکر نے اُسے دیکھا۔ شاہ عجم زندہ باد کے نعرے لگائے۔ تمام میدان نعروں سے گونج اٹھا۔ ایرانی لشکر نفیس کپڑے پہنے پوری شان سے دریا کے کنارہ پر صف بستہ کھڑا تھا۔ سپاہیوں کی ریشمی وردیاں۔ افسروں کے زیورات۔ تاجداروں کے تاج دھوپ میں چمک رہے

تھے۔ یزدگرد بڑھکر دریا کے کنارے پر پہنچا۔ مہران اس کے پاس آیا۔ یزدگرد نے اس سے دریافت کیا کیا تمام پل توڑ ڈالے!!

مہران نے جواب دیا۔ ایک ایک کر کے سب پل توڑ دیتے گئے ہیں اسلامی لشکر روانہ ہو چکا ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے دریا میں طغیانی آگئی ہے۔ میں نے ساری کشتیاں بھی تباہ کرا دی ہیں اب کوئی ذریعہ مسلمانوں کے اس پار آنے کا باقی نہیں رہا ہے یزدگرد بھیرہ شیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیرہ شیر کی سر بفلک عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی لشکر نمودار ہوا۔ یزدگرد اور تمام ایرانیوں نے فاتح لشکر کو آتے ہوتے دیکھا تمام ایرانیوں نے جوش و خروش سے قومی نعرہ لگایا۔ یزدگرد نے مہران سے کہا تیر اندازوں کو آگے بڑھاؤ لمبی صفوں میں ان کو دریا کے کنارہ پر کھڑا کردو۔ مہران نے کہا یہ تمام انتظامات پہلے ہی کر دیتے گئے ہیں۔ حضور کے پیچھے تیر اندازوں کی صفیں ہیں!!

اسلامی لشکر آہستہ آہستہ نہایت شان و وقار سے آرہا تھا۔ مجاہدین جوش شجاعت سے جھومتے آرہے تھے سب سے پہلا دستہ عاصم کی سرکردگی میں آکر دریا کے کنارے رکا۔ عاصم کے ساتھ عبید۔ جعفر۔ جوشماہ اور ہرمزان تھے۔ اس کے بعد دوسرے سردار آآ کر رکتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ تمام اسلامی لشکر آگیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان میں دریا تے دجلہ حامل تھا۔ دریا طغیانی پر تھا۔ اونچی اونچی لہریں اٹھتیں۔ لب ساحل سے ٹکراتیں۔ اپنا زور دکھاتیں تھیں۔

پل تمام مسمار کر دیتے گئے تھے۔ کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ کوئی ذریعہ دریا عبور کرنے کا نہ تھا۔ اس طرف مسلمان اور ایرانی اس طرف کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے!

---

# مدائن کی شاندار فتح

تمام ایرانی لشکر دریائے دجلہ کے اس پار کنارہ پر کھڑا تھا۔ مسلمان دوسری طرف تھے دریا نہایت جوش و خروش سے بہ رہا تھا یہ دریا نہایت عریض اور گہرا تھا۔ کسی جگہ بھی پایاب نہ تھا۔ چونکہ آج پانی زیادہ چڑھ آیا تھا اونچی اونچی موجیں اٹھ اٹھکر ساحل سے ٹکرا رہی تھیں اس لیے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی سعدؓ نے دور تک دریا کو دیکھا اسے کنارہ کنارہ جاکر معائنہ کیا۔ کوئی مقام ایسا نہ ملا جہاں سے لشکر اطمینان کے ساتھ پار ہو سکے جس قدر پل تھے وہ تمام ایرانیوں نے توڑ ڈالے تھے۔ سعدؓ حیران تھے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کس طرح دریا کے پار پہنچیں۔ ایرانی دوسرے کنارہ پر صفیں مرتب کیئے کھڑے مسلمانوں اور ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ دریا کی طغیانی۔ پانی کی فراوانی موجوں کے تلاطم نے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ مسلمان کسی طرح بھی دریا عبور نہیں کر سکتے۔ ایرانی اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ دریا نے مسلمانوں کا راستہ روک لیا تھا۔ وہ جوش ہو ہو کر قومی نعرے لگا رہے تھے اور زور زور سے طبل جنگ بجا رہے تھے تمام میدان۔ ساری فضا مختلف آوازوں سے گونج رہے تھے۔ سارا مدائن مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے امڈ آیا تھا۔ تماشائی لشکر سے فاصلے پر کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ سب کو یہ اطمینان تھا۔ کہ مسلمان دریا کے اس پار کسی طرح نہیں آ سکتے۔ دریائے دجلہ نے گویا ایرانیوں کی مدد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ دوسر

دُور سے پانی کو کھینچ کھینچ کر لا رہا تھا۔ شور کرتا ہُوا مسلمانوں کو ڈبو دینے کی دھمکی دیتے ہوتے نہایت جوش سے بہہ رہا تھا۔ کبھی کبھی موجیں اٹھکر پانی کو ساحل سے باہر پھینک دیتی تھیں۔

ایرانی خوش ہو رہے تھے سمجھ رہے تھے کہ یزدان نے ان کی مدد کے لئے دریا میں طغیانی کو بھیج دیا ہے:۔

سعدؓ دُور تک گھوڑا دوڑا کر دیکھ آتے تھے۔ ہر جگہ پانی کا زور یکساں تھا۔ موجیں ایسی زبردست اٹھ رہی تھیں کہ گھوڑے تو گھوڑے ہاتھیوں کو بھی خس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں!۔ سعدؓ کو بیماری سے شفا ہو چکی تھی وہ بالکل تندرست ہو گئے تھے اگرچہ وہ ضعیف العمر تھے مگر ان میں جوش زیادہ تھا وہ جس طرح بھی ہو دریا کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے عاصم بن عمروؓ کو جو سفیر بن کر دربار ایران میں گئے تھے۔ بلا کر کہا۔ میں دریا کے کنارہ پر پڑ کر طغیانی دُور ہونے کا انتظار کرنا نہیں چاہتا اگر پُل توڑ ڈالے گئے۔ کشتیاں تباہ کر دی گئیں تو پرواہ نہیں ہے میں دریا کو گھوڑوں پر عبور کرنا چاہتا ہوں:۔

عاصم بن عمروؓ نے حیرت سے سعدؓ کو دیکھ کر کہا کیا گھوڑے طوفانی امواج کا مقابلہ کر سکیں گے؟۔ سعدؓ نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا ہم یا ہمارے گھوڑے کچھ نہیں کر سکتے جو کچھ کرے گا خدا کرے گا۔ دریا میں بلا وجہ طغیانی نہیں ہے خدا ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ ہم دریا کی طغیانی سے۔ موجوں کے تلاطم سے ڈر کر اس پار رہتے ہیں یا خدا پر بھروسہ کر کے دریا میں کود کر پار اترتے ہیں۔ ہم امتحان دیں گے کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے:۔

عاصم۔ بس تو بسم اللہ کیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں!

سعدؓ۔ مَیں نے تم کو اس لئے بلایا ہے کہ جب لشکر اسلام دریا میں کودے گا۔ اور دوسرے کنارہ کے قریب پہنچے گا تو ایرانی تیروں سے استقبال کریں گے چونکہ ہم پانی کا مقابلہ کر رہے ہوں گے اس لئے ایرانیوں کے تیروں کا جواب نہ دے سکیں گے

چنانچہ میری رائے ہے کہ تم چھ سو تیر اندازوں کو لے کر اس طرف ایک لمبی صف میں کھڑے ہو جاؤ اور جب یہ دیکھو کہ ایرانی ہم پر تیر اندازی کرنے لگے ہیں تو تم اس کثرت سے تیر برساؤ کہ وہ یا تو لب ساحل سے دُور ہٹ جائیں یا تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔

عاصم:۔ ایسا ہی ہو گا!!

فوراً سعدؓ نے چھ سو تیر اندازوں کو منتخب کر کے عاصم کے سپرد کیا اور چونکہ دریا کے کنارہ پر دُور تک لشکر پھیلا ہوا تھا اس لئے نقیبوں کے ذریعہ سے تمام سردار اور سارے افسروں کو خبر پہنچا دی کہ تمام لشکر دریا میں کود کر پار اترنے کے لئے تیار ہو جائے۔ سارے مسلمانوں نے سالارِ اعظم کے اس حکم کو سُنا۔ سب تعمیل کے لئے تیار ہو گئے آج کتنے راسخ العقیدہ مسلمان ہیں جو قرونِ اولٰے کے مسلمانوں کی تقلید کرنے کو تیار ہو جائیں۔ شاید ایک بھی نہیں۔ اگر آج کسی ایسے موقعہ پر ان کا کوئی قائدِ اعظم انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دے تو وہ اپنے قائدِ اعظم کو مجنون۔ فاترالعقل کوتاہ اندیش اور خدا جانے کیا، کیا کہنے لگیں یہ انقلاب کیوں ہے۔ خدا پر عدمِ اعتمادی۔ ایمان کی کمزوری۔ دُنیا کی محبت موت کا خدشہ۔ اس کے بواعث ہیں۔ قرونِ اولٰے کے مسلمان کبھی موت سے نہیں ڈرے۔ ہمیشہ موت کو یاد رکھا۔ عیش و عشرت کے خوگر نہ ہوتے جفاکشی کرتے رہے۔ خدا پر اعتماد رکھا۔ انہوں نے ایسے محیرالقول کام کئے جو آج تاریخوں کے صفحات میں جلی قلم سے لکھے ہوتے ہیں اور جن کو پڑھ کر اور سن کر اقوامِ عالم حیران رہ جاتی ہیں۔ دُنیا کی موجودہ اقوام موجودہ مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے بزرگوں کے کارنامے محض دماغی اختراع سمجھتی ہیں وہ مقابلہ کرتی ہیں آجکل کے مسلمانوں کا قرونِ اولٰے کے مسلمانوں سے گویا موجودہ مسلمانوں میں بھی وہی جوش و خروش وہی جذبہ جہاد دیکھنا چاہتی رہیں جو آج سے تیرہ سو سال پہلے تھا۔ لیکن نہیں سمجھتی کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی دوسری اقوام کی طرح عیش پسند ہو کر آبائی جوش و غضب اور جہاد کا ذوق اور شغف ترک کر چکے ہیں جو قوم عیش و عشرت میں غرق ہو جاتی ہے اس کی تمام خوبیاں زائل ہو جایا کرتی ہیں دُنیا کی محبت خدا تک کو بھلا دیتی ہے آج مسلمان اسی راستہ پر گامزن

ہیں ان کے تمام جوہر زنگ آلود ہو گئے ہیں یہ زنگ دور ہو سکتا ہے اگر قرآن مجید پر پورا پورا عمل شروع کر دیں۔ احادیث کو مشغل راہ بنائیں آج بھی تمام اقوام سارے تاجدار ان کے سامنے جھک جائیں ان کی وہی قدر ہو جاتے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تھی؛

جب سعدؓ نے تمام لشکر کو آمادہ دیکھا تو دعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عجز و انکسار کے ساتھ کہا۔ خدایا! ہم جو تیری اور صرف تیری پرستش کرتے ہیں تجھے شہ رگ سے قریب سمجھتے ہیں تیرے احکام پر عمل کرتے ہیں ہر خیر و شر تیری طرف سے سمجھتے ہیں تیرا نام لے کر تیری امداد و اعانت کے بھروسہ پر اس بے انتہاء سمندر میں کودتے ہیں۔ طوفان خیز امواج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہماری امداد فرما اور ہم کو دریا کے اس پار پہنچا کر فتح و نصرت عطا فرما۔

پاس کھڑے ہونے والے اس دعا پر آمین کہتے رہے۔ سعدؓ نے گھوڑا دوڑایا دریا کی طرف بڑھا۔ تمام اسلامی لشکر کو حرکت ہوئی۔ سب کنارہ پر پہنچ گئے سعدؓ نے بلند آواز سے کہا۔ خدا اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے!

ترجمہ۔ (فتح اللہ کی طرف سے ہے وہی بھروسہ کے قابل ہے اللہ کافی ہے وہ اچھا مددگار ہے کوئی خوف نہیں ہے اللہ بڑی برکت والا ہے۔

یہ کہتے ہی انہوں نے گھوڑے کو اشارہ کیا۔ گھوڑا تورا آ در یا میں جا کودا ان کے دریا میں کودتے ہی تمام افسر سارے سردار کود پڑے سرداروں کے پیچھے ہی تمام لشکر کود پڑا مسلمانوں کے دریا میں کودتے ہی اونچی اونچی موجیں دب گئیں دریا ساکن ہو گیا البتہ گھوڑوں سے کودنے کی جو خفیف لہریں اٹھتیں تھیں وہ دوسری لہروں میں مل کر معلوم ہو جاتی تھیں۔ سارا لشکر دریا میں اتر کر نہایت اطمینان بڑی شان اور بڑے دبدبہ کے ساتھ دوسرے کنارہ کی طرف تیرنے لگا۔ مسلمان اس بے تکلفی سے باتیں کرتے ہوتے تیرتے جارہے تھے گویا کہ وہ زمین پر چل رہے ہیں۔ سعدؓ کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ نہایت دبدبہ کے ساتھ لہراتا ہوا دریا میں جا رہا تھا۔ ایرانی دوسرے کنارہ پر کھڑے نہایت حسرت واستعجاب سے مسلمانوں کو تیر کر آتے ہوتے دیکھ رہے تھے ان کا خیال

تھا کہ جس وقت مسلمان منجدھار میں پہنچے گئے پانی ان کو بہالیجاتے گا مگر جب وہ منجدھار عبور کر گئے تو ایرانیوں کو کمال حیرت ہوئی ؎ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔ ایرانی لشکر کا سپہ سالار خرزاد تھا نہایت بہادر اور مشہور آدمی تھا۔ اس نے ایرانیوں کو تیر اندازی کا حکم دیا۔ فوراً ایرانیوں نے تیر اندازی شروع کردی۔ عاصم نے جو دریا کے دوسرے کنارہ پہ کھڑے تھے اپنے ہمراہیوں کو تیر افگنی کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے کمانیں کھینچیں تیر جوڑے اور ایک ساتھ اس طرح چلاتے گویا کہ وہ ایک کمان سے نکلے ہوں :۔

مسلمانوں کے تیروں نے ایرانیوں کو گھبرا دیا۔ وہ پیچھے ہٹے مگر مسلمانوں کے تیر وہاں بھی ان کو نقصان پہنچانے لگے وہ اپنے بچاؤ کی فکر میں لگ گئے جو مسلمان دریا میں تیر آ کر رہے تھے ان پر تیر برسانے بھول گئے۔ حضرت سعدؓ اور تمام اسلامی لشکر نہایت اطمینان سے برابر تیر رہے تھے۔ دریا میں کودتے ہی انہوں نے صفیں قائم کر لی تھیں وہ ایسے ضبط و نظم کے ساتھ تیر رہے تھے کہ ان کے یمین و یسار میں بھی فرق نہ آیا تھا سب سے حیرت افزا بات یہ ہوئی ؎ کہ نہ کوئی سوار ڈوبا نہ کوئی چیز گری اور نہ کوئی حادثہ پیش آیا۔ البتہ ایک سوار کا چوبی کاسہ جو پانی پینے کا تھا جس چمڑے میں وہ بندھا تھا وہ ٹوٹ کر دریا میں گر گیا۔ اس سوار کو اپنے پیالہ کے گر جانے کا بڑا افسوس ہوا اس نے کہا کوئی چیز اب تک کسی کی ضائع نہیں ہوئی صرف میرا پیالہ گرا ہے۔ خدا کی ذات سے مجھے امید ہے کہ میرا پیالہ بھی گم نہ ہوگا بلکہ مل جاتے گا خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ پیالہ ؎ مل گیا :۔

عاصم کے ہمراہیوں نے اس زور سے تیر اندازی کی کہ ایرانی اپنی تیر اندازی چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی فکر کرنے لگے مجاہدین اسلام کو اس سے بڑی مدد ملی وہ بے خوفی سے تیر رہے تھے اور جب وہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچے تو یزدگرد نے

---

نمبر۱ :۔ از الفاروق ۔

کہا یہ عرب انسان ہرگز نہیں ہو سکتے ایسے تلاطم خیز دریا کو جیسا دریاتے دجلہ ہے تیر کر عبور کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے مہران اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ ایشاں کہ ہمچو بے پرواہے آمدند مگر جن و آسیب بودہ باشند ترجمہ یہ لوگ اس بے پرواہی سے آرہے ہیں گویا جن و آسیب ہیں۔!

یزدگرد نے کہا۔ مہران تم ان لوگوں کو دریا کے کنارہ ہی پر روکو۔ میں مدائن جا کر شہر کا بند و بست کرتا ہوں لیکن میرے یہاں سے جانے کی لشکر کو خبر نہ ہو ورنہ تمام ایرانی بددل ہو جائیں گے! مہران نے کہا آپ شوق سے جایئے آپ کے جان نثار ان ان مٹھی بھر مسلمانوں کو دریا سے نکلتے ہی کاٹ کر ڈال دیں گے۔ یزدگرد چلا گیا اس پر مسلمانوں کا خوف طاری ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جو قوم بے تکلفی سے بحر زخار جیسے دریا کو عبور کر سکتی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی قوم ہرگز نہیں کر سکتی ہے اسے ایرانیوں کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کا یقین کامل ہو گیا تھا:۔

عاصم کے ہمراہی بھی تیر اندازی کرتے رہے ایرانی ان تیروں سے بچنے کے لئے ساحل سے پیچھے ہٹتے جاتے تھے۔ جب مسلمان کنارہ کے قریب پہنچے۔ ایرانیوں پر ان کی بے نظیر جرأت و ہمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ چنانچہ وہ دیواں آمدند۔ دیواں آمدند" ترجمہ" دیو آگئے دیو آگئے کہتے ہوتے کنارہ سے دور ہٹتے چلے گئے اب مسلمان دریا سے نکل نکل کر خشکی پر پہنچنے لگے۔ گھوڑے دم اور ایال ہلا ہلا کر ہنہنا ہنہنا کر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ دوسرے کنارہ پر پہنچتے ہی سعدؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ تین مرتبہ لگا کر عام حملہ کا اعلان کر دیا۔ تمام مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس نعرہ کی زوردار آواز نے وشت و جبل میں گونج پیدا کر دی۔ مدائن کے قلعہ کی دیوار لرز گئی۔ ایرانی کانپ گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ نعرہ لگاتے ہی مسلمانوں نے عام حملہ کر دیا۔ نہایت جوش۔ پوری قوت بڑی سرگرمی سے حملہ کیا۔ تلواریں تڑپ کر میانوں سے

---

عہ :۔ از فتوح العجم۔ عہ :۔ از الفاروق :۔

نکلیں۔ بجلی کی طرح کوندیں اور ایرانیوں کے سر و سینہ میں در آئیں ایرانیوں نے بھی، تلواریں کھینچ کر مقابلہ شروع کر دیا۔ جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی سنگی چٹانوں کی طرح ڈٹ گئے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پہ رکھ لیا۔ چونکہ دونوں فریق جوش میں تھے۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ دونوں کی تلواریں تیزی سے کاٹنے لگی تھیں۔ اس لئے دم کے دم میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہزاروں جانباز کٹ کٹ کر خون کے دریا میں تڑپنے لگے۔ سر ٹھوکریں کھانے لگے۔ ہاتھ پیر اور دھڑ ٹاپوں میں روندے جانے لگے۔ خون کا دریا بہہ گیا آفتاب نے اپنی روشنی میں خون آشام منظر دیکھا۔

مسلمان بڑے جوش و خروش میں تھا۔ نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ سر جھکاتے جدال قتال کر رہے تھے ہر مسلمان سامنے والے ایرانی کو قتل کر کے دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتا تھا۔ گویا وہ کسی بیش قیمت چیز کو لوٹنے کے لئے دوڑ رہا ہے دراصل وہ ایرانیوں کو قتل کر کے ثواب لوٹ رہے تھے۔ جہاد سے زیادہ ثواب یہی کیا ہے خوش قسمت تھے وہ لوگ کہ فرمان خداوندی کے بموجب لڑ کر۔ دشمنوں کو قتل کر کے اپنی عاقبت سنوار رہے تھے۔ بڑی جیداری سے مقابلہ کر رہے تھے ایرانی ایک ایک انچ زمین کے لئے نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے مگر ان میں وہ جوش و خروش نہ تھا جو مسلمانوں میں تھا۔ لڑتے تھے ہمت کر کر کے حملہ کرتے تھے لیکن جب ان پہ حملہ ہوتا تھا تو کٹ کر گر پڑتے تھے۔

لیکن ایرانی زیادہ تھے۔ بہت زیادہ تھے اگر ایک ایرانی مارا جاتا تھا تو دوسرا اس کی جگہ پر آنے کے لئے تیار ہوتا تھا۔ سعدؓ ایک ہاتھ میں اسلامی علم لئے نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے وہ جس پہ حملہ کرتے اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے۔ جس طرف حملہ کرتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے۔ ایرانی حیرت سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے سن و سال ان کی ضعیف العمری کو دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ یہ کیا لڑ سکیں گے مگر جب وہ شیر کی طرح حملہ کرتے تو ہر حملہ میں ایک دو ایرانیوں کو مار ڈالتے۔ جس سے ان کی حیرت بڑھ جاتی۔

اپنے سپہ سالار کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کا جوش المضاعف ہو رہا تھا۔ وہ بڑی سرگرمی بڑی جانبازی اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے ہر مسلمان کی

یہ آرزو تھی کہ وہ تنہا تمام ایرانیوں کو مار ڈالے۔ عاصم۔ عبید جعفر اور ہرمزان گھوڑوں کی کنوتیوں سے کنوتیاں ملاتے بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ جس طرف اُن کا رُخ ہو جاتا۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتے خون کا دریا بہا دیتے صفیں الٹ دیتے۔ عاصم۔ عبید جعفر۔ یا دوسرے عربوں کا لڑنا تحیر خیز نہ تھا وہ عرب تھے۔ ایرانیوں سے لڑ رہے تھے لیکن تعجب تھا تو ہرمزان کی جنگ پر جو ایرانی ہوتے ہوتے ایرانیوں سے لڑ رہے تھے۔ کمال سرفروشی سے نبرد آزما ہو رہے تھے اور سینکڑوں ایرانیوں کو اس وقت تک فنا کے گھاٹ اُتار چکے تھے کونسی تلوار تھی جو اس کے سر پر اُسے اڑانے کے لئے اٹھائی ہوتی تھی۔ کون شخص تھا جو اُسے لڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ اب اور اب سے پہلے آزاد رہا تھا۔ اپنی خوشی سے اپنی قوم سے لڑ رہا تھا۔ یہ عامیانہ خیال کہ لوگوں کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا گیا ہے ناواقف اور بیہودہ لوگوں کا ہے یا ان لوگوں کا ہے یا ان بزدلوں کا ہے جو مسلمانوں کی صُورت دیکھتے ہی لرز جاتے ہیں۔ ڈرتے ہیں کہیں ان کو تلوار دکھا کر مسلمان نہ بنا لیا جائے کس قدر احمقانہ خیال ہے کہ مسلمان تلوار کے زور سے دُوسری اقوام کو مسلمان کرتے رہے۔ گویا دُنیا کی تمام قومیں بزدل تھیں ڈرپوک تھیں۔ لامذہب تھیں۔ اپنے مذہب کو کچھ نہ سمجھ کر۔ موت سے ڈر کر مسلمان ہو گئیں اس احمقانہ خیال کی اس وقت کوئی حد باقی نہیں رہتی۔ جب یہ دیکھا جاتے کہ مسلمان ہونے والے پشتہا پشت سے مسلمان ہیں نہ ان کے سر پر کوئی تلوار لٹک رہی ہے نہ کسی قوم کا خوف و اندیشہ تھا۔ یہ مسلمانوں اور اسلام پر الزام احمق لوگوں کی اختراع ہے یا وہ لوگ جو تاریخ عالم سے ناواقف محض ہیں یا وہ بزدل جو مسلمانوں کی تلوار کا اب بھی لوہا مانتے ہیں حالانکہ مسلمان عرصہ ہُوا چھوڑ چکے ہیں اب ان پر تلوار چلائی تو گیا ان کو تلوار اٹھانی بھی نہیں آتی۔

مہران اور خرزاد ایرانیوں کو جوش دلا دلا کر ابھار ابھار کر لڑا رہے تھے۔ اتفاق سے عاصم اور ہرمزان ان دونوں کے قریب پہنچ گئے۔ عاصم نے خرزاد پر اور ہرمزان نے مہران پر حملہ کر دیا۔ چاروں گتھم گتھا ہو گئے۔ بڑے جوش سے لڑنے لگے۔ ایرانی اور مسلمان ان کو لڑتا ہوا دیکھکر پیچھے دُب گئے۔ ہرمزان نے بھکاتی دے کر تلوار ماری۔ مہران نے ڈھال سامنے کر دی۔ ڈھال کا ایک حصہ کٹ گیا۔ مہران نے جوش میں آکر وار

کیا۔ ہرمزان نے تلوار بڑھا کر اپنی تلوار پر اس کی تلوار روکی۔ مہران کی تلوار ہرمزان کی تلوار پر پڑی۔ ہرمزان نے کاٹ کا اندازہ کیا۔ مہران کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی مہران نے یہ دیکھکر تلوار کا دستہ پھینک دیا۔ اور بھاگنا چاہا۔ ہرمزان سمجھ گیا۔ اُس نے ڈپٹ کر کہا۔ بزدل مکار! میں چاہوں تو تجھے قتل کر سکتا ہوں لیکن آپ کے بھائی کو بھی قتل نہ کروں گا البتہ بھاگنے بھی نہ دُوں گا:۔

یہ کہتے ہی اس نے مہران کی پیٹی میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ مہران نے بھی زور کیا۔ سنبھلنا چاہا مگر نہ سنبھل سکا۔ ہرمزان نے چھوٹے بچے کی طرح اٹھا کر اُسے اپنے آگے کھینچ کر رکھ لیا۔ ادھر عاصم نے خرزاد پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کے بھاگتے ہی تمام لشکر بھاگ پڑا۔

مسلمانوں نے بھگوڑے ایرانیوں کا تعاقب کیا۔ انہوں نے ہزاروں ایرانیوں کو بھاگتے ہی بھاگتے مار ڈالا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان ایرانیوں سے صاف ہو گیا۔ یا تو وہ مارے گئے یا حلوان کی طرف بھاگ گئے۔ ان کے بھاگتے ہی سعدؓ نے تمام لشکر کو اکٹھا کیا عاصم بن عمر بھی اس عرصہ میں دریا عبور کر کے اس طرف آ گئے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ اب اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہوا مدائن قریب ہی تھا اس کی فصیل صاف نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں لشکر مدائن کے سامنے جا پہنچا۔ آج مدائن کے دروازہ پر نہ پہرہ تھا۔ نہ پہرہ دار۔ دروازہ کھُلا ہوا تھا۔ پہرہ دار غائب تھے۔ عساکر اسلامیہ بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہوئے۔

یہ وہی شہر تھا جہاں ہر وقت بازاروں۔ راستوں عاصم گذرگاہوں میں لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے چہل پہل رہتی تھی۔ آج تمام سڑکیں سارے کوچے۔ سب بازار سونے پڑے تھے۔ ایک شخص کا بھی پتہ نہ تھا عام اُداسی برس رہی تھی۔ یہ دیکھکر مسلمان زیادہ متاثر ہوتے:۔

ان کے دل پر دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھنچ گیا۔ بڑی عجیب ہوتی حضرت سعدؓ کی زبان سے بے اختیار یہ آیات نکل گئیں :۔ ترجمہ ,, بہت کچھ چھوڑے گئے باغوں سے اور چشموں سے اور کھیتوں سے اور آرام کی چیزوں سے ان میں عیش کرتے اِس طرح اور وارث کیا۔ ہم نے ان کا دُوسری قوم :۔،،

# نادراتِ زمانہ

اسلامی لشکر نہایت جاہ و حشم سے فاتحانہ مدائن میں داخل ہوا تھا وسیع راستوں سے گذر رہا تھا۔ سر بفلک محلات کو دیکھتا جا رہا تھا۔ تمام بازار تمام محلات بند پڑے تھے۔ مسلمان اس عبرت ناک منظر کو دیکھتے ہوئے قصر شاہی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے اس وقت آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ ہر طرف دھوپ نہایت آب و تاب سے پھیلی ہوئی تھی۔ مجاہدین اسلام کے ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے سب سے آگے حضرت سعدؓ تھے اسلامی علم لئے ہوئے جا رہے تھے ان کے پیچھے افسران فوج تھے افسروں کے پیچھے پیچھے عام لشکر تھا۔ مدائن کا فتح ہونا ایک عجوبۂ روزگار بات تھی۔ ایرانی بہادر تھے۔ ایرانیوں کا لشکر بے شمار تھا جس قدر چاہتے اور لشکر فراہم کر لیتے۔ دولت کی کمی نہ تھی خزانے بھرے پڑے تھے۔ رسد اور آلات حرب کی خرید پر جس قدر چاہتے خرچ کر دیتے مدائن ساسانیوں کا صدہا سالہ دار السلطنت تھا اس کے بچانے کیلئے ایرانیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ قدم قدم پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اپنی تاریخی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت بہادری سے لڑے دار السلطنت کو بچانے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے کیا۔ لیکن کوئی کوشش کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی کہ حملہ کرنا تو درکنار مدافعت بھی نہ کر سکے۔ بھاگے اور بہت بُری طرح بھاگے دار السلطنت اور اس کے باشندے اُن کے حال پر چھوڑ دیئے گئے مسلمانوں

یقین تھا کہ وہ کسریٰ کو زیر کریں گے دارالسلطنت پر قابض ہو جائیں۔ ساسانیوں کے خزانہ پر تصرف حاصل کریں گے۔ اس یقین کی وجہ آنحضورؐ کی پیشن گوئی تھی۔ ہادیٔ برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ترجمہ! یعنی قریب ہے کہ میری اُمّت پر کسریٰ کے خزانے کھل جائیں گے۔!!"

مسلمانوں کو اس پیشنگوئی کے پورا ہونے کا ایسا ہی یقین تھا جیسے دن میں سورج نکلنا آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشنگوئی پوری ہوئی۔ کسریٰ کو ہزیمت ہوئی۔ دارالسلطنت مدائن پر قبضہ ہوگیا۔ کسریٰ کا خزانہ ہاتھ لگنے میں اب کیا بات باقی رہ گئی تھی۔ بڑھتے بڑھتے سعدؓ قصر شاہی پر آکر رُکے۔ آپ نے حیرت سے اس بادشاہ کے عالیشان محل کو دیکھا جس کی ہیبت تمام دُنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ یورپ و ایشیا کے بادشاہ جس سے ڈرتے تھے۔ عیسائیوں کا رُعب وجلال بادشاہ ہرقل اعظم جس سے خائف رہتا تھا۔ فوراً سعدؓ گھوڑے سے نیچے اُتر آئے۔ ان کے اُترتے ہی تمام لشکر گھوڑوں سے اُتر اُتر کر پیادہ ہوگیا۔ اب سعدؓ بسم اللہ کرکے قصر کے دروازہ میں داخل ہوئے دروازہ عبور کرکے باغیچہ میں پہنچے۔ دوسرا دروازہ عبور کیا۔ چمن زار میں آئے سب لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑے سے آدمی گھوڑوں کی حفاظت کے لئے باہر رہ گئے تھے جب آپ قصر شاہی میں داخل ہوئے اور چبوترہ پر چڑھ گئے تو بے ساختہ آپ کی زبان پر یہ آیت آئی۔ ترجمہ "(یعنی وہ بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مقام اور اس ناز و نعمت کو چھوڑ گئے۔ جس کے نشہ میں وہ باتیں بنایا کرتے تھے ایسا ہی ہُوا اور ان چیزوں کا ہم نے دوسرے لوگوں کو وارث کر دیا۔"

چلتے چلتے سعدؓ ایک وسیع کمرہ میں پہنچے۔ یہاں وہ رُکے۔ وضو کے لئے پانی منگایا۔ پانی آتے ہی وضو کیا اور صلوٰۃ الفتح (نمازِ فتح) کی آٹھ رکعتیں ایک ہی نیت سے پڑھیں۔ نماز پڑھ کر حکم دیا کہ قصر میں جو ایرانی ملے۔ اُسے گرفتار کر لاؤ۔ ہر طرف مسلمان پھیل گئے۔ ہر کمرہ میں پہنچے تمام کمرے بیش قیمت آرائشی سامان سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ دلہن کی طرح سجے ہوتے تھے۔ دنیا بھر کا سامان عیش موجود تھا۔ مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ لیکن انہوں

نے کسی کمرہ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ حالانکہ بیش قیمت چیزیں تھیں۔ سونے چاندی کے برتن موتیوں کی جھالریں، ہیرے جواہرات کی مالائیں۔ مرصع سونے کے زیورات سب ہی کچھ تھے۔ لیکن ایک مسلمان نے بھی کسی چیز کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان کس قدر سیر چشم اور متدین تھے۔ مسلمانوں نے ہر کمرہ کو دیکھا سارے قصر میں پھرے لیکن ایک ایرانی بھی نہ ملا۔ سعدؓ کو اطلاع کر دی گئی ان کو تعجب ہوا کہ شاہی قصر خالی پڑا ہے ایک متنفس بھی نہیں لوگ کہاں چلے گئے:۔

دراصل قصر کے تمام محافظ نوکر چاکر بھاگ گئے تھے۔ سعدؓ کو تحیرت تھی کہ یزدگرد کہاں چلا گیا یا کہیں رُوپوش ہو گیا۔ آسیہ کو تہ خانوں کا کچھ کچھ حال معلوم ہو گیا تھا۔ وہ عاصم اور عبید کو ساتھ لے کر تہ خانوں کے خفیہ کمروں میں گئی یہ کمرے بھی خالی تھے یہ تینوں واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک آدمی سیاہ نقاب ڈالے ہوئے آسیہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ آسیہ نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ خسرو تھا وہی خسرو جس نے اُسے اور سلیلے کو رہا کرایا تھا۔ آسیہ نے نہایت ادب سے اسے سلام کیا خسرو نے اپنا نقاب اُتار ڈالا۔ اس نے کہا آسیہ ایزدگرد کی حماقت اور عیش پرستی آخر اپنا رنگ لائی۔ آج عراق سے ساسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ایرانی عربوں کے محکوم ہو گئے۔ آسیہ نے کہا۔ ہر ظالم کا یہی انجام ہوتا ہے مگر وہ گیا کہاں ؟:۔

خسرو۔ وہ بھاگ گیا۔ کاش وہ پکڑا جاتا۔ بیٹی! کیا مسلمان مدائن میں قتل عام کریں گے۔ کیا مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنالیں گے۔

آسیہ۔ میرے خیال میں ایسا نہ کریں گے۔ جو لوگ جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں اِنکے ساتھ وہ جو چاہیں کریں لیکن شہریوں کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں گے۔

خسرو۔ لیکن بیٹی یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کو پامال کر دیتی ہے مسلمانوں نے تلوار کے زور سے شہر فتح کیا ہے کیا وہ خونریزی سے باز رہ جائیں گے کیا وہ لوٹ مار نہ کریں گے کیا گھروں کو نہ جلائیں گے۔ کیا قصر شاہی کو آگ نہ لگائیں گے۔؟:۔

آسیہ:۔ کبھی نہیں بزرگ خسرو آپ مسلمانوں سے واقف نہیں ہیں نہایت رحم

دل پیر حشم۔ بامروّت قوم ہے اب تک جس شہر میں انہوں نے قبضہ کیا ہے وہاں کے ایک شخص کو بھی ہلاک نہیں کیا۔ ایک گھر کو بھی نہیں لوٹا ایک محل کو بھی آگ نہیں لگائی علاوہ اس کے بیلے نے سالار اعظم سے سفارش کی ہے!!

خسرو۔ میری بیٹی! اگر انہوں نے مدائن میں قتل و غارتگری کرنا چاہتی تو کیا تو بچا لے گی۔ کیا بیلے بدقسمت ایرانیوں کے لئے پھر سفارش کرے گی!!

آسیہ۔ ضرور بچاؤں گی اپنے وطن کو اپنی قوم کو ضرور بچاؤں گی بیلے بھی اپنی سعی کرے گی۔

عاصم اور عابدہ نے آسیہ سے اس کی سرگزشت سننے کے وقت یہ سن لیا تھا کہ خسرو نے اسے اور بیلے کو آزاد کرایا ہے وہ دونوں اس کے مشکور تھے۔ عاصم نے کہا بزرگ محسن! آپ نے میری ہمشیرہ اور آسیہ کو ظالموں کے پنجے سے چھڑایا تھا ہم آپ کے مشکور ہیں جو آپ کہیں گے منظور کیا جائے گا!!

خسرو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل مدائن کو امان دے جائے وہ بے قصور ہیں قصور یزدگرد یا اس کے مشیروں کا ہے!!

عاصم۔ ہم سپہ سالار سے اس بات کی سفارش کریں گے!!

آسیہ نے خسرو سے دریافت کیا بزرگ محسن مراجل کہاں ہے۔

خسرو۔ اسی قصر میں ہے جہاں تم نے اسے چھوڑا تھا!

آسیہ۔ اُسے لے آؤ!

خسرو۔ لاؤں گا شام کے وقت کیا مجھے واپس جانے کی اجازت ہے؟

عاصم نے کہا تمہارے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تم ہر طرح سے آزاد ہو جب جی چاہے آؤ جب جی چاہے جاؤ!!

خسرو۔ آپ کا شکریہ دن چھپنے سے پہلے حاضر خدمت ہونگا۔

خسرو چلا گیا۔ عابدہ۔ عاصم اور آسیہ واپس آئے اس وقت آفتاب نصف النہار سے آگے بڑھ گیا تھا۔ آج جمعہ کا دن تھا جمعہ کی نماز ظہر سے پہلے پڑھی جاتی ہے مسلمان

نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے چمن زار میں چھوٹی چھوٹی نہریں رواں تھیں۔ تمام مسلمان نہروں کے کناروں پر بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ عاصم اور عابد نے بھی وضو کرنا شروع کیا۔ اب اذان ہوئی۔ خدائے بزرگ برتر کا باہیبت و جلال نام پہلی مرتبہ کسریٰ کے محل میں بلند آواز سے پکارا گیا۔

اذان ہوتے ہی تمام مسلمان ایک نہایت وسیع کمرہ میں پہنچا۔ اس کمرہ کسریٰ کا تخت رکھا ہوا تھا۔ تخت علیحدہ کر کے منبر نصب کیا گیا۔ اس کمرہ میں حضرت خضر علیہ السلام کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ زرتشت۔ گشتاسپ اسفندیار کی تصویریں لٹک رہی تھیں۔ سعدؓ نے ان تصویروں کو توڑا نہ ہٹایا بلکہ بدستور رہنے دیا۔ تمام مجاہدین ایک کمرہ میں نہ آسکے۔ باہر چبوترہ پر فرش کر دیا گیا۔ دُور تک چبوترہ بھر گیا۔ نماز پڑھی گئی۔ نہایت رجوع قلب سے پڑھی گئی۔ خلوص دل سے خدا کا شکریہ ادا کیا گیا۔ یہ پہلا جمعہ تھا۔ جو عراق میں خاص ایوان کسریٰ میں قصر ابیض کے اندر ادا کیا گیا :-

اب تک نمازیں قصر میں ادا کی جاتی رہی تھیں مگر اب قیام کا ارادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے پوری نمازیں ادا کی جانے لگیں۔ چونکہ عراق میں داخل ہونے کے بعد سے اب تک برابر سفر جاری رہا تھا۔ کہیں مقام پر اطمینان سے قیام نہ ہوا تھا اس لئے نمازیں قصر میں ادا کی جاتی رہیں جمعہ پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ آج اطمینان ہوا تو جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ نماز سے فراغت کر کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا گیا۔ سب سے پہلے مجاہدین نے کھانے کا انتظام کیا اس کے بعد کھانا کھا کر آرام کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ عورتیں قصر کے شمالی حصّہ میں اتاری گیئیں۔ ہر قبیلہ کی عورتیں جدا جدا کمروں میں ٹھہریں ایک وسیع کمرہ میں لیلےٰ۔ پروین۔ اور خیزران و آسیہ نے قیام کیا تھا۔ چاروں ماہ پارہ لڑکیاں کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھی دل لگی کر رہی تھیں۔ خیزران نہایت شوخ تھی۔ اس کی بات شوخی سے خالی نہ ہوتی تھی اس وقت اس کا جی آسیہ کو چھیڑنے کے لئے بیقرار تھا اس نے پر تجمال آسیہ سے کہا۔ تم جاؤ دو کب

---

نشہ :- از تاریخ طبری و تاریخ اسلام -

سے سیکھ گئی ہو آسیہ؟ آسیہ نے حیران ہو کر خیزران کو دیکھا۔ خیزران کے بشرہ سے شوخی کا کوئی نشان بھی ظاہر نہ تھا۔ بڑی بھولی بنی بیٹھی تھی اور پروین نے بھی اُسے حیرت سے دیکھا خلاف معمولی اِس وقت اِس کے چہرہ سے شوخی کے بجائے بھولا پن دیکھکر اِن کو اور بھی تعجب ہُوا۔ آسیہ نے کہا۔ جادو؟ میں جادو کیا جانوں خیزران؟!!

خیزران نے انتہائی بھولے پن سے کہا۔ پھر یہ کیا بات ہے؟

لیلے اور پروین حیران ہو ہو کر اُسے دیکھ رہی تھیں۔ آسیہ بھی سخت متحیر تھی۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے!!

خیزران۔ بھائی جان تمہارا ہی کلمہ کیوں پڑھنے لگے!!

حور جمال لیلے۔ پری جمال پروین اور رشک قمر آسیہ سمجھتی تھیں کہ خیزران کوئی بات کہے گی مگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ محض چھیڑنا چاہتی ہے تو لیلے اور پروین مسکرانے لگیں۔ آسیہ شرما گئی اس نے شرمیلی نظروں سے شوخ و شریر خیزران کو دیکھکر کہا۔ خیزران! تم بہت زیادہ شوخ ہو گئی ہو۔ میں تمہارا لحاظ کر رہی ہوں۔ پروین نے مسکرا کر کہا۔ سزا دیئیں:۔"

خیزران نے بھولے پن سے کہا۔ سزا! جس قدر چاہے دے لو۔ مگر اللہ شرم افزا ہو شرباں نگاہوں سے نہ دیکھو! خدا کی قسم تمہاری آنکھوں میں جادو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے بھلا اِن مست انکھڑیوں کو دیکھکر کون اپنے دل پر قابو رکھ سکتا ہے۔ پروین نے ہنس کر۔ بخدا کوئی نہیں!!

آسیہ نے پروین کو دیکھکر کہا۔ نگاہیں تو تمہاری ہوشربا ہیں۔ جادو تو تمہاری آنکھوں میں بھرا ہے جس پر تمہاری نظر پڑ جاتی ہے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے:۔

خیزران۔ اپنی بات دوسروں پر نہ تھوپو۔

آسیہ۔ اچھا عاصم کو بلا کر دریافت کر لو۔ دیکھو کیا کہتے ہیں۔

اب پروین کے شرمانے کی باری تھی۔ اِس کی بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھک گئیں۔ منوّر چہرہ شرم و حیا کی رنگینیوں میں ڈوب گیا۔ خیزران نے کہا اچھا تم یہ چاہتی

ہو کہ بھائی ہرمزان کو بلا کر دریافت کر لو۔ ٹھہرو۔ میں انہیں بلاتی ہوں خیزران اٹھنے لگی آسیہ نے اس کا آنچل پکڑ کر بٹھاتے ہوتے کہا۔ اچھا میں اب سمجھی اس بہانہ سے جعفر کو دیکھنا چاہتی ہو۔ تم کیوں کہیں جاتی ہو۔ میں ہی بلا دوں گی نا۔ اب خیزران شرما گئی۔ اس نے جادو نگار شرمیلی نظروں سے آسیہ کو دیکھ کر کہا۔ تم ان کا ذکر کیوں لے بیٹھیں۔ وہ تو بڑے نیک ہیں آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ دُنیا میں نیک ہی وہ ہیں ایک تم اور جعفر۔

پروین نے مسکرا کر کہا جعفر تو بے شک نیک ہے مگر خیزران کی نیکی میں مجھے شبہ ہے۔

آسیہ۔ کیا یہ نیکی نہیں ہے کہ یہ کسی کو ہر وقت یاد کرتی رہتی ہیں۔

پروین۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ بے شک نیک ہوتیں۔ یاد رکھو نیک کبھی سنگدل نہیں ہوتا۔ مگر یہ تو سنگدل ہیں جب جعفر کو دیکھتی ہیں۔ منہ پھیر لیتی ہیں وہ بے چارہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ جاتا ہے۔

خیزران نے مسکرا کر کہا۔ تم تو رحم دل ہو پروین! عاصم کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو جاتی ہو۔ خوب گھل مل کر باتیں کرتی ہو!!

اب عصر کا وقت قریب آگیا تھا۔ دھوپ سمٹ کر دیواروں کی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ تمام دن گرم گرم چلنے والے ہوا کے تیز جھونکے دھیمے ہو کر خوشگوار بن گئے تھے اس وقت مراجل اس کمرہ میں داخل ہوئی۔ نہایت بیش قیمت پوشاک پہنے ہوتے تھی۔ اس کے پیارے چہرہ سے غم و فکر کے آثار ظاہر تھے اس کے دیکھتے ہی چاروں سیم تن لڑکیاں استقبال کے لئے اٹھیں خوش ہو کر اس کی طرف بڑھیں۔ مراجل کے فکر مند چہرہ سے بھی ہلکی سی مسرت کی جھلک نمودار ہوئی۔ وہ خندہ پیشانی کے ساتھ سب سے ملی خصوصاً لیلےٰ اسے نہایت گرم جوشی سے ملی۔ اُسے خوب پیار کیا۔ مراجل کو متفکر اور مغموم دیکھ کر تمام لڑکیاں متاثر ہوئیں۔ آسیہ نے دریافت کیا۔ تم مغموم کیوں ہو! مراجل۔

مراجل نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ آہ آج ہر ایرانی غمگین ہے ساسانی حکومت کی بہار خزاں سے تبدیل ہو گئی۔ ایران کے آزاد باشندے غلامی کی لعنت میں گرفتار ہوتے

اور وطن پر اغیار کا قبضہ ہو گیا۔

پروین نے کہا۔ غم نہ کرو تم جانتی ہو کہ ایرانی حکومت کس قدر تکلیف دہ تھی۔ ہر شریف مصیبت میں گرفتار تھا۔ ہر محب وطن جان چھپاتے پھرتا تھا۔ شکر کرو۔ وہ جور و استبداد کا دور ختم ہو گیا۔ اگرچہ ایرانی غلام ہو گئے لیکن اس قوم کے غلام ہوتے ہیں۔ جس کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں نثار ہیں!"

اب یہ پری جمال لڑکیاں بیٹھ گئیں۔ مراجل نے لیلے سے خطاب کر کے کہا لیلے یقین ہے تم مجھے بھولی نہ ہو گی۔ لیلے نے مسکرا کر کہا۔ میں تم کو بھول سکتی ہوں۔ تم کو تو کوئی بھی بھول نہیں سکتا۔ آسیہ نے ہنس کر کہا غیر ممکن ہے جو تم کو کوئی بھول جاتے۔ تمہاری پیاری صورت پہلی ہی نظر میں دل پر نقش ہو کر اپنی یادگار چھوڑ جاتی ہے۔ مراجل مسکرانے لگی۔ اس نے کہا۔ میری صورت ایسی تو نہیں ہے۔ آسیہ خیزران نے ہنس کر کہا جی نہیں لیکن یزدگرد شاہد کس ادا پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ مراجل نے کن انکھیوں سے لیلیٰ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا وہ تو لیلے پر فدا تھا۔ آسیہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا اچھا میں اب سمجھی تم اسی رشک کی وجہ سے یزدگرد کی گرفت سے نکل کر بھاگ گئی تھیں۔ مراجل نے شرما کر آسیہ کو دیکھا اور مسکرا کر کہا۔ ٹھیک سمجھیں مگر بہت دیر میں سمجھ آئی:۔

آسیہ۔ اب میں کسی کے دل کو ٹٹولتی تو نہیں پھرتی!!

ابھی آسیہ کا فقرہ پورا ہوا تھا کہ عصر کی اذان ہوئی۔ سب خاموش ہو گئیں اذان ختم ہوتے ہی دعا پڑھی اور وضو کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں کمرہ سے باہر آ کر وضو کیا واپس جا کر نماز پڑھنے لگیں۔ مراجل آسیہ خیزران اور پروین کو لیلے کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر سخت متعجب ہوئی۔ اسے آسیہ کے مسلمان ہونے کا حال تو معلوم تھا۔ مگر پروین اور خیزران کے متعلق معلوم تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو مراجل نے پروین سے دریافت کیا۔ کیا تم بھی مسلمان ہو گئی ہو۔؟ پروین نے کہا ہاں! میں خیزران ہرمزان میرے والد اور شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار سب مسلمان ہو گئے ہیں:۔

مراجل تعجب ہے جس مذہب کی آغوش میں تم پل کر جوان ہوئیں جس مذہب پر

تمہارے بزرگ چلے۔ تم نے اس مذہب کو چھوڑ دیا:۔

پروین۔ مراجل تم کو معلوم ہے کہ ہمارے پہلے بزرگ مہ آبادی مذہب رکھتے تھے۔ چاند اور ستاروں کو پوجتے تھے زرتشت نے آتش پرستی کی بنیاد رکھی مہ آبادی مذہب چھوڑ کر آتش پرست بن گئے۔ وہ آگ کو انوار الہٰی سمجھ کر پوجنے لگے۔ یزدان اور ہرمن دو خداؤں کے قائل ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے بزرگ کسی ایسے مذہب کی تلاش میں تھے جو خدا تک رہنمائی کرے خدا کا شکر ہے کہ ہم کو ایسا مذہب مل گیا۔ اسلام صرف خدا پرستی کی تلقین کرتا ہے۔ خدا پرستی کا صحیح راستہ بتاتا ہے ستارے چاند سورج۔ آگ مٹی۔ پانی۔ پتھر۔ شجر۔ تصویریں۔ سب کی پرستش سے منع کرتا ہے ہم نے اسلام قبول کر لیا"!

مراجل کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عاصم آ گیا اس نے کہا۔ آسیہ تم کو سالار اعظم نے یاد کیا ہے۔ آسیہ حیران ہوئی آج تک اسے کبھی اُسے سالار اعظم نے نہ بلایا تھا۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھکر دریافت کیا مجھے بلایا ہے۔

خیزران نے ہنس کر کہا۔ ہاں تمہیں کسی سے سُن لیا ہو گا کہ آسیہ بڑی خوبصورت ہے دیکھنے کے لئے بلایا ہے؟! آسیہ نے مسکرا کر کہا جب تو پروین کو لے جاؤ سب سے زیادہ خوبصورت تو یہ ہے چاند کا ٹکڑا ہیں چاند سے بڑھکر حسین ہیں۔ پروین شوخی سے آسیہ کو گھور کر دیکھنے لگی۔ مراجل نے کہا مگر انہوں نے تعریف تو آپ کی سُنی ہے:۔

آسیہ۔ نام میں دھوکا ہوا ہو گا۔ یا ممکن ہے خیزران کی تعریف سُنی ہو یہ پری پیکر ہیں۔ نور مجسم ہیں۔ حُسن کی دلکش تصویر ہیں!!

عاصم ان پریوں کی چھیڑ چھاڑ سُن کر محفوظ ہوا وہ چاہتا تھا کہ کچھ دیر اور ان کی دلکش ظریفانہ باتیں سُنے۔ لیکن وہ سالار اعظم کے پاس سے آیا تھا جلد واپس جانا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔ سالار اعظم نے نہ کسی کی تعریف سُنی ہے نہ کسی حسینہ کو حسن کی ملکہ کا خطاب دینا چاہتے ہیں اس وقت مہران کا معاملہ در پیش ہے آسیہ کو اس لئے بلایا ہے کہ اُسے اپنے بھائی کے متعلق کچھ کہنا تو نہیں ہے؟ آسیہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا۔ میں اپنے

بھائی کے متعلق کہوں گی۔ چلو عاصم میں اسے بچانے کے لئے گڑگڑاؤں گی۔ لیلےٰ نے کہا۔ آسیہ تم اس بات کو بھول جانا کہ مہران نے تمہارے ساتھ کیا کیا تم اسے بچانا۔ ایک شریف لڑکی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی پر اپنی اولاد اپنی دولت۔ اپنی جان نثار کر دے۔ بھائی کیسا بھی کیوں نہ ہو لیکن آخر پھر بھی بھائی ہے بھائی کا ملنا مشکل ہے آسیہ نے کہا۔ میں بچاؤں گی اپنے بھائی کو بچاؤں گی۔ سالارِ اعظم کے سامنے گڑگڑاؤں گی۔ ہاتھ جوڑوں گی پاؤں پڑونگی غرضیکہ اسے بچانے کے لئے سب کچھ کروں گی:۔

لیلےٰ۔ شاباش جاؤ یقین ہے سالارِ اعظم تمہارے کہنے سے اُسے معاف کر دینگے:۔

عاصم نے لیلےٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیکن اِس پر الزامات زیادہ ہیں ایک آسیہ کو زدوکوب کرنے کا۔ دوسرا لیلےٰ پر مصیبت کے پہاڑ توڑنے کا ایک اور الزام بھی ایسا ہی ہے لیکن :۔

آسیہ نے لیلےٰ کی طرف ملتجیانہ نظروں سے دیکھکر قطع کلام کر کے کہا لیلےٰ! کیا تم میرے بھائی کو معاف نہ کرو گی۔ لیلےٰ نے کہا۔ آسیہ! میں نے معاف کر دیا۔ بھائی عاصم میری طرف سے تصدیق کر دیں گے۔ اب آسیہ عاصم کی طرف مخاطب ہوتی۔ اس نے کہا کون سا الزام ہے اور۔ جب لیلےٰ نے معاف کر دیا تو اب وہ الزام باقی ہی نہ رہا:۔

آسیہ۔ آخر وہ کون سا الزام تھا؟

عاصم۔ عبید کو گرفتار کر کے لانا:۔

آسیہ۔ لیکن وہ گرفتار تو تمہیں بھی کر کے لاتے تھے۔

عاصم۔ ہاں! مگر میں نے پہلے ہی اُسے معاف کر دیا تھا۔ عبید نے کہا تھا کہ اگر لیلےٰ اُسے معاف کر دے گی تو وہ بھی کر دیں گے!!

آسیہ۔ آہ تم مسلمان کس قدر نیک ہو تم دشمنی کو کس قدر جلد اور جلد بھول جاتے ہو۔ میں آپ کی سب کی مشکور ہوں:۔

عاصم۔ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے تم مسلمان ہو گئی ہو اسلام نے تمہیں ہماری بہن بنا دیا ہے ایک بھائی ایک بہن کی دلشکنی کیسے گوارا کر سکتا ہے:۔

آسیہ۔ آؤ چلو یقین ہے کہ سالارِ اعظم بھی انہیں معاف کر دیں گے۔"

عاصم۔ یقیناً معاف کر دیں گے۔"

آسیہ نے چہرہ پر نقاب ڈالی دونوں چلے کمرہ سے باہر نکلے اس بڑے کمرہ میں پہنچے جس میں نمازِ جمعہ پڑھی گئی تھی۔ تمام کمرہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ صدر میں حضرت سعدؓ بیٹھے ہوئے تھے ان کے برابر دہنی طرف خالد بن عرفطہ۔ عابید۔ شرجیل اور ہاشم۔ بائیں طرف عبداللہ عاصم بن عمر۔ سواد۔ سلمان۔ زیاد۔ ہلال ہجری اور باقی کمرہ میں دوسرے افسر سرداران لشکر بیٹھے تھے۔ سعدؓ کے عین سامنے روزبہ۔ خسرو اور جند اور سر برآوردہ ایرانی بیٹھے تھے ان کے برابر مہران ریشم کی مضبوط ڈور سے بندھا تھا۔ عاصم آسیہ کو ہمراہ لے کر سعدؓ کے پاس پہنچے۔ سب سے پہلے مہران کی اس پر نظر پڑی آسیہ نے اسے دیکھا مہران کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ہونٹ خشک تھے وہ نہایت خائف معلوم ہوتا تھا۔ اس نے گھبرا کر آسیہ کو دیکھا۔ اس کی نگاہیں مایوسی کی جھلک لئے ہوئے تھیں۔ آسیہ رحم دل تھی۔ وہ پہلے ہی مہران کی گرفتاری کی خبر سن کر دل سے اُسے معاف کر چکی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُسے قلبی صدمہ ہوا۔ جی چاہا کہ دوڑ کر اپنے بھائی سے لپٹ جائے مگر مردوں کی موجودگی نے اُسے روکا:۔

عاصم نے سعدؓ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ آسیہ آگئی ہے! سعدؓ نے کہا آسیہ بیٹھ جاؤ۔ آسیہ بیٹھ گئی۔ سعدؓ نے پھر کہا۔ آسیہ تم جانتی ہو کہ مہران نے مسلمانوں پر کس قدر مظالم کئے ہیں یزدگرد اور اس کے مشیروں نے کلمہ گوئیوں پر جو ستم کے پہاڑ توڑے ہیں ان سب میں مہران پیش پیش رہا ہے عاصم کے کہنے سے میں نے وہ تمام قصور معاف کر دیتے ہیں مگر تم پر جو اس نے ظلم کیا ہے یا لیلےٰ پر جو سختیاں کی ہیں وہ ناقابلِ معافی ہیں میں ان کو معاف نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو اس نے نشانہ ستم بنایا وہ زیادہ تر شہید ہو چکے ہیں۔ ایرانی سلطنت کے زوال نے ان کا خونبہا ادا کر دیا۔ لیکن تم اور لیلےٰ جب تک اُسے معاف نہ کرو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ سعدؓ چپ ہو گئے۔ آسیہ نے کچھ کہنا چاہا۔ سعدؓ نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔ ٹھہرو جو کچھ کہو سوچ سمجھ کر کہنا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مہران خطا کار ہے

قصور وار ہے مگر تمہارا بھائی ہے۔ ممکن ہے کہ تم کو جوشِ انتقام بدلہ لینے پر آمادہ کر دے اور تم اسے معاف نہ کرو۔ اس صورت میں وہ سزا تے موت پاتے گا مگر اس کی موت تم کو خون کے آنسو رُلاتے گی۔ پھر تم اپنے بھائی کو نہ پا سکو گی اب سوچ سمجھ کر جواب دو۔ بدلہ چاہتی ہو یا معاف کرتی ہو۔ آسیہ نے جلدی سے کہا۔ میں نے معاف کر دیا۔ میں بدلہ لینا نہیں چاہتی۔ سعدؓ خوش ہوتے اور انہوں نے کہا۔ عورت کی فطرت مردوں کی سمجھ سے بالاتر ہے یہ وہ آسیہ ہے جسے مہران نے گرفتار کرایا۔ شاہی انگشتری کی چوری کا الزام لگایا۔ مسلمان ہونے پر زنجیروں سے مارا۔ پیاس سے لبوں پر جان آجانے پر بھی پانی کا ایک قطرہ نہ دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ اس سے اپنا انتقام لیتی۔ مگر اس کی نسوانی فطرت نے سب کچھ بھلا دیا۔ اس بھائی کو جو اسے قتل کرنے پر تیار تھا۔ موت کے منہ میں دیکھ کر معاف کر دیا۔ آسیہ مہر و وفا کا پیکر ہے مہران ظلم و بے دردی کا مجسمہ۔ مہران تم نے ایک لڑکی کے جذبات محبت کو دیکھا۔ مہران نے کہا۔ دیکھا!! میرا قلب اس پیکرِ وفا نے منقلب کر دیا ہے اب میں وہ مہران نہیں رہا جو اب سے پہلے تھا۔ وہ مہران مر گیا۔ وہ ظالم تھا ناخدا ترس تھا عیار تھا سفلہ تھا۔ اب وہ مہران آپ کے سامنے بیٹھا ہے جو ان باتوں سے بالاتر ہے آسیہ خسرو۔ روزبہ۔ عاصم اور عبید کو حیرت ہوتی۔ انہوں نے اس کے چہرہ کو دیکھا اس کی آنکھیں اس کے جذبات کی ترجمانی کر رہی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے دل نے نیکی کو قبول کر لیا تھا اور وہ اپنی گذشتہ شیطانی کرتوتوں پر متاسف ہے سعدؓ نے عاصم سے دریافت کیا۔ آپ نے لیلٰے سے دریافت کیا تھا؟ عاصم نے جواب دیا لیلٰے نے بھی معاف کر دیا ہے۔ سعدؓ نے مہران سے کہا۔ مہران تم آزاد ہو۔؟ یہ کہتے ہی انہوں نے ایک عرب سردار کو اشارہ کیا اس نے فوراً مہران کے بند کھول دیتے۔ مہران نے اٹھ کر کہا۔ اب آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔ آپ کا کسی قسم کا دباؤ مجھ پر نہیں رہا۔ کیا میں مختار ہوں کہ جہاں چاہوں جا سکوں۔

سعدؓ:۔ ہاں تم مختار ہو۔ غالباً تم یزدگرد کے پاس جاؤ گے!!

مہران:۔ نہیں وہ بزدل بادشاہ تھا اسے اپنی قوم اپنے ملک کے لئے خون کا آخری

قطرہ بھی قربان کر دینا چاہیئے تھا۔ مگر وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ ملک و قوم کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی ایسے شخص سے کسی کو کیا امید ہو سکتی ہے:۔

سعدؓ۔ پھر کہاں جانے کا مقصد ہے!!

مہران۔ کہیں نہیں میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔

سعدؓ۔ بہتر ہے تم ہمارے ساتھ رہو ہمارے ہمراہ ایرانی جاسوس ہیں تم کو ان کا افسر کر دیا جائے گا۔

مہران۔ کیا میں مسلمان نہیں ہو سکتا؟

سعدؓ۔ ہو سکتے ہو ہر شخص ہر وقت مسلمان ہو سکتا ہے!

مہران۔ تو مجھے مسلمان کر لیجئے!

سعدؓ اور تمام مسلمان خسرو۔ اور روزبہ سب حیران ہوئے سعد نے کہا۔ مہران تم بُرے نہیں تھے۔ بُری صحبت نے تم کو بُرا کر دیا تھا:۔

مہران۔ نہیں میں خود ہی بُرا تھا۔ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں میں مسلمان ہو کر گناہوں کا کفارہ ادا کر دوں گا:۔

فوراً سعدؓ نے اُسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ یوں تو سارے ہی مسلمان اس کے مسلمان ہونے سے خوش ہوئے مگر سب سے زیادہ مسرت آسیہ کو ہوئی اب سعدؓ نے خسرو سے کہا۔ ہم آپ کے بیحد مشکور ہیں آپ نے لیلے اور آسیہ کو رہا کرا کر ہم پر احسان کیا ہے ہم نے لیلے کی سفارش سے مدائن میں قتل و خونریزی بند کر دی۔ شہر والوں کے لئے آپ جو مراعات چاہیں حاصل کر لیں۔ خسرو نے کہا میں اور میری قوم مسلمانوں کے مشکور ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام شہر والوں کو امن دے دیا جائے ایرانی ڈرے ہوئے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں بازار بند ہیں اگر عفو عام کی منادی کرا دیں تو کاروبار شروع ہو جائے

سعدؓ۔ جو تم کہو مجھے منظور ہے میں نے تمام اہل شہر کو امن دیا آپ منادی کرا دیجئے البتہ شاہی خزانہ۔ قصر کسریٰ حکومت ایران کی تمام اشیاء بحق گورنمنٹ اسلامیہ ضبط کی جاتی ہیں:۔

خسرو: اس میں کچھ ہرج نہیں لیکن ایرانی نادرات کا کیا ہوگا۔

سعدؓ: ایرانی نادرات جو شاہی خزانہ میں محفوظ ہیں جن کا تعلق حکومت ایران سے ہے سب اسلامیہ حکومت کی ملکیت ہو گئیں۔

خسرو: اس میں ہم کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اچھا اب اجازت دیجیے تاکہ منادی کرادوں۔

سعدؓ۔ ہاں تم منادی کرادو۔

اب دن چھپ گیا تھا۔ خسرو اور روزبہ اٹھے۔ آسیہ بھی اٹھی تینوں اس کمرہ سے نکل کر باہر آتے۔ روزبہ سے آسیہ نے کہا۔ کیا آپ مراجل کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔"

روزبہ۔ کیا تم اسے روکنا چاہتی ہو آسیہ!"

آسیہ۔ ہاں بشرطیکہ آپ بخوشی اجازت دے دیں۔"

روزبہ۔ مراجل سے دریافت کر لو اگر وہ ٹھہرنا چاہتی ہے تو مجھ کو عذر نہیں۔

آسیہ۔ آیئے میں آپ کے سامنے دریافت کروں۔"

یہ تینوں اس کمرہ میں پہنچے جس میں سیلے اور پروین وغیرہ تھیں۔ آسیہ نے مراجل سے کہا مراجل! میں چاہتی ہوں کہ آج تم یہیں رہ جاؤ۔" مراجل نے مسکرا کر کہا رہ جاؤں گی۔ کیا اباجان اجازت دے دیں گے روزبہ نے کہا کچھ ہرج نہیں بیٹی میں دیکھتا ہوں مسلمان بڑے نیک ہیں تم اگر ٹھہرنا چاہتی ہو تو ٹھہر سکتی ہو۔ مراجل نے کہا بس تو میں کل آؤں گی۔ روزبہ اور خسرو چلے گئے۔ خسرو نے جاتے ہی منادی کرادی کہ مسلمانوں نے اہل شہر کو امان دے دی ہے صبح ہی سے کاروبار شروع کر دیا جاتے۔ جو شخص دوکان نہ کھولے گا اس کا سامان ضبط کر لیا جائے گا۔ اس منادی نے ایرانیوں کا خوف دور کر دیا۔ منادی سنتے ہی گھروں سے چھپے ہوتے لوگ باہر نکلنے لگے۔ شہر کی خاموشی ٹوٹ گئی۔ بازاروں میں کچھ چہل پہل نظر آنے لگی۔ دوسرے روز تمام بازار کھل گئے کاروبار شروع ہو گیا۔ مدائن کو دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ حکومت میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے ہر شخص اپنے کام میں منہمک ہو گیا تھا۔ سعدؓ نے علی الصباح ہی حکم دے دیا کہ تمام خزانہ

ساری نادرات قصر اور قصر کے کمروں کا سارا سامان باہر نکال نکال کر ڈھیر کیا جانے لگا مجاہدین دوڑ پڑے ہر چیز ہر جگہ سے لا لا کر ذخیرہ کرنا شروع کی۔ سونے چاندی کے انبار لگ گئے۔ چاندی کی کشتیوں میں جواہرات لا لا کر رکھے گئے۔ چاندی اور سونے کے سکے۔ ریشمیں تھان زرتار دیبا تے حریر کے پردے دور تک ڈھیر کر دیئے گئے۔ شہنشاہ ایران کی بہت سی نادر روزگار چیزیں لائی گئیں۔ چاندی سونے کی مورتیں جو جواہرات سے مزین تھیں۔ کسریٰ کا زرنگار شاہی لباس جواہرات اور لعلوں سے بنا ہوا تاج۔ سونے کی مرصع زرہ چاندی کی کاٹھیاں۔ طلائی ظروف۔ چاندی کی میزیں اور کرسیاں خالص چاندی کا سونے اور جواہرات سے پچیکاری کیا ہوا تخت وغیرہ سب لا لا کر رکھے گئے کیانی سلسلہ سے لے کر نوشیروان کے عہد تک کی ہزاروں یادگاریں تھیں۔ خاقان چین قیصر روم۔ داہر شاہ ہند۔ بہرام گور۔ سیاوش۔ نعمان بن منذر۔ کسریٰ ہرمز۔ فیروز کی تلواریں خنجر خود جو عجائبات روزگار سمجھ کر ایرانی خزانہ میں محفوظ تھے نکالے گئے۔ نوشیروان کا زرنگار تاج اور ملبوسات شاہی جو اپنا جواب نہ رکھتا تھا اور جس کو نادر زمانہ سمجھ کر بطور یادگار رکھا گیا تھا لایا گیا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاند کا زین کسا ہوا تھا اور سینے پر یاقوت بڑے ہوتے تھے جس کا ناقہ سوار سر سے لے کر پیروں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ سعدؓ کے سامنے لا کر کھڑے کئے گئے۔ سینکڑوں آدمی مل کر ایک فرش کو اٹھا کر لائے یہ فرش چبوترہ پر بچھا دیا گیا۔ جب اس کی پیمائش کی گئی تو ساٹھ گز چوڑا اور نوے گز لمبا تھا اس فرش کا نام بہار تھا یہ فرش ایک مینو سواد چمن زار تھا بیچ میں سبزہ کا چمن تھا۔ چاروں طرف جدولیں تھیں ہر قسم کے درخت۔ درختوں میں شگوفے۔ پھل اور پھول سب تھے طرفہ بات یہ تھی کہ جو کچھ تھا زرنگار تھا سونے کی زمین تھی۔ زمرد کا سبزہ تھا۔ پکھراج کی جدولیں تھیں سونے چاندی کے گنگا جمنی درخت تھے۔ حریر کے پتے تھے۔ جواہرات کے پھل تھے جو فرش ایک مختصر باغیچہ تھا جس وقت اس کو کھولا گیا تو مسلمان اسے دیکھ کر حیران رہ گئے ایسے عجوبہ فرش کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ فرش اس لئے تیار کیا گیا تھا کہ موسم خزاں میں جب تمام چمن اپنی دلفریبیوں کو خیرباد کہہ دیتے تھے تو شاہان فارس اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی

کیا کرتے تھے یہ تمام دولت یہ ساری نادرات عام سپاہیوں نے لا لا کر ذخیرہ کی تھیں ہر چیز بیش قیمت تھی لوگوں کے ایمان ڈگمگا سکتے تھے لیکن آفرین ہے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا اور نہایت احتیاط سے لا کر رکھ دیں۔ جب یہ تمام سامان سجایا گیا اور آفتاب کی شعاعوں سے جگمگانے لگا تو تمام مسلمانوں نے حیرت سے دیکھا۔ بے اختیار سعدؓ نے کہا جس قوم نے ایسی نادرات کو ہاتھ نہیں لگایا وہ بلاشبہ انتہا درجہ کی دیانتدار ہے عجائبات کی اس نمائش کے بعد حسب قاعدہ سعدؓ نے پانچواں حصہ نکال کر باقی سب مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔ ہر مسلمان کو اس قدر مال غنیمت ملا۔ کہ وہ غنی ہو گیا۔ معمولی سے معمولی سپاہی دولت مند بن گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں خمس کے علاوہ دربار خلافت میں بھیجنے کے لئے محفوظ رکھ لی گئی تھیں۔ چند دنوں کے قیام کے بعد ایک مختصر قافلہ کے ہمراہ یہ سب سامان مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ اس عرصہ میں جو مسلمان مدائن میں قید تھے سب رہا کئے گئے۔ ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ خسرو اور روزبہ بھی مسلمان ہو گئے اور بھی بہت سے معزز گھرانے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے مال غنیمت لے کر جو قافلہ چلا اس کے ساتھ جو شمامہ۔ ہرمزان۔ جہران۔ عاصم۔ عبید جعفر لیلیٰ آسیہ پروین خیزران۔ مراجل خسرو اور روزبہ سب روانہ ہوئے۔ بحیرہ شیر تک حضرت سعدؓ پہنچانے آئے ایک شب وہاں قیام کر کے دوسرے روز صبح ہی یہ قافلہ حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔

# مسرّت کی دُنیا

مدائن کے فتح کی خبر برق پر لگا کر اطرافِ عالم میں پہنچ گئی اس خبر نے مسلمانوں کو مسرور اور غیر مسلموں کو رنجور کر دیا۔ اوّل اوّل تو مسلمانوں کو یقین نہ آیا کہ ایران جیسی عظیم الشان سلطنت زوال کے عمیق گڑھے میں جا پڑی مدائن جو صدہا سال سے ساسانی حکومت کا دار الخلافہ تھا فتح ہو گیا۔ ایرانی بہادروں کو مٹھی بھر مسلمانوں نے شکست دی۔ شہرۂ آفاق شجاعان ایران قتل ہو گئے۔ یزدگرد بھاگ گیا لیکن رفتہ رفتہ جب ان تمام [illegible]ں کی تصدیق ہو گئی تو دُنیا حیران رہ گئی حیرت کی بات بھی تھی ایرانی نہایت بہادر تھے اور کثیر التعداد تھے جس ملک پر وہ چڑھ کر گئے اُسے فتح کیا۔ جس قوم نے ان پر لشکر کشی کی ہزیمت اٹھا کر فرار ہوئی تمام دُنیا میں ان کی دھاک تھی۔ خاقان چین قیصر روم شاہان و راجگان ہند ان سے ڈرتے تھے بڑی بڑی حکومتیں مدائن پر جبہ سائی کرتی تھیں۔ عرب تھوڑے سے تھے کمزور تھے کوئی قوم بھی ان سے نہ ڈرتی تھی۔ انہوں نے ساسانی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا تھا۔ مدائن فتح کر لیا تھا یہ کچھ کم حیرت ناک بات نہ تھی دُنیا میں بہت سی قومیں نہیں۔ ترقی کے لئے اُٹھیں لیکن جب کبھی زبردست قوم سے ٹکرائیں تو فنا ہو کر رہ گئیں۔ تاریخیں اس کی شاہد ہیں مگر جب مسلمانوں کی قوم اٹھی تو فتح و کامرانی کے ساتھ چلی۔ جس طرف کا رُخ کیا پانی کے سیلاب کی طرح بڑھتی چلی گئی۔ جو قوم سامنے آئی اسے بہا لیگئی جس قوم نے مقابلہ کیا۔ شکست کھائی۔ کوئی ملک کوئی قوم

اس کی ٹکر نہ سہار سکی۔ یہ شرف مسلمانوں ہی کو رہا ہے کہ وہ اپنے سے دُگنے اور تگنے ہی نہیں بلکہ دس دس بیس بیس گنوں سے لڑے اور فتح یاب ہوتے دُنیا نے ان کی قوت کا لوہا مان لیا۔ انہیں انسانوں سے بالا تر سمجھا۔ مسلمانوں کی کامیابی کا راز قوتِ ایمانی خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت میں مضمر ہے۔ ہادیانِ دین نے ان کے لئے جو لائحہ عمل تیار کر دیا تھا۔ آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرتے تھے کامیاب ہوتے تھے وہ جانتے تھے کہ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے پیش آئے گا ہر مسلمان کے دل پر باری تعالیٰ کا یہ کلام نقش تھا (ترجمہ۔ تم جہاں ہو گے موت تم کو لے گی اگرچہ تم نہایت مضبوط برجوں میں ہو)" انہوں نے سمجھ لیا کہ موت کا وقت مقرر ہے اور مقررہ وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی پھر اس سے ڈرنا کیا۔ چونکہ وہ موت سے نہ ڈرتے تھے اس لئے ایسے کارہائے نمایاں کر گئے کہ غیر تو غیر خود مسلمان ان کے کارناموں پر حیران ہیں یہ خدا کا اٹل قانون ہے کہ مدد اس کی جاتی ہے جو خود اپنی مدد کرتا ہے مسلمان کم تھے کمزور تھے کہیں طرف سے مدد کی امید نہ تھی اس لئے اپنی مدد آپ کرتے تھے۔ خدا ان کی مدد کرتا تھا۔ وہ ہر کام میں کامیاب ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا۔ ساسانی سلطنت کا تختہ الٹ دیا۔ زبردست ایرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اطرافِ عالم میں ان کی شہرت ہو گئی اقوامِ عالم ان سے ڈرنے لگیں۔ مال غنیمت لے جانے والا قافلہ جس طرف سے گذرا۔ حیرت انگیز نظروں سے دیکھا گیا چونکہ اس قافلہ میں وہ لوگ بھی شریک ہو گئے تھے جو ایران میں قید رہ چکے تھے اس لئے قافلہ کی شان مختصر لشکر کی سی ہو گئی تھی۔ سعد نے بہت سے خیمے ان کے ساتھ کر دیئے تھے یہ خیمے فالتو تھے جہاں قافلہ کا قیام ہوتا خیمے ایستادہ کر دیئے جاتے بالکل ایسا معلوم ہونے لگتا جیسے کوئی لشکر خیمہ زن ہو۔ حجاز کی سرحد میں داخل ہو کر یہ قافلہ تیزی سے سفر کرنے لگا۔ لیکن حجاز کی بادِ سموم نے سفر میں رکاوٹ ڈالنا شروع کر دی۔ حجاز کا ریگستان مشہور ہے جس طرح آبی سمندر طوفان کے وقت متلاطم ہو جاتا ہے فلک رفعت امواج اس میں اٹھنے لگتی ہیں اسی طرح ریگ زار کے سمندر سے لہریں اٹھ جاتی ہیں۔

بڑے بڑے ریت کے تودوں کو سخت و تند ہوا جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر اپنے دوش پر اٹھا لیتی ہے اور نہایت پھرتی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے۔ ایسی حالت میں سفر کرنا دشوار ہو جاتا ہے خاک آلود ہوا کے تیز و تند جھونکے آنکھوں کو گرد و غبار سے اٹ کر مسافروں کو کھڑا ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب ہوا کے تند کے جھونکے چلنے ریت اٹھ جاتا تو اس قافلہ کو بھی کھڑا ہو جانا پڑتا۔ مگر جہاں ہوا کا جھونکا نکل گیا ریت کی دیوار سامنے سے ہٹ گئی اور قافلہ نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ بالآخر یہ قافلہ قطع منازل کے بعد ان کھجوروں کے درختوں کے قریب پہنچا جہاں فتح قادسیہ کی خوشخبری لے جانے والا قاصد کچھ دیر ٹھہرا تھا اور ایک گیارہ سالہ عرب دوشیزہ نے مہمان نوازی کی تھی اس قافلہ کے ساتھ وہ قاصد بھی تھا۔ دیارِ حبیب کی زیارت کا شوق اسے دوبارہ کھینچ لایا تھا اس قاصد کا نام یاسر تھا۔ باغ کے قریب پہنچ کر قافلہ رُکا۔ یاسر باغ میں داخل ہوا۔ سامنے ہی چمڑہ کا خیمہ نصب تھا۔ خیمہ کے دروازہ پر تیر کمان لیتے وہی معصومہ۔ ملکوتی صفات عربی دوشیزہ بیٹھی تھی جو ایک مرتبہ پہلے یاسر کی خدمت کر چکی تھی۔ جب یاسر قریب پہنچا تو لڑکی نے غور سے اُسے دیکھا اس نے اُسے پہچان لیا۔ وہ اٹھ کر خیمہ سے باہر آئی اس کے نازک اور معصوم لبوں پر ہلکا سا تبسم نموار ہوا۔ اس نے نہایت ادب سے یاسر کو سلام کیا اور کہا کہ کیا آج بھی تم فتح کی خوشخبری لیتے جا رہے ہو۔ یاسر نے اس معصومہ کو دُعا دی اور کہا۔ ہاں عزیزہ بیٹی خدا نے مسلمانوں کو فتح دی زبردست فتح۔ مدائن فتح ہو گیا۔ ایرانیوں کا بادشاہ یزدگرد بھاگ گیا۔ ساسانی حکومت کا چراغ گُل ہو گیا۔

یہ سنتے ہی عرب دوشیزہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ فرطِ مسرت سے اس کا چہرہ شگفتہ ہو گیا وہ تیر کمان ایک طرف ڈال کر سجدہ میں گر گئی اُس نے کہا۔ باخدایا تیرا شکر ہے احسان ہے تو نے مسلمانوں کو زبردست فتح عطا کی اور اپنے پیارے رسول کی پیشگوئی کو پورا کیا ہے لڑکی کھڑی ہو گئی یاسر نے کہا۔ میری بیٹی آج تمہارے والد کہاں ہیں؟ لڑکی نے جواب دیا خیمہ کے اندر سو رہے ہیں آپ تشریف رکھیں میں ان کو جگاتی ہوں وہ آپ سے ملکر

بہت خوش ہونگے۔ پانچوں وقت نماز کے بعد وہ مسلمانوں کی فتح کی دعا مانگا کرتے تھے خدا نے ان کی دعا قبول کر لی یاسر نے کہا۔ پیاری بچی ان کو مت جگاؤ سونے دو۔ میرا ارادہ تمہارے ہی پاس رہنے کا ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے میں نے تجھے ہی بیٹی بنا لیا ہے۔ لڑکی یہ سن کر کمال مسرور ہوئی۔ فرط مسرت سے اس کا چہرہ چمکنے لگا اس نے کہا بس تو آؤ خیمہ میں چلو، اب ہم دو سے تین ہو جائیں گے یاسر نے اسے پیار کرتے ہوتے کہا۔ میں پھر تیرے پاس آؤں گا اب قافلہ کے ہمراہ جا رہا ہوں!"

لڑکی۔ کیا آج کھجوریں بھی نہ کھاؤ گے؟

یاسر۔ اس وقت نہیں قافلہ جا رہا ہے مجھے بھی ان کے ساتھ جانا ہے واپس آکر روز ہی کھجوریں کھایا کروں گا!"

یہ کہتے ہی یاسر اُسے پیار کر کے لوٹا۔ لڑکی دور تک اس کے ساتھ آئی باغ کے کنارے پر پہنچ کر اس نے قافلہ کو مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوتے دیکھا قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ یاسر اس سے رخصت ہو کر تیزی سے چلا اور قافلہ میں مل گیا سامنے کھجوروں کے درخت کثرت سے کھڑے تھے ان درختوں کے دوسری طرف مدینہ منورہ تھا منزل مقصود قریب دیکھ کر قافلہ اور تیزی سے چلنے لگا فاصلہ ہی کیا تھا۔ بہت جلد درختوں کے پاس جا پہنچا۔ بہت سے اعرابی ان درختوں کے سائے میں بیٹھے تھے قافلہ کو دیکھتے ہی وہ اٹھے قافلہ میں آتے اور ان سے فتح کی خوشخبری سن کر مدینہ منورہ کی طرف دوڑ گئے۔ شہر میں جاتے ہی انہوں نے فتح کی خوشخبری اور آمد کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ دوپہر کا وقت تھا۔ نہایت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ گرم ہوا کے تیز جھونکے چل رہے تھے لوگ گھروں میں چھپے بیٹھے تھے۔ بازار اور راستے سنسان پڑے تھے مگر قافلہ کی آمد اور فتح کی خوشخبری سن کر تمام لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل نکل کر قافلہ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے تمام راستے آدمیوں سے بھر گئے۔ جس وقت قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ ہزاروں آدمیوں نے ان کا پر جوش استقبال کیا۔ اللہ اکبر کے نعروں سے تمام شہر گونج اٹھا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں کوچہ و بازار در و دیوار سب نعرہ تکبیر کی تکرار سے گونجنے لگے اس قافلہ نے صورت جلوس اختیار کر لی۔

دور تک پھیل گیا۔ وسیع راستے انسانوں سے لبریز ہو گئے اور لوگوں کا اس قدر اژدہام ہوا کہ چلنا دشوار ہو گیا۔ ہر شخص خوش تھا۔ کمال خوش!! سب کے چہرے فرط شادمانی سے چمکنے لگے تھے۔ جوشماہ۔ ہرمزان۔ خسرو اور روزبہ مسلمانوں کا جوش۔ ان کا اژدہام ان کی مسرت دیکھکر بہت زیادہ محفوظ ہوتے۔ آہستہ آہستہ چل کر یہ قافلہ مسجد نبوی کے سامنے وسیع میدان میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر قافلہ رکا۔ مسجد کے اندر سے امیرالمومنین رض حضرت عمر فاروق برآمد ہوتے تمام مسلمانوں نے خلیفہ کو سلام کیا۔ ان کو دیکھتے ہی ! مسلمان جلد جلد گھوڑوں سے نیچے اتر سے حضرت عمر رض ایک کھجور کے درخت کے سائے میں آکر کھڑے ہو گئے ان کا چہرہ اس وقت مسرت و شادمانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آنکھیں دخور مسرت سے چمک رہی تھیں۔ جوشماہ اور ان کے ایرانی ساتھی سمجھ رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کا بادشاہ نہایت کروفر سے رہتا ہوگا۔ زرنگار پوشاک ہوگی۔ مرصع تاج ہوگا سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمی اس کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔ مگر جب انہوں نے مسلمانوں کے اس خلیفہ کو دیکھا جس سے ملوک عالم کانپتے تھے جس کی دنیا و جہاں میں شہرت تھی جس کا نام سنتے سے بہادر سے بہادر انسان کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا تو سخت حیران ہوتے مسلمانوں کا شہنشاہ ایک جبہ پہنے تھا جس میں کثرت سے پیوند لگے تھے ایک یا دو پیوند چمڑے کے تھے سر پر سفید عمامہ تھا۔ عمامہ پر ایک رومال باندھ کر کانوں کے دونوں طرف اس کے سرے چھوڑ دیتے گئے تھے۔ ہاتھ میں دُرّہ تھا۔ پاؤں میں تسمہ دار معمولی جوتہ تھا۔ ظاہرا امتیازی شان کوئی نہ تھی۔ اس سادگی میں چہرہ پر وہ جلال تھا کہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا وہ شان تھی کہ ملوک عجم میں کسی کو بھی ایسی شان نہ نصیب ہوئی تھی۔ امیرالمومنین رض نے کمبلوں کا فرش کرا دیا۔ قافلہ والے فرش پر بیٹھ گئے۔ خود امیرالمومنین بھی ان کے پاس ہی ایک طرف بیٹھ گئے۔ چونکہ آدمی زیادہ تھے دور تک فرش بچھایا گیا تھا۔ تمام فرش قافلہ والوں سے بھر گیا۔ شہر والے مسلمان ان کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ اب مال غنیمت کے انبار لگاتے گئے۔ سونے چاندی کے ڈھیر الگ طلائی اور نقرئی سکوں کے ڈھیر الگ۔ ریشمی تھانوں کے ڈھیر الگ۔ نیز ملبوسات شاہی کے ڈھیر الگ سنو ضیکہ

تمام سامان الگ الگ رکھا گیا۔ "بہار" نامی فرش کھول کر ایک طرف بچھایا گیا۔ نقرئی اونٹنی اور طلائی گھوڑا فرش کے پاس کھڑے کر دیتے گئے۔ مسلمان اس دولت، اس خزانہ اور ان نادرات کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے سامان سجاتے سجاتے ظہر کا وقت آ گیا سب نے اسی جگہ ظہر کی نماز پڑھی نماز پڑھ کر حضرت عمر فاروق نے محلم کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بڑھ کر امیر المومنین کے پاس پہنچا۔ محلم موزوں قامت اور خوبرو شخص تھا امیر المومنین نے اُسے ملبوسات شاہی کے پہننے کا حکم دیا۔ یہ شاہی لباس مختلف حالتوں کا تھا۔ سواری کا جدا، جشن کا جدا، تہنیت کا جدا۔ محلم نے ایک ایک کر کے تمام ملبوسات پہنے ایک سے ایک لباس بیش قیمت اور شاندار تھا۔ جب اس نے جشن کا لباس پہنا تاج زریں سر پر رکھا تو شاہان کسریٰ کی شان آنکھوں کے سامنے پھر گئی حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اسے خدا کے پرستارو دُنیا کی بے ثباتی، کائنات کا انقلاب زمانہ کی نیرنگی دیکھی کسریٰ کو گھمنڈ تھا۔ اپنی دولت کا زعم تھا اپنے لشکر پر فخر تھا اپنے ملک پر آج اس کی یہ تمام باتیں مٹ گئیں اس کی قسمت کے انقلاب کو لشکر روک سکا نہ دولت۔ ملک روک سکا نہ ذاتی وجاہت یزدگرد دولت و حشمت کے نشہ میں چُور تھا۔ خدا اور اس کی طاقت کو بھول گیا تھا۔ عیش و عشرت میں غرق ہو گیا تھا دُنیا نے کروٹ لی۔ اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ دولت جاتی رہی سلطنت چھین گئی۔ گھر سے بے گھر ہو گئے اسباب کو پہلے سے نہ سمجھا کہ جس خدا نے یہ حشمت دی ہے وہ چھین بھی سکتا ہے غرق عشرت ہو کر فخر و غرور کرنے لگا۔ دل میں خودی آ گئی۔ خدا کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔ خدا کی مخلوق پر دست ستم دراز کیا۔ خدا نے جس قدر اُسے ڈھیل دی اس قدر وہ ظلم و جبر، فسق و فجور، عیش و عشرت غرور و تکبر میں غرق ہوتا چلا گیا۔ یہ نہ سمجھا کہ خدا کی گرفت سخت ہے۔ آخر پکڑا گیا ذلیل کیا گیا۔ کہاں ہے آج اس کی سلطنت اس کی شان و شوکت اس کا حشم و خدم اس کا لشکر اس کے مشیر۔ اس کے ہوا خواہ! خدا کی آنکھ پھرتے ہی زمانہ پھر گیا۔

ع یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے!

مسلمانو! جو قوم عیش و عشرت کی دلدل میں پھنس جاتی ہے رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی

ہے جس دولت کو دیکھکر اس وقت تم مسرور ہو رہے ہو۔ مجھے مغموم کر رہی ہے جس قوم میں یہ آگئی اُسے برباد کر کے رہی اس سے بچو یہ وہ مار سیاہ ہے کہ جس کے کاٹنے کا منتر ہی نہیں دولت کو عیش و عشرت کے لئے مت لو محض ضروریات رفع کرنے کے لئے اور جو فاضل بچے اُسے خیرات کردو۔ قارون کی طرح جمع بھی نہ کرو: مسلمان نہایت توجہ سے امیر المومنین کی تقریر سن رہے تھے سب کے دل پر دُنیا کی بے ثباتی کا نقش ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تقریر ختم کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے سب سے دریافت کیا ان نادرات کے متعلق کیا مشورہ ہے انہیں بدستور رہنے دیا جاتے یا تقسیم کر دیا جاتے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ باقی رکھنے سے کیا فائدہ جس طرح ساسانی بادشاہ اس کی حفاظت کرتے چلے آتے کیا ہم بھی اسی طرح کریں ان چیزوں کو جمع کر کے رکھنے سے ہم میں بھی ویسی ہی شان و عظمت کی خو بو پیدا ہو جائیں گی۔ جاہ و حشم کا چسکا پڑ جاتے گا۔ اس سے قومی تعمیر کو دھکا لگیگا بیکار ہے اِن نادرات کا ذخیرہ کر کے رکھنا بہتر ہے کہ آپ ان تمام چیزوں کو توڑ پھوڑ کر تقسیم کر دیں۔ سب نے حضرت علیؓ کی رائے کی تائید کی تقسیم شروع کی گئی۔ اور تمام اشیاء۔ اسی وقت تقسیم کر دی گئیں بہار پر بھی۔ خزاں آگئی اُسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا ایک شخص نے اُسی وقت اپنا حصّہ تیس ہزار دینار میں بیچ ڈالا تقسیم سے فارغ ہو کر امیر المومنین جو شنماہ اور ان کے ہمراہیوں سے نہایت حلق سے ملے اس طرح ملے گویا کہ وہ ان کے بھائی تھے جو مدت سے بچھڑے ہوتے تھے فوراً ان کیلئے ایک مکان خالی کرا دیا گیا یہ سب اس مکان میں پہنچے۔ مکان بڑا تھا مگر معمولی قسم کا بنا ہوا تھا۔ رفیع الشان قصر میں رہنے والے اس مکان کو کیا پسند کرتے لیکن مسلمانوں کی سادہ معاشرت نے ان پر رفتہ رفتہ اپنا اثر کر لیا تھا۔ زرق برق پوشاکیں چھوڑ کر انہوں نے سادہ کپڑے استعمال کرنا شروع کر دیتے تھے۔ عاصم۔ عبید اور جعفر تینوں اپنے قبیلہ میں جا کر لیلےٰ سے محبت ہے مگر آتش الفت دل ہی دل میں سلگ رہی ہے عبید سوز محبت سے جل رہا ہے لیکن اُف نہیں کرتا وہ روز بروز نحیف و ناتواں ہوتا جاتا ہے جعفر ایک روز عاصم سے عبید کی شادی کا تذکرہ کیا اس نے دبے الفاظ میں عبید کا

پیغام لیلیٰ کے لئے دیا اور عاصم نے بلا حیل و حجت منظور کر لیا۔ جس وقت جعفر نے یہ مژدہ روح افزا عابد کو سنایا وہ فرط مسرت سے شادی مرگ کے قریب پہنچ گیا وہ بے اختیارانہ طریقہ پر جعفر سے لپٹ گیا۔ اس نے کہا دوست میں عمر بھر تمہارا احسان نہ بھولوں گا تم نے مجھے مرنے سے بچا لیا۔ جعفر نے کہا میں جانتا تھا تم لیلیٰ پر مٹے ہوتے ہو۔ یہ بھی معلوم تھا کہ معاشرتی زنجیر پاؤں میں پڑی ہے لیلیٰ کا نام بھی زبان پر نہیں لا سکتے مجھ سے نہ دیکھا گیا میں نے عاصم سے کہا انہوں نے بخوشی منظور کر لیا اب تم تیاری شروع کرو۔ عابد نے کہا۔ تیاری کیا کروں اسلام نے جس سادگی کا حکم دیا ہے اسی سادگی سے شادی ہو گی۔ دوست آج میں تمہارے اور بھائی عاصم کے لئے کوشش کروں گا۔

جعفر نے حیرت سے عابد کو دیکھکر کہا۔ میرے لئے کہاں کوشش کرو گے۔

عابد۔ میں ہرمزان کو تمہارے لئے خیزران کے ساتھ اور عاصم کا پروین کیلئے جوشنماہ کو پیغام دوں گا۔

جعفر۔ مشکل ہے اول تو ہرمزان اور جوشنماہ کیوں منظور کرنے لگے اگر وہ منظور کر بھی لیں تو امیر المومنین رض غیر کف میں شادی کرنے کی اجازت کیسے دیں گے!"

عابد۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ مداین میں کچھ مسلمان آتش پرست لڑکیوں سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن سعدؓ نے منع کر دیا تھا اور کہدیا تھا کہ جب تک امیر المومنین کی تحریری اجازت نہ آجائے اس وقت تک ایسی شادیاں ملتوی رکھی جائیں

جعفر۔ معلوم ہے۔

عابد۔ امیر المومنین نے اجازت دے دی ہے۔

جعفر۔ جب تو شاید امیر المومنین ہمیں بھی اجازت دے دیں!!

عابد۔ یقین ہے ضرور دیدینگے!!

جعفر۔ لیکن ہرمزان اور جوشنماہ کیسے آمادہ ہو جائیں گے!!

عابد۔ میں امیر المومنین سے ہی تحریک کراؤں گا!!

جعفر۔ جب تو یقین ہے کہ وہ ضرور منظور کر لیں گے!!

عبید۔ یقیناً میں اسی وقت امیرالمومنینؓ کے حضور میں جا رہا ہوں!!

جعفر۔ دوست جاؤ خدا کرے کہ امیرالمومنینؓ تمام باتیں مان لیں۔

عبید جعفر سے رخصت ہو کر چلا۔ چند گلیوں کو عبور کر کے مسجد نبوی میں پہنچا خوش قسمتی سے اس وقت حضرت عمر فاروقؓ تنہا بیٹھے تھے عبید سلام کر کے ان کے پاس جا بیٹھا امیرالمومنین نے غور سے اس کے چہرہ کو دیکھ کر کہا۔ تم شاید مجھ سے کچھ کہنے کے لئے آتے ہو کیا کہنا ہے؟۔

عبید کو تعجب ہوا کہ امیرالمومنینؓ کو اس کے دل کا حال کیسے معلوم ہو گیا۔ تعجب کے بعد کچھ جھجک کچھ شرم دامنگیر ہوئی وہ سر جھکا کر سوچنے لگا کہ کس عنوان سے سلسلۂ کلام شروع کرے۔

امیرالمومنینؓ نے پھر کہا۔ تم شرما رہے ہو اور جھجک رہے ہو آخر کیوں؟ جو کہنا ہے بیدھڑک کہہ ڈالو۔ عبید کو قدرے جرأت ہوئی اس نے کہا یا امیرالمومنین سنا ہے آپ نے سعدؓ کو یہ حکم لکھکر بھیجدیا ہے کہ جو مسلمان کسی ایرانی دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو اس کے لئے اجازت ہے۔

امیرالمومنینؓ۔ ہاں میں نے ایسا لکھ دیا ہے کیا تم بھی کسی ایرانی دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟

عبید۔ نہیں بلکہ جعفر اور عاصم چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ اجازت دیں!

امیرالمومنینؓ۔ کیا وہ دونوں پھر مدائن واپس جائیں گے!!

عبید۔ جن لڑکیوں سے وہ شادی کرنا چاہتے ہیں وہ یہیں موجود ہیں!

امیرالمومنینؓ نے حیرت سے عبید کو دیکھکر کہا۔ یہیں ہیں؟ کون ہیں؟

عبید۔ ایک جوشماہ کی بیٹی پروین اور دوسری ہرمزان کی ہمشیرہ خیزران ہیں۔

امیرالمومنینؓ۔ شاید جوشماہ کی بیٹی سے عاصم شادی کرنا چاہتے ہیں۔

عبید۔ حضورؓ نے صحیح اندازہ لگایا!

امیرالمومنینؓ۔ میں ایسی شادیوں کو بے جوڑ اور غیر مناسب خیال کرتا ہوں شادی اپنے ہی کفو میں اور اپنے ہی قبیلہ میں ٹھیک ہوتی ہے لیکن میں اپنی طرف سے کوئی رکاوٹ ڈالنا بھی نہیں چاہتا۔ اگر وہ مناسب سمجھتے ہیں تو شوق سے کریں!!

عبید۔ مگر جوشماہ اور ہرمزان کی طرف سے اندیشہ ہے کہ شاید وہ منظور نہ کریں۔

امیرالمومنین ؓ۔ تمہارا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں تحریک کروں کچھ مضائقہ نہیں میں ہی تحریک کروں گا تمام مسلمان میرے بھائی اور عزیز ہیں اپنے عزیزوں کے لئے کون کوشش نہیں کرتا عبید امیرالمومنین کا بے حد مشکور ہوا اس نے کہا حقیقت میں آپ مسلمانوں کے بیحد خیر طلب اور بہی خواہ ہیں ٹھیک اسی وقت جوشماہ۔ ہرمزان اور مہران آگئے تینوں سلام کرکے بیٹھ گئے۔ مہران بدل گیا تھا اس کے دل میں مکروفریب جو رستم کا شائبہ بھی نہ رہا تھا۔ نماز روزہ کا پابند ہوگیا تھا۔ تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی مذموم عادات ترک کیں! امیرالمومنین ؓ نے بلا کسی پرواہ کے جوشماہ سے کہا غالباً اب آپ کا ارادہ ایران واپس جانے کا نہیں۔

جوشماہ۔ حضور اب میں واپس جانا نہیں چاہتا اسی جگہ رہنا اور یہیں مرنا چاہتا ہوں

امیرالمومنین ؓ۔ اور ہرمزان ؟۔

جوشماہ۔ ہم میں سے کوئی بھی واپس جانا نہیں چاہتا نہ ہرمزان نہ روزبہ نہ خسرو نہ مہران!!

امیرالمومنین ؓ۔ جب تو تم کو اپنی لڑکیوں کے عقد کا فکر کرنا چاہیئے ؟

جوشماہ۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے یا کرنا نہیں چاہتے ہم نے آپ کے دامن میں پناہ لی ہے آپ ہی ہمارے سب کچھ ہیں لڑکیوں کی فکر آپ ہی کو کرنا چاہیئے!!

امیرالمومنین ؓ۔۔ دیکھئے میں تجویز پیش کرتا ہوں اگر مناسب سمجھیں اپنی رضامندی کا اظہار کردیں اگر نامناسب معلوم ہو تو انکار کردیں یہ میری تجویز ہے حکم نہیں ہے ماننے یا نہ ماننے کا آپ کو حق ہے!!

جوشماہ۔ فرمایئے اگر ماننے کے قابل ہوگی ضرور مانی جائے گی

امیرالمومنین ؓ۔ یہی بات ہے اس میں لحاظ و مروت کو کچھ دخل نہیں ہونا چاہیئے یہ لڑکیوں کی بہبودی اور ان کی عمر بھر کے نیک و بد کا سوال ہے اگر مناسب معلوم ہو تو عاصم کو آپ اور جعفر کو ہرمزان اپنے دامنوں میں چھپالیں۔

جوشماہ۔ قطعی مناسب تجویز ہے۔

امیرالمومنینؓ۔ اچھا تو آپ تیاری کریں میں چاہتا ہوں کہ جس روز علیبہ کا عقد ہو اسی روز عاصم اور جعفر کا بھی ہو جائے!!

جوشماہ۔ مناسب ہے لیکن!!

امیرالمومنین۔ لیکن کیا؟۔

جوشماہ۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک اور شادی بھی اس روز ہو جائے!!

امیرالمومنینؓ۔ کس کی؟۔

جوشماہ۔ ہرمزان کی! جہران اُسے اپنے سینہ سے لگا لیں!!

جہران۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر آسیہ چلی گئی تو میں تنہا رہ جاؤں گا۔

جوشماہ۔ میں نے اس کا پہلے ہی انتظام کر لیا ہے اگر مناسب سمجھیں تو مراجل سے عقد کر لیں۔

جہران۔ آپ میرے بزرگ ہیں بزرگوں کی بات ماننا ضروری ہے شاید روزیہ اسے منظور نہ کریں۔

جوشماہ۔ میں نے انہیں پہلے ہی آمادہ کر لیا ہے:۔

جہران۔ یہ آپ کی مہربانی ہے میں آپ کی اس مہربانی کا بہت زیادہ مشکور ہوں!

امیرالمومنینؓ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی جمعہ کو سب کے عقد ہو جائیں۔

جوشماہ۔ نہایت مناسب ہے:۔

اب سب اٹھکر روانہ ہوئے۔ علیبہ نے جاتے ہی جعفر اور عاصم سے یہ خوشخبری جا سنائی دونوں اس نوید روح پرور کو سن کر بکمال مسرور ہوئے۔ دونوں طرف عقد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جوشماہ کا مکان عاصم کے مکان کے قریب تھا۔ جعفر اور علیبہ کچھ فاصلے پر رہتے تھے۔ اکثر خیزران پروین۔ آسیہ مراجل لیلےٰ کے پاس جاتی رہتی تھیں ایک روز جبکہ آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا یہ چاروں ماہ پارا لڑکیاں لیلےٰ کے پاس پہنچیں تو اس نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ یہ تمام بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

خیزران نے کہا لیلے انتظار کے دن مشکل سے کٹتے ہوں گے کہتی ہو گی کہ امیرالمومنین نے یہ جمعہ کی سنچھ کہاں سے لگا دی! لیلے نے شرما کر سر جھکا لیا۔ پروین نے کہا۔ اپنی بات دوسروں پر کیوں ڈالتی ہو۔ خیزران دل میں تو تمہارے گدگدیاں اٹھ رہی ہیں چھیڑتی ہو بے چاری لیلی کو۔ خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا اوہو ٹھیک ہے میں بھولی! سب سے زیادہ بے چین تو تم ہی ہو مگر کس قدر بے مروتی ہے پروین تم نے کبھی بے چارے عاصم کو پوچھا بھی نہیں آسیہ نے مسکرا کر کہا تم تو شاید جعفر کو روز پوچھ آیا کرتی ہو۔ خیزران نے ہنستے ہوتے کہا۔ میں تو پوچھوں یا نہ پوچھوں مگر تم اپنی کہو روز چھپ چھپ کر بھائی جان کو دیکھا کرتی ہو!!

پروین۔ تم کو رشک آتا ہوگا تم جعفر کو دیکھ بھی نہیں سکتیں!!۔

خیزران نے شرمیلے پن سے مسکرا کر کہا ہوا ہی چاہیے اب میں تمہاری طرح کٹور تو ہی نہیں آسیہ نے کن انکھیوں سے دیکھ کر کہا۔ اسی لئے تو مسجد نبوی میں نماز کے بہانہ سے انہیں دیکھنے جایا کرتی ہو؟ خیزران نے شوخی سے ہنس کر کہا کیوں نہ جاؤں اپنی چیز اپنا مال دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔

آسیہ۔ ذرا اس مال کو چھپا کر رکھنا!

خیزران۔ آنکھوں میں رکھوں گی۔ آنکھوں سے بہتر ان کے لئے کون سی جگہ ہے۔

آسیہ نے ہنس کر کہا۔ کوئی نہیں دو ہی دن باقی رہ گئے ہیں خیزران پھر جہاں چاہنا رکھنا۔ کچھ دیر اور ہنسی مذاق کر کے یہ چاروں رخصت ہو گئیں لیلے بھی اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ قاعدہ ہے کہ کوئی دن کوئی تاریخ مقرر ہوتی اور آتی جمعہ میں دن ہی کے باقی رہ گئے تھے آنکھ جھپکتے ہی گذر گئے جمعہ کا دن آگیا۔ اپنی تمام لطافتوں۔ تمام رنگینیوں تمام مسرتوں کو ساتھ لے کر آیا جمعہ کی حسین مسرت اور شادمانی میں ڈوبی ہوتی صبح اپنی تمام جلوہ ریزیوں سے مسکراتی ہوئی نمودار ہوئی۔ سر نساران محبت نے مسرت وانبساط سے اس کا استقبال کیا۔ مدینہ منورہ کی گلی گلی پر نور مسرت اور شادمانی میں غرق نظر آنے لگی۔ صبح ہی لیلے۔ پروین۔ خیزران۔ آسیہ۔ مراجل پانچوں

ماہ طلعت لڑکیوں کو بنا سنوار کر دلہن بنایا جانے لگا۔ پانچوں رشک قمر حوار واقعیں بننے سنورنے سے اور بھی حسین ہو گئیں ان کے پُر نور چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے۔ مشہور ہے کہ اچھا لباس اچھے زیورات حسینوں کے حسن میں چار چاند لگا دیتے ہیں لیکن حقیقی مسرت و شادمانی۔ بشاش چہرہ خندہ پیشانی حسینوں کی صورتوں کو بے حد دلکش بنایا کرتے ہیں۔ پانچوں ماہ طلعت دوشیزہ لڑکیاں بن سنور کر حسن کا جلوہ گر آفتاب بن گئیں ان کے منور چہروں کو دیکھنا ناممکن تھا۔ عصر کے وقت ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور بہت سے اکابر رؤسا شریک ہوتے۔ شادی کا دن تھا۔ ارمان بھرے دل تھے۔ رئیسوں کے بچوں کی شادیاں تھیں جس قدر دھوم دھام ہوتی کم تھی مگر وہ قرون اولے کا زمانہ تھا نہ دھوم دھام تھی نہ تزک و احتشام تھا نہ شان و شوکت تھی نہ باجے تھے نہ آتشبازی غرضیکہ کچھ بھی نہ تھا نہایت سادہ طریقہ پر شادیاں ہو رہی تھیں۔ حالانکہ ان کے پاس کافی دولت تھی جس قدر چاہتے خرچ کر دیتے مگر وہ بے جا خرچ کر کے خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کر کے گنہگار نہ بننا چاہتے تھے غور سے دیکھئے تو باجے آتشبازی یا ایسی دیگر فضولیات میں خرچ کرنے سے سوائے نقصان کے فائدہ کیا ہے اگر یہ محض نام و نمود کے لئے کیا جاتا ہے تو وہ کام کیجئے جس سے نام بھی ہو اور عاقبت بھی سدھرے۔ تیمیوں کو کھانا کھلایئے۔ بیواؤں کی مدد کیجئے۔ مساکین کی خبر لیجئے مذہبی مدرسے کھلوایئے۔ طالب علموں کی مدد کیجئے۔

اکابر قوم کے آتے ہی عقد ہو گئے۔ مبارک باد کا غل مچ گیا۔ در و دیوار سے مبارک بادی کی صدائیں آنے لگیں عقد ہوتے ہی خرمے تقسیم کئے گئے رخصتی کا سامان ہونے لگا مغرب سے پہلے رخصتی ہو گئی رخصت کرا کر کہیں دور جانا ہی نہ تھا قریب قریب ہی مکانات تھے مغرب سے پہلے ہی سب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ جنید مغرب کی نماز پڑھکر مکان پہ پہنچا اس کی رشتہ دار اور ہمسایہ عورتیں آتی ہوئی تھیں تمام مکان عورتوں سے بھرا ہوا تھا اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی دلہن کس کمرہ میں ہے وہ عورتوں کی نظروں

سے بچتا ہوا ایک کمرہ میں گھس گیا۔

جونہی اس نے کمرہ میں قدم رکھا اس نے سامنے ہی آفتاب حسن پری پیکر لیلیٰ کو حسن کی تمام جلوہ آرائیوں کے ساتھ مسہری پر بیٹھے دیکھا وہ اس نور مجسم کو دیکھ کر جھجکا لیکن کچھ سوچ کر آگے بڑھا اس رشک قمر کے قریب پہنچا اور اس کے چاند جیسے چہرہ کو دیکھنے لگا۔ لیلیٰ کا چہرہ بے حد دلکش تھا۔ وہ بہشت بریں کی حور معلوم ہو رہی تھی اس کے شہابی رخساروں میں بجلیاں چمک رہی تھیں۔ موتی چور آنکھیں جادو کر رہی تھیں نازک بوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ وہ عبید کو دیکھ کر شرما گئی اس نے نگاہ غلط انداز سے عبید کو دیکھا۔ فوراً ہی اس کی ہوشربا نظریں جھک گیئں۔ عبید نے بڑی ہمت کر کے کہا اسے میری آفتاب محبت کی دنیا۔ اسے میری مسرت کے درخشاں چاند تو نے میرے کاشانہ اخزان کو اپنے جلوہ گر حسن سے منور کر دیا۔

لیلیٰ نے شرما کر۔ لجا کر اپنا خوبصورت سر جھکا لیا۔ وہ حسن کی دیوی کا ن چپا۔ بنگتی رعب حسن سے اور کچھ عبید کو کہنے کی جرآت نہ ہوتی کیونکہ کسی نہ کسی عورت کے آجانے کا خطرہ تھا اس لئے عبید جلدی ہی کمرہ سے باہر نکل آیا۔"

خدا خدا کر کے راحت و مسرت حاصل ہوتی۔ پانچوں جوڑے نہایت آرام و اطمینان اور شاد کامی سے زندگی بسر کرنے لگے انہوں نے کلفت کے بعد مسرت دیکھی تھی! یہ تھی وہ جنگ جس نے ایران جیسی زبردست سلطنت کا تختہ الٹ دیا ساسانی حکومت کا چراغ گل کر دیا۔ مسلمانوں نے اپنی بہادری کا اقوام عالم پر سکہ بٹھا دیا۔

---